

فَجَعَلْنَا مَوْلَاهُمْ سُلَافًا وَمَنْحَرًا لِّأُولَئِكَ

# علماى سلف

معدود فیہمیکے

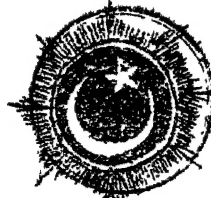
رسالہ اعتقان الاسلام و علم کی فضیلت میں  
میں نے گذشتہ علمایہ الاسلام کی حالات میں تاریخ رسالہ

(حبکو)

جناب مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب شہرہ فانی مدرس سیکرٹری ضلع علیگڑھ

نے

ندۃ العلماء کے مجلہ میں لائے جلسے میں بقیام سیرت پیش کیا

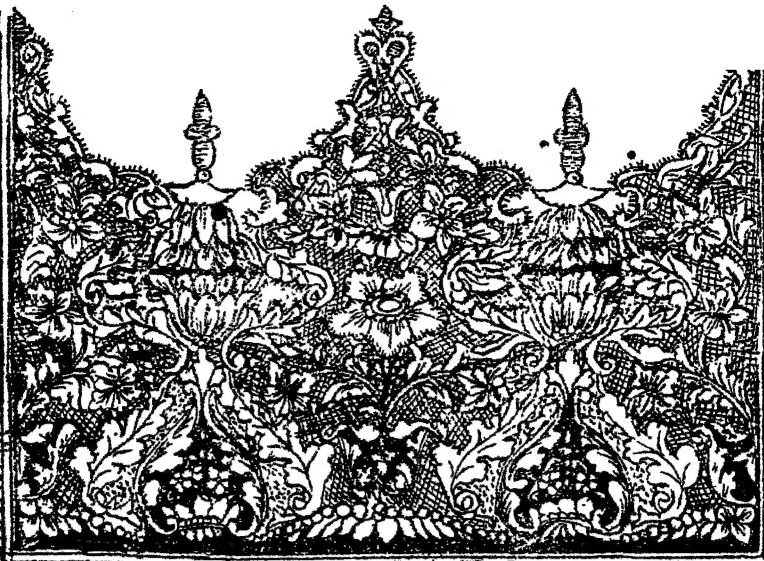


حب فروائش جناب مولانا مولوی محمد مراد صاحب

مطبع محبوب آباد علیہ خطبہ حسنہ کے مہار

## دارالعلوم

اگرچہ آج کل عربی کے بہت کچھ پڑھے پڑھائے جا رہے ہیں مگر علوم عربیہ اور عربیہ کی جیسی ترقی ہوئی چاہیے نہیں ہوتی بلکہ وزیر و طلباء کے اخلاق و عادات اہل عرب سے جتنی ہو سکیں اور جو نامور و باکمال علمائے عرب ہیں انکا کوئی جانشین اور قائم مقام نہیں ہوتا اگرچہ دونوں خدا خواستہ یہی حالت ہی تو اسات کا اندیشہ ہے کہ رفتہ رفتہ علوم عربیہ دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور جو کچھ ابھی واقعیت کا ذریعہ تھا اسیکہ مٹ جائیگا یہ ہم قرآن و حدیث کو سمجھنے سے عاجز بنائیں گے یا ان کو کھانا کیا دین نہ دے کہ وہ نہیں گئے (خدا کرے) اسلئے وہ علماء نے علمائے عرب اور سنیہ کے مشورے سے یہ تجویز کیا اور ایک اسلامی دارالعلوم قائم کیا جا جس میں ابتدائی سطح کی تعلیم و تربیت سچا ہو تاکہ ایسی روشیں دلائل طلباء پیدا ہوں جو علاوہ علمی فضل و کمال کے اپنی خوش اخلاقی کی وجہ سے شریک عزیز ہوں اسی تجویز کے مطابق یہ جو گیا کہ فعلیہ دارالعلوم کا ابتدائی درجہ کنوینس ہو لیا جائے اس درجہ میں صرف و نحو کی پوری اور اچھے حدیث تہنا عقائد تفسیر و منطق کی تفصیل و تربیت تعلیم ہوگی اور حساب و حسابہ اور فرائض کے عملی مشق کرائی جائے گا کہ یہی انتظام کیا جائے گا کہ اگر نری جوان طلبہ کو دینیات اور عربی کی تعلیم و کمال دارالافتاء و دارالکتاب ہوں تب ہی کیا جائے گا جس میں طلباء کی سکونت خور و نوش لباس علاج اور درش حجابی کا انتظام ہوگا اور تربیت و رہنمائی اخلاق کے خاص طور پر نگرانی کی جائے گی جو لوگ اپنے مصارف کے تحت کفیل ہو سکتے ہیں ایسے دارالافتاء کے مصارف لئے جائیں گے اور طلباء غیر قطع کرنا تین ذہن ہونگے ان کو مدرسہ کے بیطرف سے ولیفہ دیا جائے گا پس جو لوگ اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم دلانا چاہتے ہیں انکے لیے ضرور یہ ہے کہ پہلے دارالعلوم کے اسدے ج میں اپنے لڑکوں کو داخل کر دیتے کہ وہ تہوڑی شیں میں عربیت اور دینیات سے بہتر ضرورت و منفعت موجدیں اور ابتدائی سطح سے دونوں میں لیان کا تخم جم جائے اور جب وہ انگریزی تعلیم حاصل کریں تو آزادی اور دہریت کے اثر سے محفوظ رہیں اور اس قدر انکو مستعد و ان کو پید ہو جائے کہ جب وہ اس میں ترقی کرنا چاہیں تو کر سکیں



بسم الله الرحمن الرحيم

الحامد اومصلیٰ

خزاں رسید گلستان بآں جمال نماند	سماع بلبل شوریدہ رفت و حال نماند
نشان لالہ این بلغ از کہ می پرسی	برو کہ آنچه تو دیدی بحسب خیال نماند

شوال السلام کا ذکر نہ کر نہ وہ اہل کمال اہل جلاس شہر کا پیور میں مضفد ہوا تھا جس میں دیار ہند کے اکثر مشاہیر علماء و فنکار تھے۔ بزم کے جمال کمال سپہ روشن تھی اور نگاہ کے کمال جاں ہے منور اور ایک ایسا پاکیزہ نظیر پیش نظر تھا جو تاریخ ہندوستان میں اپنی آپ ہی نظیر نہ ملے گی جس میں ذرا نی غفلتوں کے دیار سے فیضیاء ہو گئے تھے چشم بصیرت میں ایک فرید ابھرا جسکی روشنی میں ہر مادہ گھوس کے سامنے پھر گیا جو فضا سے عالم میں مدد برس کی راہ کو چکا ہو یعنی متاخرین کا جمع و یکتہ تقدیر کا قصور بند ہوا اور ان کے حالات کے مطالعے کا شوق دل میں پیدا ہوا۔ یہ شوق ہندو دل میں قائم تھا کہ جناب لانا سید محمد علی صاحب ناظم ندوہ نے ایک نقشہ مضامین شائع فرمایا جس میں چند عنوان اس غرض سے درج تھے

کہ آئندہ طبع وہ کئے دستاویزین کچھ جائیں۔ اتفاقاً انہیں ایک عین ان علمائے سلف بھی تھا۔ اس نقشے کو  
 دیکھ کر پہلی تحریک میں ایک تارہ جوش پیدا ہوا اور باوجود بے یلگی یہ چونکہ کہ اس فیض سے چندے ان  
 بزرگوں کی بھی منوی ہمیشہ بنی نصیب ہو جائیگی عنوان بالاکوئیں نے لے لیا۔ گویا از نیکیاں غیم خود را  
 بہ نیکای بستہ ام؟ دریا خاں فرخیش شستہ گلدستہ ام؟ اس سلسلے کی تیاری کیو سطرے حسب ذیل  
 کتابیں میں نے لفظ بلفظ پھیل در انہیں سے حالات انتخاب کئے تذکرۃ الحفاظ از امام شمس الدین ہی  
 المتوفی ۷۸۵ھ (کشف الظنون) مطبوعہ دارۃ المعارف حیدرآباد دکن۔ و قیاس الاعیان و اخبار  
 ابناء الزمان از قاضی القضاۃ ابی العباس احمد ابن خلکان المتوفی ۷۸۸ھ مطبوعہ مطبعہ عینیہ مصر ۱۲۸۵ھ  
 ترجمہ لا لیا فی طبقات الادباء و از امام ابی البرکات عبد الرحمن ابن محمد انبار علی المتوفی ۷۸۵ھ کشف  
 الظنون) مطبوعہ مصر ۱۲۵۲ھ عیون الانبار فی طبقات الاطباء و از طبیب علم موفق الدین ابی العباس  
 احمد ابن قلیس المعروف ابن ابی اصبغ المتوفی ۷۶۶ھ مطبوعہ مطبعہ عینیہ مصر ۱۲۸۵ھ (کشف الظنون) انما  
 فی علماء الدولۃ العثمانیہ از مولیٰ طاشکبری زادہ رومی المتوفی ۷۶۶ھ (کشف الظنون) مطبوعہ مطبعہ  
 عینیہ مصر ۱۳۱۵ھ العقد المنوم فی ذکر افاضل الروم مطبوعہ مطبعہ بالہ۔ ان کتابوں کے علاوہ شستہ  
 ذیل کی کتابوں سے بھی مدد لینی ہو۔ مقدمۃ فتح الباری للامام ابن حجر استقلا فی التوفی ۷۵۳ھ  
 (کشف الظنون) مطبوعہ مطبعہ انصاری علی ۱۳۱۵ھ الخیرات الحسان فی مناقب الانام الاعظم ابی حنیفہ  
 النعمان اللقی احمد ابن حجر المکی المتوفی ۷۴۳ھ مطبوعہ مطبعہ عینیہ مصر ۱۳۱۵ھ مدخل ابو عبد اللہ محمد ابن  
 عبد اللہ المعروف بابن بطوطہ مطبوعہ مطبعہ وادی نیل مصر ۱۳۸۵ھ۔ کامل از علامہ ابن ابی حنیفہ محمد بن ابی  
 ۷۶۳ھ (ابن خلکان) مطبوعہ مطبعہ ذات التحریر مصر ۱۳۸۵ھ الملل و النحل از عبد اللہ کریم شہرستانی  
 مطبوعہ ۱۲۸۵ھ۔ بستان المحشرین از شاہ عبد العزیز صاحب جوامع مطبوعہ مطبعہ ششی محمد میر ۱۳۸۵ھ شستہ  
 عہ ای بطوطہ کی راحت کا آغاز ۱۲۵۵ھ میں ہوا اور اختتام ۱۲۵۷ھ میں۔



طرب فی تقدیمات اہل ہر بار زونفل افندی مطبوعہ مطبع امیر کان بروٹ - کشف الاسرار شرح اصول فقہ الاسلام  
 بزودی از امام علیہ الغریزہ بخاری المتوفی ۳۸۰ھ مطبوعہ مطبع صحافیہ قنادیہ قسطنطنیہ ۳۸۰ھ - اس  
 فہرست کے پیش کرنے سے پہلے ناظرین کو مطلع ہونا مقصود نہیں بلکہ یہ ظاہر مطلوب ہو کہ یہ کتاب کس قسم کے  
 مادے سے صورت پذیر ہوئی ہو۔ اس موقع پر اتنی گوارش کی اور جسار کی جانی ہو کہ اس پیچہ تحریر میں جو بحث  
 حالات واقعات سے لگی ہو یا جو نتیجہ اسے نکالا گیا ہو وہ مؤرخانہ حیثیت سے ہو نہ فقہانہ یا منکرانہ حیثیت سے  
 اور اس سے قصور گزشتہ علماء اہل اسلام کے حالات کا لکھا ہو کسی دینی مسائل کے فیصلہ دہ کو کرنا۔  
 حوالہ واقعات لکھنے وقت حسب ذیل علامتوں سے کام لیا گیا ہو۔

تذکرہ حفاظ - ابن ابن خلکان شوق - شقائق نعمانیہ عیون عیون الانباء - نثر تہ - نثر تہ الالباء -

مقدمہ - مقدمہ مفتی الباری - ج - جلد - ص - صفحہ

شقائق نعمانیہ کی تقسیم جلدوں پر اس کے مصنف نے نہیں کی ہو مگر چونکہ یہ کتاب تاریخ ابن خلکان کی دونوں  
 جلدوں کے حاشیہ پر درج ہوا اور دونوں جلدوں کے صفحوں کا شمار جدا جدا ہو اس لئے حاشیہ کی کتاب  
 کی بھی تقسیم کرنی پڑی۔

یہ واقعہ کا حوالہ البقیہ جلد صفحہ ۱۰۱ پر کتاب کے ہر صفحے کے نیچے لکھا گیا ہو اور اس طرح میں نے  
 اپنا وہ فرض ادا کر دیا ہو بحیثیت ناقل میرے ذمے تھا۔ داتا فقیہ الالباء علی العظیم۔

خادم طلبا

محمد مصباح الرحمن خان شروانی

بھیکن پور ضلع علی گڑھ

۱۹ - رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ



# فہرست مضامین سالہ علمای سلف

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
عنوان اول - طلب علم			
۳	افلاس	۱	تمہید
۱۹	کتاہوں کا گھنا	۷	سفر
۳۲	حفظ و احتضار علمی	۲۱	توجہ کامل اور شوق طلب
۴۳	بذل اسوال	۳۹	علم سے سیر نہ ہونا
۴۶	عالمہ مسلمین میں علم کا شوق اور رواج	۴۵	مسلمانان سلف میں عموماً علمی وق
۵۴	امرا میں علم کا فو	۵۰	میںوں میں علم کا فو
عنوان دوم - حق پسندی راست گوئی			
۵۷	حق پسندی بمقابلہ احکام	۵۶	تمہید
۷۹	اپنے نفس کے مقابلے میں	۷۲	معارضین اور پھپھوشوں کے مقابلے میں
عنوان سوم - اختلاف اتفاق			
۸۸	تمہید (جس میں یہ ذکر ہو کہ مذہبی نزاع کو سلف صاحبین کیسا سمجھتے تھے)	۸۸	تمہید
۹۱	اختلاف رلے صحابہ کرام کے زمانے سے شروع ہو گیا تھا	۹۱	اختلاف
۹۲	علمائے اہل سنت و جماعت کا برتاؤ مخالف عقیدہ علماء کے ساتھ	۹۲	علمائے اہل سنت و جماعت کا برتاؤ مخالف عقیدہ علماء کے ساتھ
۹۵	مختلف مذہب کے علماء اہل سنت و جماعت کا برتاؤ یا ہم	۹۵	مختلف مذہب کے علماء اہل سنت و جماعت کا برتاؤ یا ہم
۹۷	جب نزاع کا دروازہ کھل گیا تو خود علماء اہل سنت و جماعت باہم سطح مخالف ہو گئے	۹۷	جب نزاع کا دروازہ کھل گیا تو خود علماء اہل سنت و جماعت باہم سطح مخالف ہو گئے
عنوان چہارم - حسن معاش			
۱۰۰	کسب معاش - تجارت	۹۹	تمہید
۱۰۲	ملازمت	۱۰۱	حرف
۱۰۶	علماء کے تعلقات سلاطین کے ساتھ اور ان کا اثر	۱۰۵	تمول
۱۱۷	مخالف فرقوں کی محبت ہلکے علماء کے ساتھ	۱۱۴	ملک پر اثر
۱۱۸	علماء کی معاشرت کے بعض احوالات	۱۱۷	غیر مذہب کے لوگوں کی محبت علماء کے ساتھ
۱۲۱	اپنا کام خود کرنا	۱۱۹	جسمانی ریاضت

# عنوان اول

## طالب علم

علمای سلف کے جن حالات سے ہم بحث کرنا چاہتے ہیں اور ان میں طلب علم کو سب سے اول ہم نے قائم کیا ہی اہل علم کی زندگی کے مختلف مدارج میں یہ منزل سب سے پہلی ہے اور نیز اس کا تقدم نہ صرف بہ لحاظ زمانے کے ہی بلکہ باعتبار اہمیت و نشان کے اولیٰ ہے۔ یہی منزل ہے جو اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ کون منزل مقصود تک پہنچے گا اور کون حزان نصیب ہوگا۔ ایک عالم کا ذکر آپ آگے پڑے گا کہ ایک شب اپنے دو طالب علموں کو انہوں نے دو حالتوں میں پایا۔ ایک تکیے کا سہارا لیے مطالعہ کتاب کر رہا تھا دوسرا دوزانو مستعد بیٹھا کتاب بینی میں مشغول تھا اور وقتاً فوقتاً کچھ لکھتا بھی جاتا تھا۔ جوہر شناس استاد نے یہ اجزا دیکھ کر اول کی نسبت کہہ کہ

إِنَّهُ لَا يَسْلُجُ دَرَجَةَ الْفَضْلِ دُوسرے کی بابت فرمایا کہ سَيَحْصِلُ الْفَضْلَ وَ

يَكُونُ لَدُنْهُ لَدُنْشَانِ فِي الْعِلْمِ آگے چکر صاف ثابت ہو گیا کہ یہ پیشین گوئی بالکل سچی تھی پس جو منزل اس طرح آئندہ زندگی کا فیصلہ کر دینے والی ہو اس کے ہتم بالشان ہونے میں کہ کس کلام کی تھی اس منزل کو اگر صرف اول منزل کہہ کر چھوڑ دیا جائے تو ایک پھلو اس کا بیان ہوگا جس طرح یہ منزل سب سے اول ہی اسی طرح سب سے آخر ہی بلکہ یہ کف قطعاً مبالغے سے متبر ہے کہ بالکمال علما کی زندگی میں اول سے آخر تک یہ منزل ختم نہیں ہوتی آپ آگے کے صفحوں میں بہت واقفے اس وعدے کی تائید میں پائینگے اہل بحال تو نئے برس کی عمر میں بھی طالب علم تھے اور جب

انہی روح سکرات کے ملاطمین غنی انکا دل و دماغ خدمتِ علم میں مصروف تھا۔

مہر تو در وجود و عشق تو در سرم  
باشیر اندرون شد و باجان بد شد

شیخ الاسلام انصاری نے فرمایا ہے کہ ہذا الشانُ شانُ مَنْ لَکِنَّ لَہُ مُشَانٌ مِیوٰی  
ہذا الشانِ یعنی طلب علم اُن جوان مردوں کا کام ہی جن کو مقصود بالذات یہی کام ہو۔

طالب علمی کے مختلف دور ہیں۔ پھلا دور مکتب یا مدرسے میں اُستاد کی زیر نگرانی ختم ہوتا ہے

عمارت کا منصوبہ دماغ میں قائم کرے اور اس کی بنیاد بھر کر سطحِ زمیں سے کچھ بلند کر دے اور

آہنی محنت کے بعد وہ یہ خیال کرے کہ میں مکان بنا چکا تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ عالیشان عمارت

بن چکی۔ چند روز میں ہوا اور یارش کے صدر سے آہنی بنیاد کو بھی نسیا منیا کر دینگے اور اُس کے

بانی کی پست ہمتی کی ایک عبرتناک یادگار قائم رہ جائیگی۔ بحسنہ بھی حال اُن ہونہار طالب علم

کا ہی جو در سہ چوڑ کر یہ سمجھ لیں کہ ہم عالم بن چکے۔ یہ طلبہ بھی اپنی ہونہاری کا خون کر کے اپنے

اُستاد اور دوستوں کے دلوں کو حسرت کا داغ دینگے۔ دوسرا دور طالب علمی کا مدرسے کے

بعد شروع ہوتا ہے جس میں انسان خود شاگرد بنتا ہے اور خود اُستاد **۵** محکمیت عشق و

ناموشی و بستانش بہ سبق نادانی و نادانہ طفل سبق خوانش و نہ ہر کسنا ید این اُستاد شاگردی

نہ ہر کو ہے و بستانش باشند و ہر سنگریزہ محلِ خشانش۔ اس دور کی انتہا وہ ہے جو بلند خیال بن

العلانی مقرر کی ہے یعنی مادہ امت حیوۃ تحسن بہ یہی دور کمال کا دور ہے۔ پہل طالب علمی

اور کمال گویا ایک ہی ہیں اور اسی لحاظ سے ہم نے طلب علم کو اول اور آخر منزل قرار دیا ہے۔

جن جوان مردوں نے میدان طلب علم کو طے کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ راہ کیسی سحر

خیز اور صبر آزما ہے کہیں افلاس کا مردم خوار دیو اپنی منحوس صورت دکھلاتا ہے اور توفیقِ لایب

کے حاصل ہونے کی بھی کوئی شکل نظر نہیں آتی کبھی جڑی بوٹی کے پتوں پر بسر کرنی ہوتی ہے اور

کبھی نان بائی کی دکان پر صرف بوے طعام پر قلع ہونا پڑتا ہے۔ کمین محنت اور شفقت سے  
 دل گھبراتا ہے اور چٹکے چھوتے ہیں۔ کسی کو ناز و نعمت کے کرشمے اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ کسی کی  
 نفسانی خواہش دست بگیاں ہوتی ہیں۔ غرض ایک ہنگامہ بلاخیز سے سنا کر نا پڑتا ہے۔ جن  
 ارادوں میں ذرا بھی قوت کی کمی ہوتی ہے وہ ان معرکوں کے مقابلے میں پست ہو جاتے ہیں  
 اور زباں حال پر انکی لاطاقۃ لنا الیوم کا مضمون ہوتا ہے۔ لیکن سچی طلب اپنا راستہ  
 صاف کر کے طالب کو مطلوب تک پہنچا دیتی ہے۔ اور جس قدر وقت اور صعوبت پیش آتی ہو ان  
 بہادر طالبوں کے عزم زیادہ مستحکم اور حوصلے زیادہ بلند ہوتے جلتے ہیں۔ اگر حوصلوں میں وسعت  
 اور ارادوں میں استحکام نہ ہوتا تو اہل اسلام کو شیخ الاسلام امجدی بن محمد امام بخاری اور حکیم ابو نصر  
 فارابی نصیب نہ ہوتے کیا چنندر کے پتے اور جنگل کی گھاس کھا کر اور شب کو پاسانوں کی لالٹیوں سے  
 مطالعہ کر کے امام اور حکیم بنانا آسان ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ کون سی قوت تھی جس نے علی بن عباس  
 عراقی اور ابن سبیر کو ناز و نعمت کے آغوش سے چھین کر راہ طلب میں سرگرداں کر دیا اور اتنا پلٹا  
 کہ ایک کو مسند عراہی اور دوسرے کو حافظ کبیر بنا کر چھوڑا۔ بیشک یہ طلب صادق ہو گا کرشمہ تھا  
 اتنی تمہید یہ امر ناظرین باتمکین کے ذہن نشین کر سکے گی کہ ہم علمائے سلف کی طلب علمی کی نسبت  
 کس کس پہلو پر بحث کرنے والے ہیں۔ اور سچی طلب کا معیار ہمارے پاس کیا ہے۔

**افلاس** انسان کا حوصلہ پست کرنے والی اور ہمت کی ہر آمینے والی دنیا  
 میں کوئی چیز غالباً افلاس سے بڑھ کر نہیں ہے۔ مغلیں میں بچنکر آدمی غم کا استحکام اور ارادہ  
 کی استواری بالکل کھو بیٹھتا ہے۔ اور دن و رات کی شکستگی جو تمام بلند خیالیوں کا سرخسہ ہو قطعاً  
 معدوم ہو جاتی ہے۔ اگر ایک سرنہر چین کی سیرابی کے سارے ذرائع مسدود کر دیے جائیں  
 تو وہ ماہ بہت سر پا دشت بن جائے گا اور ظاہر ہو کہ جس چین کے نشو و نما یافتہ گلبن جل کونین

خشک ہو جائیں اُس میں تازہ نو بادون کے اُگنے کی کیا امید ہو سکتی ہی بعینہ یہی مصیبت  
افلاس کے ہاتھوں انسانی دل و دماغ پر نازل ہوتی ہے غفلتی نہ صرف موجودہ خیالات کا  
ناس مارتی ہی بلکہ آئندہ حوصلوں اور اُننگوں کا پیدا ہونا بھی بند کر دیتی ہے۔ اُنچے شیران  
کنڈرو بہ مزاج چاہتیاج است احتیاج است احتیاج۔

خدا جلنے کتنی قابلیتوں کا خون اس مردم خوار دیو کی گردن پر ہی اور کس قدر تعجب  
اس بیدار کے ہاتھوں ضلّے ہوئی ہیں۔ جو بلند بہت نوجوان اپنے بڑھتے ہوئے ارادوں  
میں افلاس کے چمندرے میں پھنسکر یا یوسی کے ساتھ بیدست و پار ہلاتے ہیں اُنکی مثال بکنہ  
ایسی ہی کہ ایک سیاہ ہرن اپنی طاقت اور قوت کے زعم میں اکڑا چلا بارہا ہی میدان کی وسعت  
اُسکے دل میں اُننگیں پیدا کر رہی ہی اور قدم قدم پر اُسکی چال بڑھتی جاتی ہی ناگاہ وہ صیاد کے  
مضبوط پھندوں میں (جو دور تک پھیلے ہوئے ہیں) پھنسکر گر پڑا اب وہ جس قدر اپنی قوت  
صرف کرتا ہی اپنی ہی اُن پھندوں کی گرفت سخت ہوتی جاتی ہی۔ جن لوگوں نے یہ منظر ملاحظہ  
کیا ہو وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ جنگل کا آزاد منش پھلوان کیسا اُن پھندوں میں پڑ کر اپنی چوکی  
معمول جاتا ہے۔ آہ ای افلاس! آج تو مسلمانوں کے حوصلوں پر ہمیشہ سے زیادہ بیداد کر  
رہا ہی۔ جس قوم میں حوصلوں کا قحط اور بہت کا کال ہو اُس میں اگر کچھ لوال الغرم جیاسے  
کہاں نکل آئیں تو اُنکو تو میکیر رکھ دے۔ ہاے یہ کیسا ظلم ہی۔ لیکن تجکو یاد ہو گا کہ تیرا زور  
آجکل کی طرح ہمیشہ ہماری ہمتوں پر غالب نہیں رہا۔

کیا تجکو یاد نہیں ہی کجب حافظ الحدیث تجاج بندا دی شبا نہ کیے یہاں تحصیل مکتوب  
لگے تو اُنکی مقدرت کی کل کائنات یہ عتی کہ اُنکی دلسوز والدہ نے سو کچھ پکا دیے تھے جن کو  
وہ ایک گھرے میں بھر کر ساتھ لے گئے۔ روٹیاں مہرباں ماں نے پکا دی تھیں سالن ہو بخار



اور دیہہ فرزند نے خود تجویز کر لیا اور اتنا کثیر کہ آج تک صد ہا برس گزرنے کے بعد بھی ویسا ہی تر و تازہ موجود ہے وہ کیا؟ دجلے کا پانی۔ حجاج ہر روز ایک روٹی دجلے کے پانی میں جھگو کر کھا لیتے اور اُستاد سے پڑھتے جس روز وہ روٹیاں ختم ہو گئیں اُن کو اُستاد کا فیض بخش دروازہ چھوڑنا پڑا شیخ الاسلام بقی بن خلد اس سے بھی زیادہ مؤثر ایک حکایت بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جس پر ایام طالب علمی میں اتنا سخت زمانہ گزرتا تھا کہ بے مایگی کی وجہ سے چند رکے پتے کھا کر بکرتا۔ پتے کھانا کچھ زیادہ عجیب بات نہیں۔ بھوک وہ بلا ہے کہ سخت جگہ بچوں کے کباب ماں باپ کو کھلا کر چھوڑتی رہی۔ قابل تحسین ہزار آفرین یہ امر ہے کہ جبل فلّاس نے چند کے پتے کھانے پر مجبور کیا اُس میں اتنی قوت نہ تھی کہ علمی شوق پر غالب آتا اور اُس دیہہ طالب علم کی ہمت توڑ دیتا۔ یادش بخیر امام بخاری کو ایام طالب علمی میں ایک سفر میں تہمتی نے اتنا مجبور کیا کہ تین دن برابر انہوں نے جنگل کی بوٹیاں کھائیں۔ ابن المقرئ۔ ابو ایسح۔ اور طبرانی یہ تینوں شیخ عصر ایک نے من مین مدینہ طیبہ میں طالب علمی کرتے تھے۔ ایک بار ان پر ایسا وقت آیا کہ خیمہ کی قلت نے بہت پریشان کیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ روزے پر روزہ رکھا بھوک نے جب بہت مضطرب کیا تو انہوں نے حضرت سرور کائنات کا وسیلہ ہو کر دعا مانگی اور سب کے سب مکرر روضہ عالی پر گدایا نہ حاضر ہوئے اور صدا دی کہ یا رسول اللہ! الجوع۔ اس کے بعد طبرانی تو وہیں بیٹھ گئے اور کھا کہ یا موت! آنگی یا روزی

ابن مقرئ اور ابو الشیخ لوٹ کر فرد گاہ پر چلے آئے۔ وہ صدمہ خالی کب جاتی  
کچھ عرصے کے بعد دروازہ مکان پر کسی نے دستک دی دروازہ جو کھولا تو دیکھا  
کہ ایک دالاد و دمان علوی مع دو غلاموں کے تشریف فرما ہیں اور غلاموں کے  
سروں پر بہت سامان رکھا ہوا ہے۔ آنکو دیکھ کر علوی نے کہا کہ آپ لوگوں نے میری  
شکایت حضور نبوی میں کی خواب میں آپ نے مجھے یہ فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ پونچاؤ  
چنانچہ یہ حاضر ہے۔

شیخ الفقہاء امام برقانی جب اس سفر میں پڑھنے گئے تو اُنکے پاس تین اشرفیان اور ایک  
درہم حاسور اتفاق سے اشرفیان راہ میں گم ہو گئیں درم باقی رہ گیا۔ اس سفر میں پہنچ کر وہ درہم  
انہوں نے ایک نان بانی کے چھان جسے کر دیا۔ ہر روز نان بانی کے چھان کے دو روٹیاں لے لیتے  
اور احمد بن بشر کے چھان سے ایک جز کتاب کا لاکر شام تک نقل کرتے اور شام کو نقل شدہ جز و پس  
پونچا دیتے تین جز نقل ہوئے تھے کہ درہم ختم ہو گیا اور انہوں نے مجبور ہو کر اس سفر میں سے  
سفر اختیار کیا۔ امام ابو علی بلخی جب عقلان میں تھے تو خرچ سے استغذرتنگ ہوئے کہ کسی  
فاقون کی نوبت پونچی۔ اور صوفیوں نے لکھنے سے معذور کر دیا جب بھوک کی اذیت پر شہت  
نہ ہو سکی تو نان بانی کی دوکان پر اس غرض سے جا بیٹھے کہ کھانے کی خوشبو سے ہی کچھ تقویت  
طبیعت کو پونچا لیں۔

فن حدیث کے عالی مرتبہ امام ابو حاتم رازی اپنا قصہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں زمانہ  
طالب علمی میں چودہ برس بصرہ رہا ایک وقت تنگدستی کی یہ نوبت پونچی کہ کپڑے تک  
بیچ کر کھالے جب کپڑوں کی قیمت بھی خچ ہو گئی تو دو دن بھوکا رہا آخر ایک فقیہ سے طلبا

۱۔ (مذ ۳ صفحہ ۱۸۳) ۲۔ (مذ ۳ صفحہ ۱۸۴) ۳۔ (مذ ۳ صفحہ ۱۸۵) ۴۔

حال کرنا پڑا خوش قسمتی سے اُسکے پاس ایک شرفی تھی نصف اُسٹن فلیو ویدی - شیخ الاسلام  
ابوالعلائی ہمدانی کو بغداد میں اس حال میں کسی نے دیکھا کہ رات کو مسجد کے چراغ کی روشنی  
میں جو بندہ پڑھا کھڑے کھڑے لکھ رہے تھے۔ ظاہر ہو گیا اگر اُن کو روغن خریدنے کی مقدار  
ہوتی تو یہ تکلیف و صعوبت کیوں گوارا کرتے حکیم ابو نصر فارابی جس کا ایک عالم میں شہرہ  
جو اس کی نسبت بہت کم لوگ جانتے ہوں گے کہ وہ عمدہ طالب علمی میں تہیہ دستی کی بدولت  
چراغ کا تیل خریدنے سے بھی معذور تھا تاہم اُس کا شوق بیکار رہنے والا نہ تھا۔ رات کو  
پاسانوں کی فندیوں سے کام لیتا اور اُن کی روشنی کا کتاب کا مطالعہ کیا کرتا۔ اسی  
حالی میں اُس نے وہ علمی ترقی کی کہ سارے جہاں میں اپنا نام روشن کر دیا۔

### سفر

آج کل مسلمانوں کی علمی دنیا میں جو افسردگی چھائی ہوئی ہے اُس  
محاط کر کے یہ عنوان مبرا لا معلوم ہو گا۔ موجودہ حالت دیکھ کر شکل سے باور آسکتا ہے کہ کبھی  
ہم میں بھی ایسے لوگ تھے جو علم کی دہن میں بر غم اور سمندر کا طحی کڑوا لیا ایک بات سمجھتے تھے  
جو ایک کتاب کی خاطر صد ہا میل پیادہ پا جاتے اور جو صرف نباتات کے حالات تحقیق کرنے  
ملکوں ملکوں پھرتے۔ اگر اُن کے دلوں میں وہ جوش اور دماغوں میں وہ دلولہ نہ ہوتا تو  
تو ہکمو ابن بشار اور سید شریف نصیب نہ ہوتے۔ اور ابو حاتم رازی اور حافظ ابن طاہر  
کا زمانہ ہمارے قومی خیالوں میں فخر نہ پیدا کرتے۔ علمائے سلف کے حالات دیکھنے سے  
عیال ہوتا ہے کہ اُن بزرگوں کے دل میں شوقِ علم کی ایک مٹیابی تھی جو اُن کو کسی شہر یا  
ملک میں قرار نہیں لینے دیتی تھی اور ایک سمندر سے دوسرے سمندر میں اور ایک عظم سے  
دوسرے بر عظم میں لیے پھرتی اگر آج ہمارے دلوں میں اُسکا ایک شمع بھی ہوتا تو ہم علم غن میں

ہر قوم و ملت کے مقابلے میں پست نہ ہوتے۔ اور حق یہ ہے کہ جب ہمارا ارادہ ہیست  
 ہمارے ہی بہتین قاصر ہو رہی ہیں تو ہمارا اسلاف کے کارناموں پر اترا نا ان بزرگوں کے  
 نام روشن کو دہیا لگانا ہی اور اپنے آپ کو حقیر کرنا جس ملت کے پیشوا کا یہ قول ہے  
 اَطْلُبُوا الْعِلْمَ وَ لَوْ بِالصَّيْنِ۔ اُس ملت کے افراد کو سفر کا نام سنکر لرزہ چڑھے اس عہد  
 تعمیری فی القیاس بدیع اور جس قوم کے بچے بچے کے کان اس یکیمانہ مقورۃ آشنا  
 ہوں کہ ۱۔ تا بہ کان خانہ درگروی بہ ہرگز ای غام آدمی آشوی بہ وہ گھر سے قدم  
 باہر نہ نکالے ۲۔ اَللّٰہُ عَجَاب۔ مخدنین کے حلات پڑھنے سے لفظ رحلت بجائے خود  
 ایک مقدس لفظ معلوم ہونے لگتا ہی حیف۔ ایک وہ گروہ قدسی تھا کہ جس نے سیاحت کرتے  
 کرتے خود لفظ میں تقدس پیدا کر دیا۔ اور ایک ہم ہیں کہ اہر میں گھسے گھسے سارے عالم کے  
 یہ زمین نشین کرو یا کہ تسلیمان اور سفر ان دونوں لفظوں میں کوئی مناسبت ہی نہیں  
 ۳۔ پیش تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

یہ تفسیر دراز ہے اور ہر کدو سری دشمنان بیان کرنی ہی اس لئے اس سے قطع نظر  
 کر کے ہم اپنے دعا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ سب سے اول ہم اون سیاحتوں کا ذکر کریں گے  
 جو علمائے سلف نے احادیث نبویہ کے حاصل کرنے کے واسطے کیں۔ کیونکہ مسلمانوں کی علمی  
 دنیا میں سفر کا روح اتہار اُسی پاک فن کی بدولت ہوا ہے۔ مخدنین کے سفر کا حال بیان  
 کرنے کے بعد ہم ان علماء کا حال لکھیں گے جنہوں نے حدیث کے سوا اور علوم کے حاصل  
 وفاق علیہ کے حل کرنے کے واسطے دور دور از ممالک کے سفر اُخت یا رکھتے  
 امام مالک نے حضرت سعید بن المسیب تابعی سے روایت کی ہے  
 کہ میں ایک حدیث کی خاطر انون اور دونوں پیادہ پا چلا ہوں۔ امام دارمی نے  
 ۱۔ (تذکرہ صحیح)

طلب حدیث میں حرمین - خراسان - عراق - شام - اور مصر کا سفر کیا تھا۔ صحیح بخاری کی مصنف امام بخاری نے چودہ برس کی سن میں سیاحت شروع کر دی تھی۔ انکی والدہ اور خواہر سفر میں نگران تھیں۔ بخارا سے لیکر مصر تک سارے ممالک اس عالمقام امام کے سفر کی فہرست میں ہیں۔

امام ابو عاتم رازی نے اپنی سرگذشت خود بیان کی ہے کہ میں نے تین ہزار فرسخ زیادہ مسافت پیادہ یا طوطی کی تھی۔ (ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے لہذا پیادہ روی نو ہزار میل سے زائد ہوئی) یہ انکی سیاحت کی انتہا نہیں بلکہ شمار کی حد ہے کیونکہ امام ممدوح فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے میلوں کا شمار کرنا چھوڑ دیا۔

امام نسوی نے تیس برس سفر میں بسر کر دیے۔ شیخ الاسلام بقی ابن فخلد نے ۲۸۰ سی شیوخ سے حدیث روایت کی ہے خود اُٹھون نے فرمایا ہے کہ میں جس شیخ کے پاس گیا پیادہ پا گیا۔ محدث اندلس (اسپین) ابن جیون نے حدیث اندلس - عراق - حجاز - اور یمن کے شیوخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اخذ کی۔ یہ معلوم نہیں کہ اُٹھون نے یہ سفر کس راستے سے کیا لیکن نقشے کے معائنہ سے واضح ہوتا ہے کہ اگر یہ سفر دریا کے راستے سے کیا گیا تو پورا بحیرہ روم اور تمام وکمال بحر احمر اُٹھون نے طے کیا ہوگا۔ اور اگر خشکی میں کیا ہوگا تو طبعاً لیکر سوزین تک سارا براعظم افریقہ اُٹھون نے پے سپر کیا ہوگا اس کے بعد اگر براہِ رست یمن آئے تو کل بحر احمر میں سفر کر کے یمن پہنچے ہوں گے اور اگر بیت المقدس وغیرہ کی جانب چلے گئے ہوں گے تو شام و حجاز و عراق میں پھر گراہوں نے منزل طلی ختم کی ہوگی۔

۱۔ (تذکرہ صفحہ ۱۱۲) ۲۔ (تذکرہ صفحہ ۱۳۲) ۳۔ (تذکرہ صفحہ ۱۴۱) ۴۔ (تذکرہ صفحہ ۱۶۰)

۵۔ (تذکرہ صفحہ ۲۰) ۶۔ (تذکرہ صفحہ ۳۰)

مگر چونکہ اُن کے سلسلہ سفر میں مصر کا ذکر نہیں اس لئے غالباً بحری راستے سے یہ سفر ہوا ہے۔ کیونکہ خشکی کے راستے میں ضرور مضر ٹپٹنا اور یہ ناممکن سا معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں کوئی طالب علم مصر جاتا اور وہاں کے مشائخ سے استفادہ کرتا۔ اسپین میں براہِ راست ساڑھے تین ہزار میل سے زیادہ ہے۔

ابن المقرئ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے صرف ایک نسخہ ابن فضالہ کی خاطر ستر منزل کا سفر کیا تھا۔ اُس نسخے کی ظاہری حیثیت یہ ہے کہ اگر کسی نام باقی کو دیا جائے تو وہ ایک روٹی بھی اُس کے عوض میں دنیا گوارا نہ کرے گا۔ (ایک منزل معمولی طور پر بارہ میل کی قرار دی گئی ہے پس اگلے علما آٹھ سو چالیس میل ایک ایک کتاب کی خاطر طے کر ڈالتے تھے) اس کے علاوہ امام موصوفی نے چار مرتبہ مشرق (مالکیشیا) اور مغرب (مالک فریقہ و اسپین) کا سفر کیا تھا۔ اور وہ بیت المقدس گئے تھے حافظ ابن مفرح نے سعید بن الاعرابی سے حدیث کی سماعت مکہ مکرمہ میں کی۔ ابن رشد دمشق میں۔ قاسم بن اصبح سے قرطبہ (کار وڈ مالک اسپین) میں ابن سلیمان سے طرابلس میں۔ محمد بن مہر میں اور دیگر مشائخ سے جدہ۔ صفا۔ اور بیت المقدس میں یہ مقامات اگر نقشے میں دیکھے جائے تو تین براعظموں میں بکھرے ہوئے ملین گے۔ قرطبہ یورپ میں مصر افریقہ میں۔ طرابلس ہے سراد اگر طرابلس شام ہے تو ایشیا میں ہے ورنہ افریقہ میں۔ بانی مقدمات ایشیا میں۔ حجت کا مقام ہے کہ جو مقامات ایک زمانے میں ہمارے پاک مذہبی علوم کے سرچشمہ تھے وہاں آج کوئی مذہبِ اسلام کا ماننے والا تو بڑی بات ہے جلتے والا بھی نہیں۔ اسپین میں اگر کوئی شخص اب جا کر



کرے تو کیا اس کے گمان میں بھی آسکتا ہے کہ دنیا کے نامور عالم اور مشائخ  
 بیسویں نہیں سیکڑوں ہزاروں اس سرزمین سے اٹھے تھے ابن عبدالرحمیدی  
 شیخ اکبر کمان کے تھے؟ اسی اسپین کے جو آج یورپ میں مکرر جگے ہوئے غلام  
 کی طرح اپنے قدیم آقا کی صورت سے بھی بنیاد ہے۔ اگر ہم عبرت حاصل کریں تو ہماری  
 آنکھیں کھولنے کے واسطے یہ واقعہ کم نہیں کہ مادرزاد نابینا حافظ الحریث ابو العباس  
 رازی اپنے نبی پاک کے اقوال و افعال کے شفیق بنی میں بلخ۔ بخارا۔ نیشاپور۔ اور  
 کافر کرتے پھرتے تھے امام ممدوح باوجودیکہ دنیا کے دیکھنے سے محروم تھے تاہم انکی بھی  
 سوانح عمری باب سیاحت سے خالی نہیں۔ جیف ہم پر جو خدا کی ری ہوئی ایک جھوٹو  
 دو آنکھیں رکھتے ہیں عالم کو دیکھتے ہیں اور پھر بھی آنکھیں بند ہیں۔ حافظ دلیدر قسطنطنیہ  
 (باشندہ سرگوسا ملک اسپین) کے حالات میں امام ذہبی فرماتے ہیں۔ رحل من اتقى  
 لا یمن لیس الی خراسان۔ یعنی انھوں نے انتھائے اندلس سے خراسان تک سفر کیا  
 حافظ ممدوح سرگوسا میں پیدا ہوئے تھے اور سرزمین دینور۔ (واقعہ ایران) میں  
 آرام کر رہے ہیں۔ امام ابو زکریا کے سفر کا آغاز بخارا سے اور انجام قیردان (واقعہ  
 ایفریقیہ) پر ہے۔

حافظ ابن طاہر مقدسی نے جتنے سفر طلب حدیث میں کے ان میں کبھی انہوں نے  
 کسی سواری کا سہارا نہیں لیا۔ سواری اور بار برداری دونوں کا کام وہ اپنے ہی  
 نفس سے لیتے تھے۔ سفر پیادہ پا کرتے تھے اور کتا بون کا پشتارہ پشت پر ہوتا تھا

۱۔ بلخ سے بغداد براہ بخارا ۱۶۵۱ میل ہے ۱۲۔ ۱۔ تذکرہ ص ۳۳۳ (۲) ۲۔ (تذکرہ ص ۳۳۳-۳۳۴) ۳۔ (تذکرہ ص ۳۳۴-۳۳۵)

۳۔ (تذکرہ ص ۳۵۱)

مشقت پیادہ روی کبھی کبھی یہ رنگ لاتی کہ پیشاب میں خون آنے لگتا۔ اسی جفاکشی سے جو سیاحت حافظ ممدوح نے کی اُس میں حسب ذیل مقامات منجملہ اور مقاموں کے تھے بغداد۔ مکہ مکرمہ۔ جزیرہ تبیس۔ (واقع بحیرہ روم) دمشق۔ حلب۔ جزیرہ۔ اصفہان۔ نیشاپور۔ ہرات۔ رجبہ۔ لوقان۔ مدینہ طیبہ۔ خاوند۔ ہمدان۔ واسط۔ سادہ۔ اسد آباد۔ انبار۔ اسفراین۔ آمل۔ اہواز۔ بسطام۔ خسرو جرد۔ جرجان۔ آمد۔ اسنہ آباد۔ بسنج۔ بصرہ۔ دیوبند۔ ری۔ سرخس۔ شیراز۔ قرین کوٹ۔

حافظ ابو عبد اللہ اصفہانی ایک مرتبہ اپنے مقامات رحلت کی تفصیل بیان کرنے لگے کہ میں حدیث حاصل کرنے گیا ہوں۔ طوس۔ ہرات۔ بلخ۔ بخارا۔ سمرقند۔ کرمان۔ نیشاپور۔ جرجان۔ غرض اسبطح وہ نام لیتے گئے جہاں تک کہ ایک سو بیس مقامات کے نام لے ڈالے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر ایک سو بیس مقاموں کے نام مسلسل لئے جائیں تو سنے والے گہرا جائیں گے آفریں اُس باہمت جوان مرد پر جو اتنے مقاموں کا سفر کرتے کرتے نہیں گہرا یا۔

و اتھ ذیل اس بات کا پتا دیتا ہے کہ کیسا شوق علم کے واسطے سفر کرنے کا اُن دنوں مسلمانوں کے دلوں میں تھا۔ امام اسماعیل نے جب محمد بن ایوب رازی کی خبر وفات سنی تو روئے پیچھے۔ کپڑے بھاڑ ڈالے۔ اور سر پر خاک ڈالی انگلی پریشانی دیکھ کر سارے گھر واپس جمع ہو گئے اور پوچھا کہ خیر ہے کیا حال ہے۔ اُصنوں نے دگبیرہ کو کرکھا کہ تم لوگ مجھ کو سفر کرنے سے روکتے رہے آخر محمد بن ایوب وفات پا گئے اب میں اُن کو کھانا پاد

عہ کبیر تالی ثناء و کسرہ نون مشدود سکون یا سہ تثنائی و سین مہملہ ۱۲۔ یضمر اے مہملہ سکون عہ مہملہ ۱۲ کبیر وال مہملہ و فتح نون ۱۲۔ اتھ جہ صفحہ ۲۴۔ (تذکرہ صفحہ ۳۳۳)

گہروالون نے اُنکو تسلی دی اور انتظام کر کے مامون کے ہمراہ شہرِ تسکو ایک دوسرے شیخ وقت ابن سفیان کی خدمت میں بھیج دیا۔ اسمعیل کا سن اُس وقت ستر و برس کا تھا تاہم اُمّی عمر تک بھی گھر میں بیٹھا رہنا اُنھوں نے مصیبت خیال کیا۔

اسی کے قریب قریب امام ابو سعد کا واقعہ ہو کہ جب وہ سولہ برس کی عمر میں سفر کر کے حافظ ابو نصر زہبی سے پڑھنے بغداد گئے تو وہاں پونہچ کر انکی وفات پانے کی خبر سنی۔ اس جگر خراش خبر نے ایسا صدمہ ابو سعد کے دل کو پہنچا یا کہ وہ چیخ کر روئے۔ طمانچون سے منہ لال کر لیا اور حسرت سے کہا کہ من این لی علی بن الجعد عن شعبۃؒ

امام غزالدین مقدسی چودہ برس کی عمر میں تحصیل علم کے واسطے بغداد پہنچ گئے تھے حافظ ابو الخطاب اندلسی نے تحصیل علم کی غرض سے اولاً تمام ملک اسپین میں سفر کیا وہاں سے خارج ہو کر مراکش (مراکو) آئے۔ مراکش اور دیگر ممالک حبش کی سیاحت کے بعد مصر پہنچے اور مصر کے بعد شام۔ عراق عرب۔ عراق عجم۔ اور خراسان کا سفر کیا۔ اور اس طرح تین برس اُن کے ملک پیاقدمون کے نیچے سے نکل گئے۔ امام ابو الولید باجی شہرِ باجہ میں رہنے لگے۔ کے متصل اسپین میں واقع تھا پیدا ہوئے تھے۔ علوم عقلیہ پڑھنے کے واسطے سفر کر کے موصل آئے اور وہاں ابو جعفر سمعانی سے ان علوم کو حاصل کیا۔

فن ادب کے مشہور امام کسائی ایک مجلسِ علم میں اکثر جایا کرتے تھے۔ ایک دن جو وہاں پہنچے تو بہت خستہ ہو گئے تھے۔ اپنی خستگی ظاہر کرنے کے لئے اُنھوں نے کھا عییت (باتشید) یعنی مین تنگ کیا۔ اہل مجلس نے نوکارتوں کو غلط لفظ استعمال کر رہے ہو اُنھوں نے

۱۔ (تذ ۳ صفحہ ۱۶۱) ۲۔ (تذ ۳ صفحہ ۱۶۲) ۳۔ (تذ ۳ صفحہ ۱۹۳) ۴۔ (تذ ۳ صفحہ ۲۸۱)

۵۔ (تذ ۳ صفحہ ۳۴۱)

وجہ دریافت کی تو جواب ملا کہ اگر تحاری مراد مانگی ہے تو اعییت کہو اور اگر وراثت  
کا اظہار مقصود ہی تو لفظ عییت (بالتخفیف) استعمال کرو۔ کسائی کے دل پر اس فقرے  
ایک چوٹ لگی اور فوراً مجلس سے باہر نکل آئے اور دل میں یہ تہیہ کر لیا کہ وہ فن سیکھنا چاہتا  
جس سے پھر آئندہ ایسی خفیّت کسی محفل میں حاصل نہ ہو۔ یہ غم کر کے کسائی فن ادب کے  
استاد یگانہ خلیل بصری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے ادب عربی کی تحصیل کرنے لگے  
مگر جو تربہ امامت ان کو اس فن میں ملنے والا تھا اس کے حصول کے لئے خلیل کی مجلس کافی  
نہ تھی۔ ایک دن ایک بدوی نے ان پر یہ طعن کیا کہ تم کانِ ادب نبی تمیم اور نبی اسد کو  
چھوڑ کر عربیت حاصل کرنے بصرے آئے ہو۔ یہ چھبتا ہوا فقرہ کسائی کے دل میں اثر کر گیا  
اور اپنے علامہ استاد سے کسی موقع پر انھوں نے پوچھا کہ آپ نے فن ادب کہاں سیکھا۔ استاد نے  
جواب دیا کہ مجاز۔ حمامہ۔ اور نجد کے جنگلون میں۔ اب کیا تھا کسائی کے سر میں ایک تازہ سوو اپیدا  
ہوا اور شہر چھوڑ کر صحرا کی راہ لی۔ اور قبیلہ در قبیلہ تنے پھرے کہ اُس فن کے امام بن گئے جبکہ  
نہ جاننے سے شرمندہ ہونا پڑا تھا۔ کیا مبارک تھی کسائی کی غلطی جس نے لاکھوں کروڑوں آدمیوں  
کو صحیح عربی پر قادر کر دیا۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگلے مسلمانوں کی علمی حیثیت  
کیسی حساس تھی جس کو جوش میں لانے کے لئے ادنیٰ تحریر کا فی ہوتی تھی شاید بینانہ ہوگا  
نہ ہوگا اگر ہم اس کی اور دو ایک مثالیں ہدّہ ناظرین کریں۔ ایک دوسرے امام ادب  
سیبویہ کا قصد ہے کہ ابتداء طالب علی میں وہ فقہ اور حدیث پڑھا کرتے تھے۔ نحو سنی  
اس وقت آنکو چند ان مناسبت نہ تھی۔ اُس زمانے میں وہ حماد بن سلمہ کے مستمل بھی تھے  
ایک روز کسی حدیث کی روایت میں حماد نے الفاظ لبیس ابوالدرداء ۱۷۱۰۱۸۱۹۲۰

سجود پر ہاتھ عرب پانچ حصوں پر منقسم ہے۔ پہلا یمن دوسرا حجاز تیسرا تہامہ چوتھا نجد پانچواں یمامہ ۱۲ (صناعتہ الطرب)

نے اُن کو ادا کرتے وقت لیس ابوالدرداءؓ سامعین کو سنایا۔ شیخ نے کہا کہ غلط الفاظ  
مت تباؤ لیس ابوالدرداءؓ کہو۔ اس گزرتے سے سیب و بہ کو نہایت انفعال ہوا اور غصہ  
دل میں کہا کہ میں وہ علم کیوں نہ سیکھوں جو ایسی غلطیوں سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ اُنھوں نے  
نحو سیکھنی شروع کی اور اس جہد اور کوشش سے سیکھی کہ سیکڑوں برس سے طلبہ اُنکا نام لے لیکر بخوی  
ہو رہی ہیں۔ اس شبیلیہ کے مشہور طبیب قاضی ابوبکر کو آغاز عمر میں شطرنج کی بہت لت تھی۔ مثل ہر  
کار کبشرت۔ اس کھیل کی کثرت نے اتنا ماہر کر دیا کہ اُنکا لقب شطرنجی پڑ گیا یہ دلیل لقب قاضی صاحب  
دل کو مدد دینا چاہتا تھا۔ آخر اُنکی غیرت نے یہ مشورہ دیا کہ کسی علم میں کمال پیدا کرنا چاہئے تاکہ اُس  
علم کی نسبت یہ واع بزمانی متادے۔ غور کر کے اُنھوں نے طب کو اپنے واسطے پسند کیا۔ اور اس فن  
شریف میں وہ کمال اور نام پیدا کیا کہ آج قریباً سات سو برس کے بعد اُنکا حال آپ میرٹھ میں سُن رہی  
ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس نام آوری کے سامنے وہ بدنام کنندہ لقب کیا ٹھہرتا۔ لوگ ابوبکر طبیب کو دیکھ کر  
شطرنجی قاضی صاحب کو جھول گئے۔ ابوبکر مشہور ابن جنی موصل میں فن نحو کا درس دیا کرتے تھے ایک روز  
اسی میدان کے شہسوار ابوعلی فارسی وہاں وارد ہوئے اور ایک سالے میں جو ابن جنی سے اُوٹھے  
تو وہ دم بخود رہ گئے اُن کو حیران دیکھ کر نچوٹے کار ابوعلی نے طنزاً اُنکا نہایت قبل ان خصام  
اور اتنا کہہ کر وہاں سے چلے آئے۔ اُن کے چلے آنے کے بعد ابن جنی نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیوں  
تھے۔ لوگوں نے کہا ابوعلی فارسی۔ یہ مسکرا بن جنی نے مسند تدریس وہیں چھوڑی اور ابوعلی کی کشاکش  
کے شوق میں اُنٹھ کھڑے ہوئے۔ جب تنگ یہ اُنکی فرد گاہ پر آئیں وہ روانہ ہو چکے تھے

(۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

ابن انکور خشک کو جو کشمش کے نام سے مشہور ہے۔ پس اس عبارت کے معنی یہ ہونے کہ تم خام

ہونے سے پہلے بچتے ہو گئے ۱۲

آخر اگلی منزل پر جالیا اور تلمذ کی آرزو ظاہر کر کے ساتھ ہوسٹے۔ جب تک ابو علی زندہ رہی اُنھوں نے اُن کا دامن عاطفت نہیں چھوڑا۔ اور اس طرح داغ خانی اپنے دامنِ حال سے چھڑا ڈالا۔ آدم برسرِ مطلب امام نصر بن شعیل نے چالیس برس صرف مختلف قبائل کے زبانوں کی تحقیقات کے خاطر صحراے عرب میں بسر کر دیئے۔ اندلس کے طبیب ابن رومیہ نے اُن بنا تاتار کے حالات دریافت کرنے کے لئے جو مغرب میں پیدا نہیں ہوتے مدتوں سیاحت کی۔ سین سے مصر آئے اور مصر سے شام و عراق کا سفر کیا۔ ان ممالک کے تمام نباتات کو خاص اُن کی روئندی کے مقامات میں جا کر شاہدہ کیا اور اُن کے افعال و خواص کی تحقیقات کی۔ اس طرح علم نباتات کے بے نظیر عالم فیہ الدین ابن بطیار نے خاص نباتات کی تحقیقات کی غرض سے مالک روم یونان اور اسپین کو چھان ڈالا۔ ان ملکوں کی تمام بوٹیوں کو اُن کی پیدائش کی جگہ جا کر دیکھا اور اُن کی احوال تحقیق کر کے قلمبند کئے۔ ابو المنصور نے بہت سے نئے نباتات ایسی دریافت کیں جن کا ذکر تقدمین کی کتابوں میں نہ تھا۔ اُن کا طریقہ۔ یہ تھا کہ جو مقامات روئندی نباتات کے واسطے مشہور تھے مثلاً جبل ثبلان (شام) اُن میں پھرتے تھے اور بوٹیوں کو دیکھتے اور جانتے۔ ایک مصور اُن کے ہمراہ رہتا جس کے پاس ہر رنگ کی روشنائی ہوتی تھی۔ ابو المنصور نباتات کا خود مشاہدہ کر لینے کے بعد مصور کو دکھاتے اور وہ اُس کے رنگ۔ شاخ اور برگ و بیج کا اندازہ کر کے ہو بھواٹنگی تصویر کھینچتا۔ یہ محقق طبیب ایک بار کے مشاہدے پر قلع نہوتا۔ بلکہ نشوونما کے مختلف ادراج میں نباتات کا معائنہ کرتا۔ ایام نو و تازگی کی علیحدہ تصویر کھچاتا اور زمانہ کمال کی جدا۔ اور جب وہ بوٹی خشک ہو جاتی تو ایک تیسرے نقشہ لیا جاتا۔ اسی طرح ہر بوٹی کی تصویریں اُس نے اپنی کتاب میں (جو ادویہ مفردہ کے حال میں تھی) درج کی تھیں۔ جن کو دیکھ کر ناظرین



کتاب اُن نباتات کے مختلف اَنسال سمجھ اپنی آنکھ سے دیکھ لیتے تھے۔

کاش اُن دنوں میں چھاپا ہوتا تو آج ایک عمدہ ثبوت اسکے مسلمانوں کی علمی تحقیقات کا ہمیشہ کر سکتے۔ علامہ سید شریف کو ایام طالب علمی میں یہ شوق ہوا کہ شرح مطلع خود اُس کے مصنف کے پرہیز۔ اُنسی وہن میں وہ ہرات پور پہنچے۔ اور علماء رازی سے ملے۔ اُنکی عمر اُس وقت دسویں منزل کی انتہا پر پونہج چلی تھی اور قوی اپنی آخری بھاردکھا رہے تھے۔ کہُن سال علامہ نے جو ان ہمت سید کو پڑھانا اپنی طاقت سے باہر سمجھا اُن سے کھا کہ تم میرے شاگرد مبارک شاہ کے پاس قاہرہ چلے جاؤ اسکا پڑھانا میرا پڑھانا اور چلتے وقت ایک سفارشی تحریر کا ہندی میرے سید شریف کا شوق اُن کو خراسان سے مصر لے پونہجا۔ قاہرہ پونچکودہ مبارک شاہ سے ملے اور اُسدا کا خط اُن کو دیا سفارش کے آخر سے یہ حلقہ درس میں تو داخل کر لیے گئے۔ لیکن زاد کا مستقل سبق مقرر ہو سکا اور نہ تھا میں فرارت کی اجازت ملی مجبوراً سماعت پر فاخت ہونا پڑا ایک شب مبارک شاہ صحن مدرسہ میں تھیں وہ مجھے کہ ایک جانب سے کسی کی آواز کان میں آنے لگی متوجہ ہو کر سنا تو میرے سید شریف کھڑے تھے کال المصنف کذا و قال الاستاذ کذا و اقول کذا خوبی بیان مبارک شاہ کے دل میں گہر گر گئی۔ اور کچھ کو انھوں نے سید خرجانی کو سب طلبہ پر مقدم کر دیا۔ جہاں پیام بن بطوطہ جب اسکندریہ پونہجا تو شیخ روزگار برہان الدین اعراج کے حضور میں بھی گما شیخ نے اُنہی ملاقات میں اُس سے اپنے تین بھائیوں کو سلام پونہجانے کی۔ فرمائش کی جن میں سے ایک فرید الدین نامہ ہند میں تھے دوسرے زین الدین سندھ میں اور تیسرے برہان الدین چین میں۔ چنانچہ ابن بطوطہ نے دوران سیاحت میں

۱ (بیون جرمعہ ۲۱۹) ۲ (شق جرمعہ ۱۶۸) ۳ یعنی مصنف کتاب نے

یوں کھا تا۔ نے یوں کھا۔ اور میں یوں کہتا ہوں۔ ۱۲

ان سب کو مقامات مذکورہ میں پایا اور شتاق بھائی کا سلام پوہنچا دیا۔ اُس زمانے میں سفر جن مصیبتوں سے ہوا کرتا تھا اور سیاحت میں جو صعوبتیں اٹھانا پڑتی تھیں وہ ذیل کے واقعے سے خیال میں آسکتی ہیں۔

امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں کہ سفر میں ایک دفعہ میں جہاز سے اُترا تو خبیث بالکل پاس نہیں رہا تھا دو میرے رفیق اور تھے اُنکا بھی ہنمون واحد تھا۔ ہم مینوں نے تین دن فاقے سے پیدل سفر کیا۔ آخر تیسرے دن ایک مقام پر کثرتِ صفت سے تھکا کر گرا دیا۔ اُن دونوں رفیقوں میں ایک بیچارہ بڑھا تھا وہ گرتے ہی بیہوش ہو گیا سزا دیر کے بعد ہم دونوں نے پھر سہرت باندھا آگے بڑھنے کا ارادہ کیا۔ بڑھے کو دیکھا تو بالکل غافل تھا۔ جموڑا اُس کو دھنچھ ڈرا۔ اور ہم آگے بڑھے۔ تھوڑے دور چلے تھے کہ میرے حواس نے جواب دیا اور میں بھی غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ رفیق بڑھے سطحِ محبوہ پر راہ میں چھوڑ کر خود آگے بڑھا۔ حُسنِ اتفاق سے پہلے فاصلہ طے کرنے کے بعد اُس کو ایک کشتی نظر پڑی جس سے قریب ہی ایک مقام پر اپنے مسافر اتارے۔ مسافروں کو دیکھا اُس نے اظہارِ نصیحت کے لیے اپنی چادر ہوائیں اوڑائی یہ نشانِ بیچارگی دیکھا مسافر اس طرف متوجہ ہوئے اور ان میں سے کچھ لوگ اُس کے پاس آئے اور تشنگی سے اُس کو بیدار دیکھا کہ پانی پلا یا جب پانی پیکر اُس کو تسکین ہوئی۔ تو اُس نے کہا کہ میرے دو رفیق اور اسی مصیبت کے مارے پیچھے چھوٹ گئے ہیں اُن کی خبر گیری ضرور ہے۔ مہربان مسافر یہ سنکر ہماری طرف آئے۔ میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک آدمی منہ پر پانی کے چھینٹے دے رہا تھا جب محبوہ میں آگیا تو پانی پلا یا۔ اُس کے بعد ہم سب بیکریں بڑھے کے پاس گئے۔ اور اُس کی بھی خدمت کی۔ آخر ہم نے ایک مقام

چند روز غمہ کرا رہا تھا۔ تب جان بین جان آئی۔ جیہا ہمارے آسلاف ایسے اور ہم انکو  
 اخلاف ایسے۔ کہ ہمارے مقابلے میں دنیا کی ساری قومیں علم و حکمت کے زیادہ قدر شناسی کی  
 مدد مینا۔ اگر کچھ بچتی ہمت کا ادا انگریز بھی ہم میں ہوتا تو آج امتحان مقابلہ ہمارے واسطے ایک  
 عجیب سالہ ڈراپوتا۔ اور ہر صیغے اور شعبے میں ہم رعایت کی ذلیل صدالہند نہ کرتے جس طرف  
 کان لگائے مسلمان طلبہ و اسلامیہ مدارس میں افلاس افلاس کی صدالہند ہے۔ انصاف! لاکھ  
 طاعت ست۔ لاکھ افلاس سہی لیکن چند رکے پتے اور جڑی بوٹی کھانے کا اتفاق تو نہیں ہونا  
 سچ یہ ہے کہ شوق اور ہمت نہیں در نہ بھی کڑوی گھٹہ نٹ شربت کی طرح گوارا ہو جائے۔ اور  
 ساری سخت منزلیں آسان ہو جائیں۔

### کتابوں کا لکھنا

چھاپے نے اس زمانے میں کتابوں کا وجود آنا آسان کر دیا ہے  
 کہ اب اُس وقت کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ جو پچھلے زمانے میں کتابوں کے حجم بھونچا  
 میں پیش آتی تھی۔ آج کل عمدہ سی عمدہ کتاب دام خرچ کرنے سے بلا دشواری مل سکتی ہے لیکن  
 حبیب یہ بات کھان تھی۔ جو بھاری کام اب سیدہ ورتھنے اٹھا لیا ہے اُس وقت کے طلبہ کو خواہ کرنا  
 پڑتا تھا۔ یعنی وہ اپنے واسطے کتابیں خود لکھتے تھے گویا اپنے چلنے کے واسطے ان کو شرک بھی خود  
 بنانا پڑتی تھی۔ شقائق نعمانیہ میں لکھا ہے کہ ابتداً جب علامہ غفازانی کی تصانیف روم میں پڑھیں  
 اور درس میں مقبول ہوئیں تو ان کے نسخے دام خرچ کرنے پر بھی نہیں ملتے تھے مجبوراً علامہ  
 شمس الدین کو علاوہ جمعے اور سہ شنبے کی معمولی تعطیلات کے دو شنبہ کی تعطیل مدارس میں اور  
 مقرر کرنا پڑی۔ پس ہفتے میں تین دن طلبہ کتابیں لکھتے تھے اور چاروں پڑھتے تھے کثرت  
 مشق اور رات دن کے لکھنے نے اگلے لوگوں کو تحریہ پر ایسا قادر کر دیا تھا کہ اب ان کی حکایتیں

شکل سے باور ہوتی ہیں۔

ماظ ابن فرات بغدادی نے جب وفات پائی تو کتابوں کے اٹھارہ صندوق چھوڑے جن کتابوں سے اٹھارہ صندوق بھر گئے تھے اُن میں سے اکثر خود اُن کے ہاتھ کی لکھی ہوئی خوبی تحریر کی سند اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ محدثین کے نزدیک اُنکی لکھی ہوئی کتابیں مست نقل اور جودت ضبط بن حجت اور سند خیال کی جاتی تھیں<sup>۱</sup>۔ سبط ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا (شیخ ابن جوزی) کو ایک بار سرسبز یہ کہتے سنا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دہزار ملبین لکھی ہیں جس شیخ وقتے ڈھائی سو کتابیں تصنیف کر ڈالیں ہوں اُس کا دہزار ملبین لکھ لینا ناممکن نہیں۔

جن قلموں سے اُنھوں نے حدیث شریف کی کتابیں لکھی تھیں اُن کا تراشہ جمع کرتے گئے تھے جب وہ وفات پانے لگے تو وصیت کی کہ میرے غسل کا پانی اسی تراشے سے گرم کیا جائے چنانچہ جس پانی سے اُن کو غسل دیا گیا اُس کے نیچے وہی پاک ایندھن ملا یا گیا تھا۔

حضرت یحییٰ بن معین نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ امام ابواسامہ کوفی نے ایک سو دس برس کی عمر میں وفات پائی تاہم سلسلہ تحریر آخر عمر تک قائم رہا اُن کے بیٹے نے بیان کیا ہے کہ میرے والد نے جب اشعار عرب مدون کئے تو کچھ ماہر انشی قبال کا کلام تھا جب وہ ایک تبصیل کا کلام شایع کر چکے تو اُن کے شکر لانے میں ایک نو کلام امیر کا لکھ کر مسجد میں پونہ پچا دیتے۔ اس طرح انشی سے زیادہ نسخے کلام پاک کے ادھون نے لکھ کر وقف کر دیے۔ بعد وفات امام ابو جعفر طبری کے تصانیف کا حساب

۱۔ (تذکرہ ص ۲۲۰) ۲۔ (تذکرہ ص ۱۳۸) ۳۔ (تذکرہ ص ۲۴۹) ۴۔ (تذکرہ ص ۲۱۵)

(ابن جر ص ۲۵) ۵۔ یعنی شیخ ابن جوزی ۱۲

لگایا گیا تو ابتدائی شب اس کے یومِ رحلت تک چودہ ورق روزانہ کا اوسط پڑا۔ اور عام تحریر کا اندازہ کیا گیا تو چالیس ورق پوٹیا ہوئے۔ حکیم بلطف مصری کے مال میں علامہ ابن ابی اصیبعہ لکھتے ہیں عجب تزیین بات ہے کہ اُن کے خانے میں ہزاروں کتابیں ہر فن کی تھیں۔ مگر کوئی کتاب کسی فن کی اُن کے یہاں کی ایسی نہیں تھی جس پر خود اُن کے قلم کی کچھ نقیض و نادر باتیں فنِ کتاب کے مناسب لکھی ہوئی نہ ہوں۔ چنانچہ میں نے اپنے آنکھ سے کثرتِ نسخہ اور دیگر فنون کی کتابیں حکیم مذکور کے کتاب خانے کی دیکھی ہیں جنہاں کا نام اور فوائد متفرقہ متعلق کتاب درج تھے قوت تحریر پر واقعہ ذیل بھی عمدہ شاہد ہے۔

مفتی قسطنطینیہ ابوسعود رومی نے بارہا ایک ایک ن میں ہزار ہزار رقون کا جواب لکھا لاجن میں سے ایک بھی خوبی اہلوی اور حسن معنی کے لحاظ سے گرا ہوا نہیں ہوتا تھا۔ اس عنوان کے ضمن میں جو واقعات آگے مذکور ہوتے ہیں۔ اُن میں آپ علما کو زندگانی کی مختلف سختیوں میں پائین گئے۔ کسی کو

توجہ کامل اور شوق طلب

آپ سرد ملک میں شب کو مسجد کے دروازے پر کھڑا دیکھیں گے۔ کوئی بزرگ شدت گریا کے عیش پانی کے ایک بڑے ظرف میں بیٹھے ملیں گے۔ کوئی عالم آپ کو پورے پردہ از نظر آئیگی۔ کوئی اپنے جانی دشمن حاکم وقت کے خوف سے محراب میں روپوش ملیں گے۔ کسی کے دل میں عشقِ نازِ محتاق ماسویٰ المطلوب کا جلوہ دکھائی دے گا۔ غرض ہر حالت جو ایک انسان پر گذر سکتے ہیں۔ اُن پر آپ گذرتے دیکھیں گے۔ لیکن ہر حال میں آپ اُن کے دل کو اطمینان سے اپنے مطلوب یعنی علم کی طلب میں مشغول پائیں گے۔ اور واقعات ثابت کریں گے کہ یہ حوصلہ فسادِ احوال اُن کے دلوں میں علم کی جانب سے تفرقہ پیدا کرنے میں

قاصر تھے۔ بعض صورتوں میں آپ دیکھیں گے کہ وہ بطور ایک کام میں مصروف ہیں مگر قلب اُن کا  
 علم کی جانب ہے کوئی حکیم سو سو مرتبہ ایک ایک کتاب کا مطالعہ کرتا ہے کسی فقہی کے زیر مطالعہ ایک  
 ایک کتاب پچاس پچاس برس رہی ایران تمام واقعات کے آپ کو اُن کی توجہ کامل اور ماسوا ہے  
 بے نیازی کا پورا پتا ملے گا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حصول کمال کی جانب جب تک انسان  
 اپنے دل کو پورے طور سے مائل نہ کر دے کمال حاصل ہونہیں سکتا۔ اس زمانے کے مسلمان بھی  
 مدارس کے جھڑن میں اپنی عمریں صرف کر دیتے ہیں پڑھتے پڑھتے بوڑھے ہو جاتے ہیں مگر کمال تو  
 بڑی چیز ہے اُس کا کوئی شائبہ بھی اُن میں نظر نہیں آتا۔ کوئی اس کے اسباب کچھ ہی بتائے مگر میں  
 یہ کہتا ہوں کہ صرف توجہ اور تہمت کا تفاوت ہے۔ اگر ہم وہی توجہ پیدا کر لیں تو وہ کمالات پہنچ سکتے  
 ہیں۔ آیہ پاک لَیْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى صاف صاف بتلا رہی ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی  
 کوشش کا پھل پاتا ہے جو کتنا بین علماء کے حالات میں طبقات کے طور پر لکھی گئی ہیں اُن پر نظر غائر  
 ڈالی جائے تو خیال ہوتا ہے کہ قبلا طبقہ بہ طبقہ جہد طلب میں تفاوت آتا گیا اُسی قدر درجہ بدرجہ  
 کمالات علمیہ میں تنزل ہوتا گیا۔ سلاک الدّرہ میں (جو بارہویں صدی کے علماء کے حالات میں  
 ایک ضخیم کتاب ہے) ایک بھی عالم یا پانچویں یا چھٹی صدی کے علماء کے مثل نظر نہیں پڑتا اس کے  
 ساتھ ہی بارہویں صدی کے عالم کی جہد طلب یا پانچویں یا چھٹی صدی کے علماء کی جانفشانی کے  
 مشابہ نہیں۔ اگر ہم سلاک الدّرہ کے کسی عالم کے حالات اُن حالات کے مثل پائیں جو ابن خلکان  
 یا ترمذی اللہ کے علماء کے ہیں اور پہر دیکھیں کہ ویسے کمال کو اول الذکر نے نہیں پایا تو بیشک ہم کو  
 توجہ اور شوق کے سوا کسی اور سبب کے تلاش کی ضرورت پیش آئے گی۔ لیکن جب ہم تین  
 کا تفاوت پاتے ہیں تو پھر الزام کے لئے اور اسباب کا پیدا کرنا دشمن حق سے بعید ہے۔  
 حیات بالاکو واقعات ذیل سے ملائے اور اسطرح اُس کی صحت یا غلطی خود بخود منکشف



ہو جائے گی۔ کمال توجہ کا اظہار فارسی کی اس مثل میں کیا گیا ہے۔ دل بیار دوست بکار۔ امام دار  
قطنی ایک مرتبہ ابتدائے سن میں انجیل صفا کی مجلس ملا میں حاضر تھے۔ شیخ تو املا میں مصروف تھے  
اور یہ ایک کتاب کی نقل کرتے جاتے تھے ایک شخص اُن کی بے توجہی دیکھ کر جھنجھایا اور کہا کہ تم نقل کتاب  
میں مصروف ہو پھر تمہارا اسماعیل کس طرح قابل وثوق ہو سکتا ہے۔ دارقطنی نے یہ اعتراض سن کر کھاکہ سماع  
سماع میں فرق ہوتا ہی تم تو ہمہ تن متوجہ ہو کر سن رہے ہو تبلاؤ تو شیخ نے اُنک کتنی حدیثیں روایت  
کی ہیں۔ معترض کو مجموعی تعداد کا خیال نہ تھا لہذا اس سوال کا جواب نہ دے سکا۔ دارقطنی نے کھا اٹھا  
حدیثیں اس وقت تک ملا ہوئی ہیں۔ پھلی کا یہ متن ہو کہ یہ اسناد۔ دوسری کا یہ متن ہے یہ اسناد غرض  
اسی طرح وہ ساری حدیثیں سنا دیں۔ حاضرین اُن کا ضبط دیکھ کر دنگ رہ گئے۔<sup>۱</sup>

ایک مرتبہ دو شیخ خراسان سے مکہ مکرمہ میں آئے اور حرم محترم کے دو جانب بیٹھ کر انھوں نے  
ایک ہی وقت میں روایت حدیث کی۔ دونوں کے سامعین اور متبلی جہد اُجداتھے حافظ اکبر  
دونوں کے بیچ میں بیٹھ گئے اور دونوں کا بیان برابر لکھتے رہے۔

بیشک یہ توجہ کی کیسوئی کا ایک کرشمہ تھا جس نے ایک سامع کو دوسامعون کی قوت دیدی بہت  
حاضرین مجلس میں ہوتے ہیں کہ سب کچھ سُنے کے بعد بھی اُن کو نہیں معلوم ہوتا کہ کیا سنا اور کم

۱۔ (تذکرہ ج ۲۰۰) اگلے زمانے میں طریقہ تسلیم یہ تھا کہ استاد کسی اونچے مقام پر بیٹھ کر  
کسی موضوع کی نسبت زبانی تقریر کرتا تھا اور شاگرد اس کو سُنتے اور ضبط کرتے تھے  
اس طریقہ کا نام املا تھا۔ وقت ضرورت ایک یا زائد اشخاص اس غرض سے کہہ رہے  
ہو جاتے تھے کہ استاد کے الفاظ بحجبہ شاگردوں تک پہنچاتے جائیں ان لوگوں کو  
مستطے کہتے تھے یہ طریقہ پورے بیکچر کے طریقہ سے مشابہ تھا ۱۲

تو بھی اُن کو نزدیکان بے بصیر کا خطاب دلاتی ہے۔ علی بن الحسن راوی ہیں کہ ایک شب میں نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آئے کو حضرت عبداللہ بن المبارک کے ساتھ ساتھ اٹھا اُس رات کو بڑی کی بہت شدت تھی دروازے پر بچہ پچکار بن المیا کے ایک حدیث کا ذکر پیٹھ رہا وہ فرمایا کہ تو میں نے اُس کی نسبت کچھ کھا میرے بعد پہراٹھوں نے کچھ بیان کیا غرض اسی طرح سلسلہ کلام جاری تھا کہ مؤذن نے فجر کی اذان دیدی۔ اور ہم دونوں مسجد کو لو آئے حافظ حدیث حمیدی میو رقی خزیرہ میو رقیہ میں پیدا ہوئے شام عراق میں علم حاصل کیا اور بغداد میں آکر رہے گرمیوں میں جب شب کو کھٹے بیٹھتے اور گرمی ایندھن پونہچاتی تو ایک بڑے سے طرف میں پانی بھر کر اُس میں بیٹھتے اور کہتے۔

ابو عمرو بن العلاء (امام ادب) ایک زمانے میں سفاک حجاج ابن یوسف کے خوف سے صحرا سے عرب میں بھاگے پھرتے تھے۔ ادھر تو جان کے لالے پڑ رہے تھے ادھر اُس علامہ ادب کو یہ تلاش تھی کہ ایسا لفظ فرجہ (بمعنی کشائش) بالقلم ہی بالفتح ایک روز اُسے باویہ بیانی میں ایک قائل کو اٹھوں نے یہ شعر پڑھتے سنا **سنا** رہا تھا تخرج النفوس من الامم لہ فرجۃ کحل العقال فرجہ کو اُس نے زہر سے ادا کیا۔ یہ شعر پڑھ کر وہ بدوی ابو العلاء کی طرف مخاطب ہوا اور کھا کہ سنتے ہو ظالم حجاج مرگیا۔ ابو العلاء کہتے ہیں کہ مجھ کو اُس وقت یہ تمیز نہ ہو سکا کہ آیا میں کس باب سے زیادہ خوش ہوا۔ لفظ فرجہ کے معنی صحت ہو جانے سے یا اپنے عدوی عالمی کی خبر وفات پانے سے اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس شیعہ علم کے نزدیک ایک ایک علمی مسالہ جان کے برابر عزیز تھا اُسی کی بدولت ابو العلاء کو یہ بلند مرتبہ حاصل ہوا کہ امام فن قرار پائے۔ جو لوگ انہی جیسی آسائشوں کو بھی علم

پر قربان نہ کریں وہ کیا شان حاصل کر سکتے ہیں۔ اب مدرس بہت اور مدارس بہت لیکن اور بہت نایاب۔ اس لئے ہماری علی محفلوں میں ہر طرف سناٹا ماسا ہو۔

ابو عبید بن سلام نے ایک بار اپنے تلامذہ سے کہا کہ میں نے چالیس برس اپنی کتاب غریب الحدیث کی تصنیف میں صرف کئے ہیں۔ اکثر فوائد مجھ کو لوگوں سے باتوں باتوں میں ہاتھ لگ جاتے تھے اور میں اون کو موقع موقع سے اُس کتاب میں درج کرتا جاتا تھا ان فوائد کے حاصل ہونے سے اتنی خوشی مجھ کو حاصل ہوتی کہ میں ساری ساری رات فرط محبت سے جگتا رہتا۔ تم چار پانچ جینے بھی میرے پاس آکر رہتے ہو تو کہتے ہو کہ ہم بہت رہے۔

حضرت امام زہری کا مطالعے کے وقت یہ عالم ہوتا کہ ادھر ادھر کتابیں ہوتیں اور اُنکے مطالعے میں ایسے مصروف ہوتے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہتی۔ بی بی کو کب گوارا تھا کہ اُنکے سوا کسی اور کی اس قدر گنجائش اُن کے شوہر کے دل میں ہوتی ایک روز بیگم کو لکھا واللہ لہذہ الکتابُ اشدّ علیّ من ثلثِ صغائرٍ یعنی قسم ہے رب کی یہ کتابیں مجھ پر تین سو کنون سے زیادہ بھاری ہیں۔ امام شافعی کے جلیل القدر شاگرد امام مُزنی نے اپنے اُستاد کی کتاب الرسالہ کا پچاس برس مطالعہ کیا اور وہ خود ناقل ہیں کہ ہر مرتبہ کے مطالعہ میں مجھ کو نئے نئے فوائد حاصل ہوتے گئے۔

ارسطو کی کتاب النفس کا ایک نسخہ کسی کے ہاتھ لگا جس کا حکیم ابو نصر فارابی نے سونے مطالعہ کیا تھا۔ اور اُس پر حکیم موصوف کی ہاتھ کی یہ عبارت تحریر تھی۔ اِنّی قرأتُ هذا الکتابِ مائتۃً مَرَّۃً یعنی میں نے اس کتاب کو سو مرتبہ پڑھا ہے۔

شیخ الریسی کے مطالعے کی بھی ایک حکایت قریب قریب اسکے ہیچس کو شیخ نے خرچ

بیان کیا ہے ابن سینا کا بیان ہے کہ ایام طالب علمی میں جب بیچ کتاب مابعد الطبیعیہ کا مطالعہ شروع کیا تو مطلقاً وہ میری سمجھ میں نہیں آئی اور نہ اس کے واضح کی کوئی غرض مفہوم ہوئی۔ انتہائی ہو کہ چالیس مرتبہ میں نے اس کا مطالعہ کیا عبارت تو بزرگان ہو گئی۔ لیکن مدعا نے اپنی جانب سے بالکل بایوس کر دیا۔ اتفاقاً اُسی عرصہ میں ایک روز عہد کے وقت میں کتاب فروشن میں جا نکلا۔ وہاں ایک شخص کتاب بیچتا ہوا آیا اور مجھے دکھا کہ یہ کتاب فن مابعد الطبیعیہ میں ہے آپ لے لیجئے۔ چونکہ اس فن کو اپنے ذہن میں ہمینی ٹھہرا چکا تھا اس لئے میں نے خریداری سے انکار کر دیا۔ اُس نے منت کی اور گھما کہ کتاب سستی ہے صرف تین درہم اس کی قیمت ہے۔ اور اس کا مالک ضرورت مند ہے۔ میں نے اُس کے انداز سے مجبور ہو کر کتاب لے لی خریدنے کے بعد کھول کر جو دیکھا تو ابو نصر فارابی کی تصنیف نکلی جس میں مصنف نے اغراض کتاب مابعد الطبیعیہ سے بحث کی تھی میں خوش ہو کر وہ مکان پر آیا اور اُس کا مطالعہ شروع کیا۔ اصل کتاب چونکہ پہلے سے مجھ کو ازبختی اسٹو نو خرید کتاب کو پڑھتے ہی سب تکلیفیں آسان ہو گئیں۔

ابو العباس ثعلبی بغداد میں اسحق موصلی کے کتاب خانے میں ایک ہزار جر فن لغت کے دیکھے جو سب کے سب اسحق کی سماع میں آچکے تھے۔

مولانا جمال الدین رومی سنہ ایک رات طلبہ کے جھون میں مغنی طور پر گشت کیا۔ ایک طالب علم کو دیکھا کہ تکیے سے لگا ہوا مطالعہ کتاب میں مصروف ہے۔ دوسرے کو دیکھا دوڑا نو مستعد بیٹھا ہے کتاب زیر مطالعہ ہے اور موقع موقع سے کچھ لکھتا بھی جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر تجربہ کار استاد نے اول کی نسبت کلمات لے لایمبلغ در حجتہ الفضل دوسرے کی نسبت فرمایا سیحصل الفضل و لیکن لہ شان فی العلم۔ آئندہ زمانے نے ظاہر کر دیا کہ یہ پیشین گوئی بالکل سچی تھی۔ یہ امر قابل ملاحظہ ہے کہ امام زہری ہوں

یا امام مرفی۔ حکیم نزاریابی ہون یا شیخ رئیس ان کے علمی کمالات کی اصل بنیاد بھی مطالعہ کی کثرت تھی کہ ایک ایک کتاب کو سو سو بار پڑھتے تھے۔ اور پچاس پچاس برس دیکھتے اب مطالعہ معدوم لہذا علمیت معلوم۔ بیدار دہن وہ لوگ جو ان بزرگوں کی جان کا ہیون کو نظر انداز کر کے اُنکے علمی کمالات کو محض اُس زمانے کے آثار کا ثمر و ثبات کر اپنے زعمِ باطل میں اپنے لئے ایک حذر تراشتے ہیں اگر ان کو نصر یا شیخ رئیس کی سی جانفشانی آجکل کے مسلمان کریں تو ضرور اُنکے برابر ہو سکتے ہیں علم و حکمت کچھ نبوت نہ تھی جو کسی ذات پر ختم ہو گئی اور ہم پر یہ ایمان لانا واجب ہو گیا کہ فارابی اور شیخ کمالاتِ علمیہ کو ختم کر گئے۔ فیضِ روح القدس ارباز مدد فرماید، دیگر ان ہم کتبِ خاندانِ پنجہ میامی کردہ آدم بر سرِ مطلب۔

ابو البرکات طبیب مشہور ابتدا میں موسوی ملت کے پیر و تھے۔ اُس عہد کے استاد طب ابو الحسن کی یہ آن تھی کہ وہ منکرینِ حضرت مسیحا کو طب نہیں پڑھاتے تھے۔ ابو البرکات اُسے ٹھہنے گئے۔ لیکن ناکام واپس آئے۔ اُس طرف سے جب مایوس ہوئے تو شوق نے ایک اور راہ بتلائی نبی اُمّو دربان کو ملایا اور اُس سے درس کے وقت دروازے میں بیٹھے رہنے کی اجازت لے لی۔ نخواستہ ہم داد دربان تراہر درونِ رحمت بہ بندست اینکہ گاہے بنیم آن دیوار بیرون ما۔ ایک سال کامل یہ دروازے میں بیٹھا استاد کی تعلیم سے فیض یاب ہوتے رہے۔ ایک روز کسی مسئلے میں ابو الحسن کے درس میں الجھاؤ پڑ گیا اور کسی طرح وہ گہتی نہ سلجھی۔ آخر چھپے رستم ابو البرکات متبار کر کے آگے بڑھے اور کھا کہ اجازت ہو تو اس مسئلے میں کچھ میں بھی عرض کروں۔ استاد نے اجازت دی تو اُمّو نے اُس کو جالینوس کے قول سے حل کر دیا اور کھا کہ فلان روز یہ قول آپ ہی نے بیان فرمایا تھا۔ ابو الحسن نے حیرت سے پوچھا کہ تم نے یہ قول کہاں سنا۔ اُمّو نے صورت حال کو بتایا۔ حکیم موصوف کے دل پر اُنکے شوق کا گہرا اثر پڑا اور اعتراف کیا کہ ایسے شخص کو علم سے محروم نہ کرنا

مدان نہیں۔ چنانچہ اسی روز ابو البرکات کو شامل درس ہونے کی اجازت ہو گئی۔

خطیب تبریزی شارح حمار کے ہاتھ ایک کتاب لغت ابو المنصور کی تصنیف لگی جو کئی چھوٹی چھوٹی جلدوں میں تھی۔ اُسکے مطالب مل کر نے کو وہ اپنے شہر کے ایک عالم لغت کے پاس گئے۔

عالم مہموز نے ان کو یہ مشورہ دیا کہ ابو العلامی کے پاس چلے جاؤ خطیب نے اُن اجزا کو ایک تیلے میں بھر کر رشت پر ڈالا اور پیادہ پا تبریز سے معرہ (واقع ملک شام قریب حماة) کو چل کھڑے ہوئے۔ راستے میں اس کتاب کی جلد میں پسینے سے ایسی مناک ہو گئی تھیں کہ بغداد میں لوگوں نے

ان کو دیکھا تو گمان کیا کہ پانی میں بھیگ گئی ہیں غرض سی حال میں خطیب معرہ پہنچے اور ابو العلامی خدمت میں حاضر ہو کر اُس کے شکلات کو حل کیا۔ علامہ ابن ابی اصیبعہ نے اپنے

عم مکرّم رشید الدین طبیب کی طالب علمی کا حال کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے۔ ہم اُس کو زمانہ ماضی کے طرز طالب علمی اور طریقہ کسب علوم ظاہر کرنے کے لئے یہاں نقل کرتے ہیں۔ رشید الدین نے اولاً کلام اللہ تمام ضروری مراتب کے لحاظ کے ساتھ حفظ کیا حفظ کلام پاک کے فارغ ہو کر فن حساب

کی تحصیل کی۔ حساب کے بعد فن طب پڑھنا شروع کیا۔ مصر کے رئیس الاطباء اُن کے والد کے دوست تھے اس لئے رشید الدین کو انھیں نے خود طب شروع کرائی اور جالینوس کے سوا کہ سارے پڑھائے۔ جن میں سے چند ان ابتدائی لفظ بہ لفظ حفظ کئے گئے۔

ان رسالوں کو رئیس الاطباء سے پڑھ کر اور اساتذہ فن سے سبق لینے لگے۔ نری کتاب طرائق پر قناعت نہ تھی بلکہ سبق سے فارغ ہو کر بیمارستان (شفافا خانہ) جاتے اور وہاں کے مریضوں کو دیکھ کر معالج اطباء سے جو اُن کا مرض تشخیص اور علاج تجویز کیا ہوتا اس کو سنتے اسی ضمن میں فن کمالی (آنکھ بنانا) سیکھا اور اُس کا عمل نفیس لدرین سے (جو بیمارستان

مین اس صیغے کے افسر علی تھے) حاصل کیا اور سرجری (جراحی) کی شق بھی شفا خانہ مذکورہ میں  
 مکی فن طب کے ان مشاغل کے ساتھ دیگر علوم سے بھی وہ بے خبر نہ تھے۔ ادب عربی اور  
 فلسفہ عبد اللطیف بغدادی سے اور منطق کا ایک سبق علوم حکمیہ کے استاد سعید الدین منطقی  
 پڑھتے۔ ابو محمد جعفری سے فن نجوم۔ اور ابن الدیجور سے فن موسیقی حاصل کرتے ہیں برس  
 کی عمر میں شام پہونچ کر اخون نے مطب شروع کر دیا۔ با انہیہ طب منی الدین سے پڑھتے  
 رہے اور وہاں کے مشہور اُدبا سے ادب۔ اتفاقاً اُن کے استاد عبد اللطیف بغدادی بھی  
 شام پہونچ گئے۔ تو اُن سے فلسفہ کا مشغلہ پھر جاری کر دیا۔ اس جانفشانی کا نتیجہ ہوا کہ سنو  
 اُن کا سن پچیس برس کا نہ ہوا تھا کہ طلب میں اُن کو نمود حاصل ہو چکی اور مذکورہ بالا علوم  
 کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔ علاوہ ان علوم کے رشید الدین زبان ترکی و فارسی میں بھی ہر  
 بلکہ فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔ حکایت بالا سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگلے اطبا اس فن  
 شریف کے تمام شعبے حاصل کرتے تھے۔ اور آج کل کے اطبا کی طبع اُن کا علاج دوسروں کے مجسم  
 پر نہیں چلتا تھا۔ امام طبرانی کی وسعت معلومات دیکھ کر ایک شخص نے اُن سے دریافت  
 کیا کہ آپ کا علمی خزانہ اس قدر مالامال کیونکر ہوا۔ تو امام مدوح ص نے فرمایا کہ جان عزیز  
 تیس برس میری عمر نے بوریہ کے سوا اور کسی بستر کا لطف نہیں اُٹھایا۔

امام ادب طلب ناقل ہیں کہ پچاس برس سے ہر ابرہین ابراہیم حربی کو اپنی مجلس  
 لغت و ادب میں موجود پاتا ہوں۔ امام رازی کو تاسف ہوتا تھا کہ کھانے کا وقت کیوں  
 علمی مشاغل سے خالی جاتا ہے۔ چنانچہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ واللہ اتی اتاسف فی الوقت  
 عن الاستغال بالعلم فی وقت الاکل فای الوقت والزمان عن یمنی خدا کی قسم

محبوب کھانے کے وقت علی مشاغل کے چھوٹ جانے پر افسوس آتا ہی کیونکہ غرضتِ وقت بہت عزیز چیز ہے۔ در بزم وصال تو ہنگام تماشا، نظارہ، جنبہ ان شرکان گلہ دارد۔ امام رازی اگر اوقات کو عزیز نہ سمجھتے تو نہ اُن پر علوم کے راز کھلتے اور نہ اُن کو کوئی امام کہتا۔ محویت شوق کا یہ لطیفہ بھی قابلِ سننے کے ہے۔ کہ ادیب مشہور ابو محمد اعرابی اپنے چہرے پر روغنِ ملکہ آفتاب کے سلسلے میٹھا کرتے تھے تاکہ اُن کا رنگ بدیون کی طرح کالا ہو جائے۔ اور اعرابی کا لقب ہری اور باطنی دونوں حیثیتوں سے اُن پر صادق ہو چنانچہ میدانِ طلب میں اُن کو یہ سرگردی حاصل ہوئی کہ اُن کو اسود کا خطا مل گیا۔ اور آج تک اسی لقب کے وہ تاریخ میں مشہور ہیں۔ فدائیانِ شوق کا بھی ایک رنگ ہے۔ مولانا خضر سلطان محمد خان فاتحِ قسطنطنیہ کے وقت میں نہایت باوقار تھے اور عہدہٴ قضا پر ممتاز۔ اگرچہ بہت سے عظام اُن کی قدرت میں تھے تاہم مطالعے کے کمرے میں اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے اور خود چرخ روشن کرتے اور آتشخانے میں آگ سلگاتے۔ اسحق بن یلیمان طبیب سو برس کے ہو کر فوت ہوئے اُن کے کوئی اولاد نہ تھی اور نہ مدۃ العمر انھوں نے شادی کی۔ آخر عمر میں ایک مرتبہ کسی نے اُنے پوچھا کہ آپ کے دل میں اولاد کی تمنا ہو۔ تو اُس دانا حکیم نے جواب دیا کہ اپنی کتاب جہانکے ہوتے ہوئے اولاد نہ منے کا کبھی خیال بھی مجھ کو نہیں آتا۔

حضرت یحییٰ ناقلِ موطا مدینہ منورہ میں ایک روز امام مالک صاحب کے درس میں حاضر تھے کہ غوغا اٹھا کما حقہ آیا۔ عرب میں ہاتھی عجوبہ چیز ہے۔ اس آواز کو سنتے ہی سارے طلبہ درس چھوڑ کر بھاگ اُٹھے مگر یحییٰ اسی طرح اطمینان سے بیٹھے رہے۔ امام مالک صاحب نے



درس میں حاضر تھے کہ غوغا اٹھا کہ ہاتھی آیا۔ عرب میں ہاتھی عجوبہ چیز ہے۔ اس واقعہ کو سنتے ہی  
 سارے طلبہ درس چھوڑ کر بھاگ اٹھے مگر کئی اسیطخ اطمینان کی بیٹھ رہے۔ امام مالک صاحب نے فرمایا کہ کئی  
 ہاتھ مارے ملک اندلس میں ہاتھی نہیں ہوتا تم بھی جا کر دیکھ آؤ۔ اُنکے دل میں اور ہی خیال بس  
 رہا تھا۔ جواب دیا کہ حضرت! اندلس سے میں آپ کو دیکھنے اور علم سیکھنے آیا ہوں ہاتھی دیکھنے کے  
 واسطے بے خان و مان نہیں ہوا۔ بہت دیدہ و بینہ زرخیز مہیگانہ پھلا پھلا آتش ناکھو  
 بود چشم لیٹے ۱ + ابو بکر بن بشار اور سب کے مشہور امام بغداد میں شاہزادوں کے لائق  
 تھے۔ ایک روز قصر خلافت کو جاتے ہوئے۔ نخاس سے گذرے۔ وہاں اُن دنوں ایک عاریہ  
 آئی ہوئی تھی جس کے حسن اور سیاق کا سارے بغداد میں شہرہ تھا۔ ابن بشار اُس کو دیکھ کر گفتو  
 ہو گئے۔ جب دار الخلافہ میں پوسنچے۔ تو غلیفہ نے پوچھا کہ آج دیر میں کیوں آئے۔ اُنھوں نے  
 عاریہ کا ماجرا عرض کیا۔ یہ سن کر غلیفہ نے درپردہ خدام کو حکم دیا کہ وہ عاریہ خرید کر ابن بشار کے  
 مکان پر اُن کے پہونچنے سے پہلے پونچھا دی جائے۔ جب علامہ محدوح مکان کو واپس آئے  
 تو عاریہ کو بیٹھا پایا۔ دریافت کیا تو حال معلوم ہوا اُس کو اُنھوں نے بالا خانے پر بھیجا یا  
 اور خود وہیں بیٹھ کر ایک علمی سائے پر (جسکی تحقیقات میں وہ اُن روزوں میں مصروف تھے)  
 غور کرنے لگے بلعیت تو اور ہی طرف لگ رہی تھی۔ غور کرنے میں الجھنے لگے۔ قلب کا رنگ  
 دیکھ کر ابن بشار نے خادم کو آواز دی اور رکھا کہ اس شہر آشوب کو لیجا کر نخاس میں واپس  
 آؤ میرے نزدیک اتنی اُسکی قدر نہیں ہو کہ میرے دل کو علم سے بہیرے۔ چنانچہ خادم گیا  
 اور عاریہ کو واپس کرا لیا۔

**حفظ و استحضار علمی** یہ ایک مشہور مقولہ ہے کہ علم سنیہ بہ از علم سفینہ۔ ہمارے اگلے

علما کا ایک دورہ تھا جب کتاب کا وجود بھی سلیماؤن میں نہ تھا۔ جو کچھ استادوں سے  
 پڑھتے اور سیکھتے۔ اُس کو صفحہ حافظہ پر ثبت کرنا پڑتا۔ حیاں نکلتے کہ کاغذ و قلم کی مدد کو  
 وہ مار سچھتے تھے۔ چنانچہ بعض علما نے سلف فخریہ یہ بیان کرتے کہ ہم نے کبھی سپیدی پسائی  
 کے دہتے نہیں ڈالے۔ گویا اُن کے دماغ کتاب خانے تھے جن میں علمی مسائل خوبی اور خوش  
 اسلوبی سے بچھنے ہوئے تھے۔ اسی قوت حافظہ کی وجہ سے اُس زمانے میں تعلیم کا طریقہ  
 الملک کے طرز پر تھا۔ حق یہ ہے کہ جیسے اساتذہ فن اس روش تعلیم نے پیدا کئے وہ کتاب  
 خوانی کے طریقہ سے پیدا نہ ہو سکے۔ جتنے فن آج اسلام میں مدون ہیں اُنکے روسا  
 و کیلا اُس عصر میں ملین گے جب طریقہ المار انج تھا۔ متاخرین کے پاس سرمایہ فخر حاشیہ  
 شرح نویسی ہی۔ برخلاف متقدمین کے کہ وہ مجتہدانہ قوت پر ناز کرتے تھے۔ اُن بزرگوں  
 کے حفظ اور استحضار علمی کے واقعات دیکھ کر یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ کسی شائقہ مخنتین وہ علوم  
 کی تحصیل میں برداشت کرتے ہوں گے۔ اُن حکایتوں کی نسبت اپنی حالت پر قیاس کر کے  
 بدگمانی کی نظر ڈالنا آئین حق سے بعید ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ انسان کے تمام قویٰ مشق اور  
 کثرت کار سے ترقی کرتے ہیں اور ترقی کی کوئی حد معین نہیں آئندہ دورانِ بیان میں  
 آپ کو ایسی حکایتیں ملین گی جن کو معتبر مورخین نے چشم دیدہ کہا ہے۔ یاد دوسری عینی شہادت  
 کو نقل کیا ہے۔ نبض اپنے حالات خود ایمہ ثقات نے نقل کئے ہیں۔ ان حالتوں میں میری  
 رائے ناقص میں کسی شک و شبہ کی گنجائش بہت کم رہتی ہے۔ رفتہ رفتہ کتابت تصنیف میں  
 اُن پر اعتماد بڑھا اور قوت حافظہ بیکاری کی وجہ سے مضمل ہوتی گئی۔ جو علم متقدمین کے  
 دماغوں میں تھا وہ متاخرین کے کتاب خانوں میں آ کر ٹھہرا اور نوبت بھانٹک پونہ کی  
 اگلوں کے حالات پچھلوں کے قیاس سے بھی باہر معلوم ہونے لگے۔

غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ متقدمین کی قوت علمیہ کو ان تین ذرائع سے بہت مدد ملتی تھی۔ اولاً حفظ ثانیاً کتابوں کا اپنے ہاتھ سے لکھنا۔ ثالثاً کثرت مطالعہ۔ تاخرین رفتہ رفتہ یہ سب سبب ہو گئے۔ حفظ کو کتابوں کی تصنیف نے باطل کر دیا۔ اور تحریر کتابوں کی کثرت سے فضول ہو گئی۔ اور اس زمانے میں جبکہ مطبع کتابوں کے وجود سے دنیا کو لاملا مالی کر رہا ہے کتابوں کا نقل کرنا تصنیع اور قاتل کے زائد نہیں خیال جاسکتا۔ ایک مطالعہ باقی تھا اُس کو ہمارے زمانے میں اُس طرزِ تحشیہ نے بالکل غارت کر دیا جو بد قسمتی سے زائج ہو گیا ہے۔ ضائع کے مرجع۔ اشاروں کے مشارک البتہ ہندسوں کی مدد سے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ تحریر باہر سے لفظ بہرہ حاشیہ بلکہ حاشی نقل سکے جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ طلبہ ان کتابوں کو خرید کر نہ مطالعے کی محنت شاق اٹھاتے ہیں نہ اساتذہ کی تقریروں کو پورے طور سے قابو میں کرتے ہیں۔ اسی اعتماد نے کہ ہماری کتاب میں سب کچھ لکھا جب ضرورت ہو گی دیکھ لیں گے دماغی قوت کا بالکل ستیاناس کر دیا۔

مجھے اس عہد کے ایک مشہور فاضل نے اپنی طالب علمی کا قصہ بیان کیا کہ میرزا ہمد رسالہ پڑھنے کے اہل وقت ہمارا یہ عالم تھا کہ جو جو رموز اور نکات استاد کی زبان سے نکلتے ہماری یاد کو شمشیں ہوتی کہ ہمارے دماغوں میں نقش ہو جائیں۔ کیونکہ اگر استاد کی زبان سے نکلے ہمارے دماغوں میں نہ بٹھرتے تو پھر کھان ملتے۔ غرض پڑتے وقت ہم استاد کے بیانون کو پوری توجہ سے شکر خیال میں رکھتے درس سے فارغ ہو کر اُس کا خلاصہ لکھتے اور لکھتے ہوئے کو یاد رکھتے انہیں دوفین لکھنو یا کانپور رسالہ مذکور بخشی ہو کر نکلا اور نکلتے ہی مدارس میں پھیلا اُس رسالے کے خریدتے ہی طلبہ کی ہمت میں تصور آگیا اور انھوں نے سمجھ لیا کہ جو استاد کی زبان پر ہے وہ ہمار

پاس موجود ہے۔ پھر جانفشانی بیکار ہو۔ افسوس ہو کہ کتابوں میں سب کچھ تھا مگر ان کے دامغون میں کچھ بھی نہ آیا۔ جو کتابیں اگلے اساتذہ کو دیکھنے کو نہ ملتی تھیں آج وہ دوکانوں میں بھری پڑی ہیں۔ لیکن علم کا قوط ہے۔ اب تہیہ برطرف اصل مدعا سینے۔

امام ابو حنیسیٰ ترمذی مصنف جامع ترمذی (جو صحاح ستہ میں شامل ہی) فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے دو جز ایک شیخ کے روایت کردہ احادیث کے لکھے تھے یحس اتفاق اسی عرصے میں خود وہ شیخ مجبوں گئے۔ میں نے اسے احادیث مذکورہ کی اجازت طلب کی اور انھوں نے میری اس نہ عاقبول فرمائی اور ان احادیث کو مستانا شروع کر دیا۔ درخواست کرنے وقت مجبوں خیال تھا کہ مذکورہ بالا دونوں جز میرے پاس ہیں۔ اب جو دیکھتا ہوں تو بجائے ان کے دو سادے جز میں نے غلطی سے اپنے پاس رکھ لیے تھے مجھے سوائے اس کے کچھ نہیں پڑا کہ وہی سادے جز ہاتھ میں لیکر شیخ کی حدیثیں سننے لگا۔ سو اتفاق سے شیخ کی نظر ان اوراق پر پڑ گئی اور انھوں نے بگڑ کر کہا کہ تم کو مجھے شرم نہیں آتی۔ میں نے اصلی ماجرا بیان کیا اور رکھا کہ جو حدیث آپ سناتے ہیں وہ مجبوں یا دھوتی جاتی ہے۔ شیخ کو میرے قول کا اعتبار نہ آیا۔ اور فرمایا سناؤ۔ میں نے سب سنی ہوئی حدیثیں لفظ بہ لفظ سنا دیں۔ انکا شبہ اب بھی نہ گیا اور رکھا کہ معلوم ایسا ہوتا کہ یہ حدیثیں میرے سنانے سے پہلے تم حفظ کر چکے تھے۔

میں نے گزارش کی کہ آپ اور نبی حدیثیں بطور امتحان روایت فرمائے چنانچہ چالیس حدیثیں انھوں نے نبی سنائیں انکو بھی میں نے فوراً ادھر ادیا اور ایک بھی غلطی نہیں کی۔ واقعہ بالاسے معلوم ہوتا ہے کہ کثرت مشق ان کے حافظے کی قوت کو کیسا بڑھاتی

تھی کہ غور سے سنا اور حفظ ہو جانا یہ دونوں علیٰ اُن کے اسطے ایک ہو گئے تھے  
 داؤد ابن سمعون نے ایک بار کھا کہ لوگ حفظ کے بارے میں ابو حاتم رازی اور ابو زرہ  
 کی نظیر دیا کرتے ہیں میں نے واسطہ قرطہ سے بڑھ کر کوئی حافظ نہیں دیکھا ایک دفعہ میں  
 اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُنہوں نے اپنی کتابوں کی طرف اشارہ کر کے کھا کہ  
 ان کتابوں کی طرف اشارہ کر کے کھا کہ ان کتابوں میں سے جس کو چاہو اٹھا لو میں حفظ  
 سنا دوں گا اتھانائین نے ایک کتاب اٹھا کر کھا کہ کتاب والا تھریہ۔ میں نے اتنی تحریکی  
 تھی کہ اُن کی قوتِ حافظہ کا چشمہ رواں ہو گیا اور ساری کتاب سنا ڈالی۔

خطیب بغدادی اپنی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ ادیب مشہور ابو عمرو زاہد  
 قاضی محمد کے صاحبزادے کو ادب کی تعلیم دیتے تھے۔ ایک روز اُنہوں نے اپنے شاگرد  
 لغت کے تین سہلے اور اُن کے آخر میں دو شعر لکھوائے۔ اتفاقاً اسی دن عہد  
 مذکور کے تین استاد کامل ابن دُرید۔ ابن انباری اور ابو بکر۔ قاضی مدوح سے ملنے  
 آئے (کثرتِ بیان کی وجہ سے بعض لوگ ابو عمرو کی نسبت یہ بدگمانی کرنے لگے تھے  
 کہ وہ بہت سی باتیں طبعاً ہی کہہ دیتے ہیں لہذا) قاضی صاحب نے وہ مسائل علمائے  
 موصوف کی خدمت میں پیش کئے اور اُن کی تصحیح چاہی۔

ایک علامہ وقت کے مسائل پر رائے زنی کرنا پوری ذمہ داری کا کام تھا۔ ابن انباری  
 اور ابو بکر تو اپنے مشاغل کا عذر کر کے خاموش ہو رہے۔ ابن دُرید نے بے ساختہ کھا کہ ان  
 مسائل کی لغت میں کوئی اصل نہیں۔ سب ابو عمرو کے گڑھے ہوئے ہیں۔ ابو عمرو کو یہ  
 خبر پہنچی تو قاضی صاحب کے کھلا بھیجا کہ اپنے کتاب خزانے میں سے فلان فلان شعرا

عرب کے دیوان نکلا دیکھئے۔ چنانچہ وہ سب دیوان نکالے گئے۔ ابو عمرو نے ایک ایک مسئلہ لیکچر کے شواہد اُن دیوانوں سے نکال نکال کر قاضی صاحب کو دکھلائے شروع کئے اور اس طرح تیسوں مسئلہ اہل زبان کے کلام سے ثابت کر دیے۔ دوسرے جو اخیر میں لکھوا دئے تھے اُنکی نسبت کھاکہ میرے استاد ثعلب نے فلان روز آپ کے سامنے پڑھے تھے اور آپ نے فلان کتاب کی پشت پر لکھ لئے ہیں۔ جب وہ کتاب بھی دیکھی گئی تو فی الواقع وہ شعر اُس پر ثبت تھے۔ ابن دُرید نے اس حال کو سن کر بھی کبھی کوئی لفظ ابو عمرو کی نسبت زبان سے نہیں نکالا۔

تنبی شاعر مشہور سے ابو علی فارسی امام محمد نے ایک بار پوچھا کہ فعلی کے وزن پر عربی زبان میں کتنے اسم جمع آئے ہیں۔ تنبی نے بے تامل کہا مجھے۔ اور نظر پڑے۔ ابو علی نے تین شب متواتر لغت کی کتابیں چھانیں۔ مگر تنبی اس اسم جمع اُن کو اس وزن کا نہ ملا۔

جب حسن ابن سہل وزیر خلیفہ مامون الرشید عراق میں آیا تو اُس نے علمای ادب کے غلے کی خواہش ظاہر کی۔ حسبِ ما۔ اصمعی۔ ابو عبیدہ۔ اور ابو کبیر بخوی۔ باگاہ وزارت میں حاضر ہوئے۔ اپنے مخاطب ہونے سے بیشتر وزیر بنے اُن عراض پر دستخط کیے جو اہل حاجت نے پیش کی تھیں۔ جب ان عرضیوں پر جو شمار میں پچاس تھیں دستخط کر چکا تو اُن آداب کی طرف متوجہ ہو کر معذرت کی اور بعد کلام شروع کیا۔ اثنای کلام میں اُن علمای گذشتہ کا ذکر ہوا جن کی قوت حافظہ مشہور تھی۔ اور امام زہری اور قتادہ کا ذکر ہونے لگا۔ ابو عبیدہ نے کہا حدیث زندہ گویم مروہ در گور۔ اس وقت میں ایسا شخص موجود ہے کہ کبھی کتاب کو ایک بار پڑھ کر دوبارہ دیکھنے کی اُس کو حاجت نہیں

اور جو بات ایک دفعہ اُس کے خزانہ حافظ میں پہنچ گئی پہ نہیں نکلی یہ شکر احمی نے  
جسارت کر کے لکھا کہ یہ میری طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اُن دعوے کو سینہ سطح  
ثابت کر سکتا ہوں کہ وزارت مابنے جعفر عارف پر اس وقت دستخط فرمائے  
ہیں اُن سب کا خلاصہ مفہوم اور دستخطوں اصل عبارت منادوں۔ وزیر کے حکم سے  
کل عرضیاں واپس کر پیش ہوئیں احمی نے بیان کرنا شروع کیا کہ فلان عرضی کے  
پیش کنندہ کا یہ نام ہی اور یہ کام اور یہ دستخط اُس پر ہوئے اسی طرح وہ نادرہ  
روز کار بیان کرتا گیا جبکہ پورچالیں عرضیوں کی نوبت پہنچی تو حاضرین میں سے  
ابو نصر نے لکھا کہ احمی خدا کے لئے اپنی جان پر رحم کرو کہیں نظر نہ لگ جائے۔ یہ لکھ  
وہ پکھتا ہوا بلبل خاموش ہو گیا۔

امام ابو سعد کو ساری صحیح مسلم۔ حافظ ابو الطحین اصفہانی کو صحیح بخاری و صحیح مسلم  
اور امام تقی الدین بلخی کو الجمع بین الصحیحین۔ صحیح مسلم اور اکثر سند امام احمد بن زبیر بن عقی  
امام آخر الذکر ایک جلسے میں شرح تین حفظ کر لیتے تھے اور ایک باب ایک ن سے  
کم میں اُمنون نے مقامات حریری کے تین مقالے ادب کر لئے۔ علامہ ابن حبیب  
مؤلف طبقات الاطباء نے ادویہ مفردہ کے متعلق کچھ کتابیں مصنف ابن بیطار جو مصنف  
پڑ ہی تھیں۔ اپنے استاد کی تعلیم کا جواب اسلوب اُمنون نے طبقات میں لکھا ہے  
اُس سے علاوہ متخصما ر علی کے ہی آشکارا ہوتا ہے کہ اساتذہ سلف کس طرح اپنے تلامذہ کو  
کامل بناتے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے استاد کے درس کے وقت بہت سی  
کتابیں مفرد و اول کے متعلق مثل کتاب حکیم و یستوریدس۔ کتاب جالینوس۔

کتاب غافقی موجود رہیں۔ اُن کے پڑھائیکامطریقہ یہ تھا کہ اول ایک مضمود و اکایونانی نام (جو ویسٹو ریدس نے لکھا ہے) لیتے اُسکے بعد اُسکے معنی (جو اُمنون نے روم میں رکھ کر تحقیق کئے تھے) بیان کرتے۔ پھر کچھ طلبیب مذکور۔ اُسے اُس دو اسکے فعال و خواص لکھے ہیں۔ اسی طرح جالینوس اور تسخرین کے اقوال و مذاہب کا بہ ترتیب ذکر کرتے۔ پھر اطلبکے باہمی اختلاف کی (و دای مذکور کی نسبت) تشریح کرتے۔ آخر میں وہ غلطیان ظاہر کرتے جو اطباء ی مذکور سے اُس دو اسکے تعلق سرزد ہوئی تھیں۔ اُستاد جب ان مذاہج کو ملے کہ چکتے تو ہم محو کہ کتابوں کو کھول کر دیکھتے اُن کے زبانی بیان اور کتابوں مضمون میں سرسوز فرق نہ نکلتا۔ جب ہم کتاب دیکھتے تو ابن بطاریہ بتاتے جاتے کہ ویسٹو ریدس نے فلان مقالے میں اس کا دو اکا ذکر کیا ہے اور مقالہ مذکور میں اس کا یہ منہ ہے۔ اس قدر بیان پر علامہ اُستاد کو تسلی نہ ہوتی بلکہ جن نباتات کا ذکر درس میں ہوتا وقت فوت تھا جھگل میں لے جا کر اُنکا مشاہدہ بھی طلب کو کرا دیتے جو اُستاد اپنے طلبیب کے سامنے بظراط اور جالینوس کی غلطیان نکال کر رکھتے۔ اُن کو کتاب کا کثیرانہ بنائے بلکہ حقایق کے مشاہدے کا خواہ کرے اُس کے شاگرد بے شک کامل اور محقق ہوں گے جو لوگ جالینوس اور ارسطو کی عقل کو مضموم مان چکے اُمنون نے تو گویا اپنی عقلوں کو یونانیوں کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ پھر کہاں کیسا اور تحقیقات کجا امام داود ظاہری ناقل ہیں کہ میری عقل میں ایک روز ایک شخص ابو یعقوب لصری نامے شکستہ حال وارد ہوئے اور بدون کسی اشارے کے خود بخود صدر میں آ بیٹھے۔ اور فخر یہ لیے میں مجھے لکھا کہ سَلِّیْلَفْتَعْمَا بَدَّالَکَ (اے جوان تیرے



دل میں جب آئے مجھے پوچھ لے) مگر وہ ان کی اس شہادت پر سخت غصہ سا آیا اور  
اسلامیہ میں نے کہا کہ حجامت کی نسبت کچھ فرمائے ابو یقوب نے بابرک اللہ کا اور  
سب سے اول محدثانہ اور قہانہ گفتگو شروع کی۔

حدیث اَفْطَرَ الْحَاجِمَةُ وَالْحَجْمُ كَوْنُ رُوَايَةٍ كَرَكَةِ بَيَانِ كَيْفَ كَسَ رَاوِي نَعْنِ  
اُس کو مسند اور کس نے موقوف اور کس نے مرسل روایت کیا ہے۔ اور فقہاء میں سے  
کس کس کا عمل اسپر ہے اس کے بعد اعمنون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچنے  
لگوانے کے مختلف طریقے بیان کئے اور اُس اجرت کا ذکر کیا جو آپ نے حجام کو محرمت  
فرمائی تھی اور یہ ثابت کیا کہ اگر اجرت حجامت حرام ہوتی تو آپ محرمت نہ فرماتے۔ پھر  
ایک اور حدیث کے طرق روایت سنئے جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت نے بھری  
کچھو ائی تھیں۔ پھر اس باب کی تمام احادیث صحیحہ متوسطہ اور ضعیفہ کو علی الترتیب  
بیان کیا۔ اصول حدیث و فقہ کے مطابق اس قدر محبت کے بعد وہ طب کی طرف ٹھکے اور  
اطباء کی حورائے حجامت کی نسبت مختلف زمانوں میں رہی ہے اس کو مشرح کھسنا یا  
طب کے بعد تاریخ کا نمبر تھا آخر کلام میں اعمنون نے یہ ثابت کیا کہ سب سے اول یہ عمل  
اصفہان میں ایجاد ہوا تھا۔ امام ظاہری فرماتے ہیں کہ میں یہ وسعت تقریر دیکھ کر تعجب  
رہ گیا اور ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا: اللہ ما خفرت بعدك احدا ابدا یعنی  
میں بعد انھارے کسی کو نہ نظر خفرت نہیں دیکھوں گا۔ مجد الدین فیروز آبادی صاحب  
قاموس نے ایک زمانے میں بیان کیا تھا کہ میں جب تک دو سو سطریں خط نہیں کرتا  
سوتا نہیں۔

قرمان و اثن ملک روم میں جو مدرسہ بنام مدرسہ سلسلہ جاری تھا اس کے بانی کی جانب سے یہ شرط تھی کہ اوس کا مدرس وہ عالم مقرر کیا جائے جس کو صحاح جوہری ازہر ہو چنانچہ مولانا جمال الدین اپنے عہد میں مدرسہ مذکور کے مدرس تھے۔

علامہ ابن العلاء ایک بار کسی سنے پوچھا کہ آدمی کو علم کب تک حاصل کرنا چاہئے۔ اُس عالی دماغ نے جواب میں کہا کہ مگر

علم سے سیر نہونا

وامت الخیال تخنن بھو یعنی جب تک حیات مہربان رہے۔ دریا بے علم ناپیدا کنار اور انسانی زندگی محدود۔ با اینہم اگر آدمی ایک حد پر پہنچ کر علم سے سیر نہو جائے تو یہ اُسکی حرمان نہیں ہی شوق کا تقاضا یہ ہے کہ دست از طلب ندارم تا کام من آید یا تن رسد بجانان یا جان ز تن برآید + اور یہ محض ایک ل غش کن خیال نہیں ہی۔ آپسید ان علم میں ایسے جوان مرو پائیں گے۔ جنہوں نے اس قول کو دم واپسین تک عزیز رکھا اور دیکھا دیا کہ جب اجل کا فرشتہ اُنکی جان شیرین تن سے جدا کر دے گا تو وہ علم کی خدمت میں مشغول تھے۔ اور سچ یہ ہے کہ جب علم محدود نہیں تو طلب کی بھی کوئی حد نہونا چاہئے۔ کسی کمال کے طالب کا یہ خیال کر لینا کہ میں حد طلب کو پہنچ چکا اُسکی حق میں سم قاتل ہی۔ یہ مسالہ پائے ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ عالم میں کسی حالت کو وقوف نہیں ہی۔ یا ترقی ہی یا تنزل۔ پس علمی عروج میں بھی جس زینے پر طالب کا قدم رکھا وہیں سے اُس کا تنزل شروع ہو جائے گا۔ اور جب اُس کے ذہن میں اپنی نادانی کا خیال راسخ اور اس کی ہمت کا مقولہ پیش رہے گا اُس کو پھر ان طلب میں فتح و فیروزی نصیب ہوتی جاوے گی۔

سقراط کا مقولہ ہے کہ پیرے علم کی طرح یہ بھی کہ میں نے یہ سمجھ لیا ہی کہ مجھ کو کچھ نہیں آتا۔ دیار مغرب کا ایک حکیم وانا جب بستر نزع پر دم توڑ رہا تھا تو اُس نے حکماء دُنیا میں علم کی نسبت معلوم نہیں کیا کیا گمان کر رہی ہے۔ مگر میں اپنے آپ کو یہ سمجھتا ہوں کہ ایک نا فہم بچہ سمندر کے کنارے پر چند حرف پاروں سے کھیل رہا ہے اور علم کا ناپید اکنار سمندر کی سائنسے موج زن ہے۔ بیشک اگر ان حکماء کا یہ دلی عقیدہ نہ ہوتا تو ہرگز وہ علمی مراتب پر سفرِ ناز نہ ہوتے۔ اے برادرِ بے نہایت درگہ ست + ہر چہ بروے میر سی بروے نیست

امام ابن النبی کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میرے والد نے ایک روز لکھتے تھے قلم دو استکے منہ میں رکھا اور دعا کو ہاتھ اٹھائے۔ جب ہاتھ دھلکے لئے اُٹھتے تھے پھر وہ قلم نہ اُدھٹا سکے اور عین حالت و عین روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔ ابن النبی کا بس اُس وقت انہی برس سے متجاوز ہو چکا تھا۔ حافظ ابن مندہ کا بیان ہے کہ اُن کے والد جب نیاحی رحلت کر رہے تھے تو اُن وقت بھی حافظ ساجی اُن کے سامنے غرائب شعبہ کی فقرات میں مصروف تھے۔ امام ادب ابوالعباس ثعلب کی وفات کے واقعے سے زیادہ مؤثر مثال اس بحث میں مشکل سے ملے گی۔ ثعلب کی عمر کانوے برس کی ہو چکی تھی کہ ایک دن جمعے کے بعد مسجد سے مکان کو جانے لگے راستے میں کتاب دیکھتے جاتے تھے۔ کتاب میں محبت اور اوس پر نقلِ سماعت۔ چوہہ آواز کیا سنتے۔ ایک گھوڑے کا دھکا لگا اور اُس کے صدمے سے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ لوگ غشی کی حالت میں اُٹھا کر مکان پر لائے صوف پری اتنے بڑے صدمے کو کب برداشت کر سکتا تھا اُسی حالت میں رحلت کی اُٹھائے پیری میں بھی اُنکا شوق طلبِ اُناقوی تھا کہ وہ لور دی میں جو وقت گذرتا

اُس کا ماتا ہرنامی گوارا ہوا ۱۵ چہ حالت ندامت جمال سمارا ۱۶ کہ پیش دیدن  
افزون کند شمار ۱۷ اور بیچ یہ ہے کہ اگر علی تشکی نہ ہو تو ابوالعباس ادب میں امامت  
کے درجے کو نہ پہونچتے۔

انسان جب کسی پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے تو اُس سے معمولی کام بھی نہیں ہو سکتے  
لیکن طلب صادق بین یہ کرنا ہے کہ وہ پریشانی کو بھی محبت کے قالب میں لے آتی ہے  
علمائے سلف نے پریشان خاطر کی حالت میں وہ کام کئے ہیں کہ زمانہ آج تک اُن پر آفرین  
کر رہا ہے۔ ابو تمام طائی شاعر مشہور ایک مرتبہ خراسان کے دربار کو جاتا رہا۔ ہمدان پہونچا موسم  
سرد مہری سے پیش آیا اور برف اس کثرت سے پڑی کہ رستے بند ہو گئے اور ابو تمام کو چند  
دہین قیام کرنا پڑا۔ حالت سفر میں ایسا حرج واقع ہونے سے جو پریشانی طبیعت کو ہوتی  
ہی وہ محتاج بیان نہیں۔ مگر سارے زندہ دل شاعر کی خاطر جمع تھی جس رئیس کا وہ ہمدان تھا  
اُس کے کتاب خانے میں دو اویں عرب کثرت تھے تمام نے موقع کو غنیمت سمجھ کر تمام یوں  
پڑھے اور اُن میں سے اشعار انتخاب کر کے نظم عربی کا ایک بے بجا مجموعہ تیار کر لیا جو آج تک  
حسابہ کے نام سے سارے عالم میں مشہور ہے شیخ الرکس سے ایک زمانے میں حکام وقت ہرم  
تھے اور جان کے خوف سے اُس کو روپوش کر رکھا تھا اسی تباہ حالی میں کچھ دن کے لئے اسے  
ایک عطار کے گہرین پناہ مل گئی اتنا سا اطمینان پا کر شیخ کو اپنے علمی مشاغل یاد آئے اور عطار  
سامان تحریر منگو کر تصنیف شروع کر دی یہ کوئی معمولی تصنیف نہ تھی بلکہ شیخ اپنی کتاب  
شفاکو تمام کر رہا تھا طرز تصنیف یہ تھا کہ اول روس مسائل اپنی یاد سے ایک جہز پر لکھتے  
اُس کے بعد اُن مسائل کی تشریح کی۔ اس طرح فن طبعیات و الہیات ختم کر دے فنون

حکیمہ میں کتاب حیوان و کتاب نبات اگرچہ باقی تھی۔ لیکن شیخ انکو چھوڑ کر فن منطق لکھنے لگا۔  
 ہنوز منطق تحریر ہو رہی تھی کہ قضیہ دیگر گون ہو گیا۔ کسی خبر نے حاکم کو خبر دی اور اُس نے  
 شیخ کو گرفتار کر کے قلعہ فروجان میں بھیج دیا اُس بلند و ہنوار حصار میں شیخ کا جسم بے شک مقید  
 تھا لیکن اُس کے علمی شوق کو کوئی دنیاوی طاقت مقید نہیں کر سکتی تھی۔ اُسی زندان میں  
 کتاب الہدایات رسالہ حمی ابن تفیطان۔ اور کتاب القول فی شیخ نے تصنیف کر ڈالی۔  
 اس زمانے کے لوگ اگلے زمانے کے ایک عیشتی زمانہ تصور کر رہے ہیں جس میں علما  
 کے واسطے درو دیوار اور زمین و آسمان سے اطمینان و فارغ البالی برستی تھی۔ اور انکا  
 یہ گمان بلکہ بدگمانی یہ کہ جو نمایاں کام پچھلون نے کیے وہ اسی فراغ خاطر کی بدولت تھے  
 حال آنکہ واقعات اس کی تردید کر رہے ہیں۔ کیا حکایت بالا کو پڑھ کر کسی دل میں یہ تمنا  
 پیدا ہو گئی کہ کاش اُس کو شیخ الرئیس کا سا اطمینان نصیب ہوتا۔ اگر شیخ نجات و فراغ  
 خاطر کا منتظر رہتا تو دنیا کو شفا وغیرہ بیش بجا تصانیف کب میسر آتیں۔ شیخ ابن جزری  
 ایک زمانے میں واسطہ میں نظر بد تھے یہ وہ وقت تھا یہ واقعات پڑھنے کے بعد سچا  
 دل میں پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان مجالس کے حاضرین کے شمار کرنے کا کیا طریقہ تھا۔ اور حقیقتہً  
 ان روایتوں پر وثوق اُس طریقہ کی صحت و عدم صحت پر موقوف ہو۔ ذیل کا واقعہ اس  
 سوال کا جواب دیگا۔ احمد بن حنبلہ راوی ہیں کہ جب ابو مسلم بغداد میں آئے تو رحبہ غسان  
 نامے مقام پر انھوں نے حدیث کا املا کیا سات شتے کھڑے ہوئے۔ جن میں سے ایک  
 دوسرے کو شیخ کی روایت پہنچاتا تھا اور لوگ کھڑے کھڑے پتھر پر حدیث میں مصروف تھے  
 یہ اندازہ کرنے کے لئے کہ کس قدر آدمی اُس وسیع میدان میں فراہم تھے میدان مذکور

کی پیمائش کی گئی۔ اور دو اتون کا شمار کیا گیا۔ کچھ اور چالیس ہزار دو اتین شمار ہو  
جو لوگ لکھتے نہ تھے صرف سہا فاشربیک تھے وہ اس تعداد نے خارج ہیں۔ جب شیخ وقت  
فریابی نے بغداد میں الامای حدیث کیا تو تین سو سولہ مسئلے انکی مجلس میں حاضر تھے۔ اور  
حاضرین تحفیتیں ہزار ابو الفضل راوی ہیں کہ جب میں نے فریابی سے حدیث سُنی ہے تو  
قریباً دس ہزار آدمی اُن کے پاس ایسے پڑھنے آتے تھے جو دوات قلم لیکر بیٹھتے۔ امام  
ذہبی ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں کہ تیسری صدی ہجری میں یہ شوق اپنے رسول پاک  
کے اقوال و احوال کا اہل اسلام میں تھا کہ ایک ایک مجلس میں دس دس ہزار دو اتین رکھی  
جاتی تھیں۔

امام بخاری کے صرف ایک شاگرد فریری سے نو تے ہزار آدمیوں نے صحیح بخاری کی  
اجازت حاصل کی تھی۔ جب فرانے اپنی تعریف کتاب المعانی (فن ادب) کا املا کیا تو  
لوگوں نے حاضرین کا شمار کرنا چاہا۔ مگر بوجہ هجوم کے نہ کر سکے۔ صرف تافییوں کو گنت  
توانی تھی۔

دوسرا ذریعہ عامہ مسلمین میں علم کی کثرت دریافت کرنے کا اُن بالکالون کی  
تعداد ہے جو ایک ایک شہر میں ایک ہی وقت میں موجود تھے۔ جب اس بات پر لحاظ  
کیا جائے کہ فی صدی کتنے طلبہ اعلیٰ تعلیم تک پہنچتے ہیں۔ اور پھر اعلیٰ تعلیم تک پہنچنے  
والوں میں کتنے ایسے ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو علم و فن کی خدمت کے لئے وقف  
کر کے کمال حاصل کرتے ہیں تو بے شک بالکالون کی تعداد مسلمانوں میں علم کے عام  
اور شائع ہونے کی شہادت بن سکے گی۔ ذیل کے واقعے صرف ایک ایک فن کے

تھے) سات لاکھ درہم طلب میں صرف کئے۔ اسی طرح ابن متوکل بخاری نے اسی ہزار درہم حفظ کبیر ابن سبغہ نے نو ہزار اشرفیاء حافظ ابن رستم نے تین لاکھ درہم۔ اور امام ذہبی نے ڈیڑھ لاکھ درہم طلب علم میں خرچ کئے۔

ابو بکر جوزنی کی نسبت روایت ہو کہ انھوں نے طالب علمی میں ایک لاکھ درہم خرچ کیا اور جس فن کو اتنا گران خرید اُس کو کبھی مستانہیں بیچا یعنی اسکے ذریعے سے کبھی دنیا میں کمائی۔ ابو یوسف سدوسی حافظ علامہ جن کی مسند کبیر فن حدیث میں ایک گران مایہ کتاب ہے بہت متمول اور باثروت تھے چالیس کتاب انکی سرکار میں شب و روز کتابوں کی نقل کے واسطے حاضر رہتے۔ اگلے علما جس حوصلے اور ہمت سے کتابیں تصنیف کرتے تھے وہ اس سے عیاں ہو کہ جس مسند کو کبیر کا لقب ملا ہوا اسکی تیاری اور تکمیل میں دس ہزار اشرفیاء صرف ہوئی تھیں۔ ابو مسلم صاحب سنن نے اول مرتبہ روایت حدیث کرنے کی خوشی میں دس ہزار درہم غیرت کیے۔ فاروق خطابی انکے ایک شاگرد راوی ہیں کہ جب ہم لوگ اُسنے سنن مسند فارغ ہوئے تو ہماری ضیافت انھوں نے بڑی دہوم سے کی جس میں ایک ہزار اشرفیاء خرچ ہوئیں۔ اسی طرح جب ابن احمد ہمدانی نے پہلی بار اپنی وطن ہمدان میں اعلیٰ حدیث کیا تو سات سو اشرفیاء طلباء نے حدیث کے نذر کیے۔ شاہ عبد العزیز صاحب حافظ ابن حجر عسقلانی کے حالات میں فرماتے ہیں کہ جب حافظ مدوح بخاری کی شرح فتح الباری کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو اس مسرت میں انھوں نے ایک شان دار دعوت پانسو اشرفی لگا کر کی۔ دارقطنی کے استاد امام دلعج کی سرکار سے محدثین کے

۱ (تذخ ص ۲۵۵) ۲ (تذخ ص ۱۰) ۳ (تذخ ص ۱۵۶) ۴ (تذخ ص ۱۱۴) ۵ (تذخ ص ۱۱۹)

۶ (تذخ ص ۱۵۵) ۷ (بتان ص ۱۹۵) :-

مکتبہ دعوای و سبستان کے وظائف مقرر تھے۔ حافظ ابو عبد اللہ رازی اخیر دفعہ بصیرے  
گئے تو صرف کاتبین کی اجرت کی بابت دس ہزار درہم ادا کئے۔<sup>۱</sup>

## مسلمانان سلفین عموماً علمی ذوق۔

علمای سلف کی علمی شیفتگی سے بحث کرنے کے بعد  
غالباً ایک نظر اس زمانے کے عموماً اہل اسلام کی علمی  
حالت پر ڈالنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ اس دور شایستگی میں جس طرح ہر شایستہ ملک و ملت کے  
فی صدی تعلیم یافتہ لوگوں کی صحیح تعداد آئینہ ہو رہی ہے اس طرح ہم اگلے زمانے کے خواندہ  
مسلمانوں کا ٹھیک شمار پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ مگر بہت سے واقعے کتابوں میں  
ایسے ملتے ہیں جنکی مدد سے قیاس اپنا کام کر سکتا ہے۔ اور ایک تخمینی حالت پچھلے مسلمانوں  
کی بکثرت تعلیم یافتہ ہونے کی ہمارے ذہن میں پیدا ہو سکتی ہے۔ اس بحث کو ہم تین جھوٹوں  
پر تقسیم کرتے ہیں۔ عامہ مسلمین میں علم کا شوق اور رواج۔ بیسیوں میں علم کا چرچا۔  
اُمرا میں علم۔

## عامہ مسلمین میں علم کا شوق اور رواج

عامہ اہل اسلام میں علمی رواج و مذاق کا پتہ لگانے  
کے تین ذریعے ہمارے پیش نظر ہیں۔ اولاً اون  
حاضرین کی تعداد جو ایک ایک حلقہ درس میں شامل اور حاضر ہوتے تھے۔ ثانیاً ان  
اہل کمال کا شمار جو ایک ایک شہر میں تھے۔ ثالثاً چند متفرق جگہ تھیں۔

یہی ابن جعفر مکی نے بیان کرتے ہیں کہ علی ابن عاصم کے حلقہ درس حدیث میں تین  
تیس ہزار آدمی جمع ہوتے تھے۔ یزید بن ہارون نے جب بغداد میں درس حدیث

۱۔ (تذیح ص ۹۸) ۲۔ (تذیح ص ۲۱۶) ۳۔ (تذیح ص ۲۹۰-۲۹۱)



تو اُس میں ستر ہزار حاضرین کا تخمینہ کیا گیا۔ ایک مرتبہ سلیمان ابن حرب کے واسطے بغداد میں قصر خلافت کے قریب ایک مرتفع جگہ مثل منبر نیار کی گئی تاکہ اُس پر بیٹھ کر اعلیٰ حدیث کریں۔ اُس مجلس میں امیر المومنین مامون الرشید اور تمام ہمارے خلافت حاضر تھے جو لفظ امام مدوح کے منہ سے نکلتا تھا اُس کو امیر المومنین اپنے قلم سے لکھتے جاتے۔ جب کل حاضرین درس کا تخمینہ کیا گیا تو چالیس ہزار نفوس انداز میں آئے۔ امام عاصم ابن علی ملای حدیث کے واسطے بغداد سے باہر خلستان میں ایک بلند چوڑے پر بیٹھتے تھے اُن کے مستطیلے ہارون نے اپنے کھڑے ہونے کے واسطے ایک خمدار کچھ کا درخت پسند کر رکھا تھا۔ خلیفہ معتمد با ائد نے ایک بار ایک اپنا معتمد اُس مجلس کی شرکاء کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجا۔ معتمد نے ارشاد خلافت کی تعمیل کی تو ایک لاکھ بیس ہزار پر حاضرین کی تعداد پوچھی جس قوم کے افراد ایک ایک مجلس علمی میں سوا سوا لاکھ جمع ہو جائیں قیاس کیجئے کہ اُس قوم سینے میں کتنا شوق علم بٹھ کر رہا ہوگا۔ اور جو شہر اپنے سوا سوا لاکھ باشندے ایک علمی میں سمجھیں وہ کتنا آباد ہوگا۔

یہ واقعات پڑھنے کے بعد یہ سوال دل میں پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان مجالس کے حاضرین کے شمار کرنے کا کیا طریقہ تھا۔ اور حقیقتہً ان روایتوں پر و فوق اُس طریقے کے صحت و عدم صحت پر موقوف ہے۔ ذیل کا واقعہ اس سوال کا جواب دیگا۔ احمد بن جعفر راوی ہیں کہ جب ابو مسلم بغداد میں آئے تو رجب خسان نامے مقام پر انھوں نے حدیث کا اہل کیا۔ سات مستطیلے کھڑے ہوئے۔ جن میں سے ایک دوسرے کو شیخ کی روایت پوچھتا تھا اور لوگ کھڑے کھڑے تحریر حدیث میں مصروف تھے یہ اندازہ کرنے کے لئے کہ کس قدر آدنی اُس وسیع میدان میں فراہم تھے میدان مذکور کی پیمائش کی گئی۔ اور

دو اتون کا شمار کیا گیا۔ کچھ روپہ چالیس ہزار دو اتین شمار ہوئے۔ جو لوگ کہتے نہ تھے صرف سماعاً شریک تھے وہ اس تعداد سے خارج ہیں۔ جب شیخ وقت فریابی نے بغداد میں الامائی حدیث کیا تو تین سو سولہ مسئلے انکی مجلس میں حاضر تھے۔ اور حاضرین تخمیناً تین ہزار ابو الفضل راوی ہیں کہ جب میں نے فریابی سے حدیث سنی ہے تو قریباً دس ہزار آدمی ان کے پاس ایسے پڑھنے آتے تھے جو دو ات قلم لیکر بیٹھتے۔ امام ذہبی ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں کہ تیسری صدی ہجری میں یہ شوق اپنے رسول پاک کے اقوال و احوال کا اہل اسلام میں تھا کہ ایک مجلس میں دس دس ہزار دو اتین رکھی جاتی تھیں۔<sup>۱</sup>

امام بخاری کے صرف ایک شاگرد فریری سے نوے ہزار آدمیوں نے صحیح بخاری کی اجازت حاصل کی تھی۔ جب قرآن نے اپنی تصنیف کتاب المعانی (فن ادب) کا املا کیا تو لوگوں نے حاضرین کا شمار کرنا چاہا مگر بوجہ هجوم کے نہ کر سکے۔ صرف قاضیوں کو گناؤا نہی گئے۔<sup>۲</sup>

دوسرا ذریعہ عالمہ مسلمین میں علم کی کثرت دریافت کرنے کا ان باکمالوں کی تعداد ہے جو ایک ایک شہر میں ایک ہی وقت میں موجود تھے۔ جیسا کہ بات پر لحاظ کیا جائے کہ فی صدی کتنے طلبہ علمی تعلیم تک پہنچتے ہیں۔ اور پھر اعلیٰ تعلیم تک چھو پہنچنے والوں میں کتنے ایسے ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو علم و فن کی خدمت کے لئے وقف کر کے کمال حاصل کرتے ہیں تو بے شک باکمالوں کی تعداد مسلمانوں میں علم کے آپ اور شائع ہونے کی شہادت بن کر انکی ذیل کے واقعے صرف ایک ایک فن کے کمالات بتلاتے ہیں۔

۱۔ (تذکرہ ص ۱۹۶-۲۶۲-۲۱۰) ۲۔ (مقدمہ ص ۵۸۰) ۳۔ (ابن الجوزی ص ۲۲۸)

گر قیاس کی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں کہ جس شہر میں نو سو سے زیادہ سند یافتہ طبیب ہو گئے  
اُس میں کتنے مُحدث ہوں گے کس قدر ادیب اور کتنے ہندس وغیرہ ذالک پس  
اولاً ذہن میں کل فن کے باکمالوں کی تعداد ایک فن کے باکمالوں پر قیاس کر کے قائم کیجئے  
پھر یہ سوچئے کہ کتنے پڑھنے والوں میں ایک باکمال پیدا ہوتا ہے تو عامۃً مسلمین میں کثرت  
تعلیم کا ایک جمالی مفہوم ضرور آپکے ذہن میں قائم ہو سکے گا۔

مسلم ابن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے آٹھ سو شیوخ سے فن حدیث حاصل کیا ہے  
اور باوجود شیوخ کی اس کثرت کے میں پُل اثر کر نہیں گیا۔ یعنی ایک ہی شہر میں آٹھ سو  
اساتذہ حدیث اُن کو ایسے مل گئے جو شیخ کا لقب حاصل کر چکے تھے۔ ۳۱۹ تہ میں خلیفہ  
عباسی مقتدر باشندہ کو یہ سکر سخت افسوس ہوا کہ شہر بغداد میں ایک شخص کی جان کسی  
طبیعی کے چہل مرکب کی نذر ہو گئی۔ آئندہ انداز کے لئے رئیس لاطبا ابن تابج کے نام  
یہ حکم صادر کیا گیا کہ تمام اطباء کے بغداد کا امتحان لیا جائے جو امتحان میں کامیاب ہوں  
اُن کو سہ عطا ہو اور جو ناکامیاب ہیں اُن کو علاج کرنے سے روک دیا جائے  
بغرض مزید اختیاط سند میں اس امر کی تشریح بھی ہو کہ دارندہ سند کو فلاں فلاں  
قسم کے امراض کے معالجے کی اجازت ہی تاکہ وہ انہیں امراض کا علاج کر کے جنسے  
اوس کو پوری واقفیت ہو ابن تابج نے فرمان خلافت کی تعمیل کی اور کل طبائے  
دارالسلام کا امتحان لیا۔ کیا یہ حیرت خیز بات نہیں ہے کہ بعد امتحان دارالخلافت کے  
دونوں حصوں میں جن اطباء کو سند علاج عطا ہوئی اُن کی تعداد کچھ کم تو سوتھی۔ مزید  
برآں وہ اطباء اس شمار سے خارج ہیں جو بوجہ شہرت فضل و کمال امتحان سے

مستثنیٰ رہے یا جن کو سرکار خلافت میں تعلق حاصل تھا۔ خدا کو علم ہے کہ ایسے طبیب کتنے تھے اور اون کی تعداد نو سو کے حدود کو کھان تک بڑھادی۔

امام ادب نصر بن شعیب جب بصرے سے خراسان کو جانے لگے تو تین ہزار آدمی شہر سے انکی مشایعت کو ایسے نکلے جو یا بخوی تھے یا لغوی عروسی تھے یا محدث یا اخبار کیا ہم انہیں اسلاف کے خلف ہیں جن میں کمال کی یہ کثرت تھی۔ ہمارے پست حالت تو ان واقعات کو بھی رستم و اسفندیار کے افسانوں کے پھلو بہ پھلو بٹھانے پر آمادہ ہے جیسے تین ہزار اہل بصیرت ایک شہر بصرہ سے باہر آئے تھے ویسے تین بھی آج تمام دنیا کی مسلمان میں یقیناً نہیں نکلے گے۔ جس قوم میں یہ قحطِ رجال ہوا سکے اگلے شہر کی یہ مردم خیزی محال تو بے شک نہیں مگر معیارِ حال و خیال تو ضرور ہے۔ تیسرا ذریعہ یہ تفرقہ داتھے ہیں جن سے ایک نہ ایک پہلو سے ہمارا مدعا عیاں ہوتا ہے۔ ابن الاعرابی کو فی نے ایک روز اپنے درس میں دو آدمیوں سے جو کہ باہم باتیں کر رہے تھے ان کا وطن دریافت کیا۔ ذرا غور سے سُنئے کہ ایک نے اپنا وطن اسپین (متصل حد چین) بتلایا۔ دوسرے نے اسپین۔ ابن الاعرابی کو اس خیال سے حیرت ہوئی کہ قس دور و دور از ملک کے باشندوں کو شوقِ علم کی کشش انکی مجلس میں کھینچ لائی تھی۔ امام ابو العباس نے ایام طالبِ علمی میں اپنی والدہ سے اجازت چاہی کہ امامِ قسبہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوں مگر اجازت نہ ملی اور انھوں نے عزمِ فتح کرو یا جب انکی والدہ رحلت فرما گئیں تو یہ بیٹے پوچھے۔ تمہارے بچے سے پہلے وفات پا چکے تھے کسی طبیبِ لقا قدرِ استاد کے فیض سے محروم رہا نا اُن دنوں دنیا نے اسلام میں ایک ایسی مصیبت

عظمیٰ سمجھی جاتی تھی کہ لوگ ابو العباس کے پاس انکی محرومی کی تعزیت کرنے آتے تھے  
حافظ کبیر ابو نعیم کی کتاب الحلیہ کا پھلانچہ حب نیشاپور پور پونچا تو وہاں اُسکی یہ قدر ہوئی کہ  
چار سو اشرفی کو فروخت ہوا۔

علامہ محدث ابن فطیس قرطبی کی کتابین انکی وفات کے بعد بیچی گئیں تو چالیس  
ہزار اشرفیوں میں فروخت ہوئیں۔

جن کتابوں کی دود سے ہم نے یہ اوراق مرتب کئے ہیں

بی بیون میں  
علم کا ذوق

وہ عورتوں کی تعلیمی حالات سے اور بھی خاموش ہیں  
لیکن خوش قسمتی سے کچھ واقعات متفرق ایسے ملے ہیں جو صاف کہہ رہے ہیں کہ ہمارے  
ترقی کے دور میں انسانی صنف نازک بھی ایک علمی شان و مرتبہ رکھتا تھا اور جو کمالات  
اگلے مسلمان حاصل کرتے تھے انہیں انکی ماؤں اور بہنوں کی مدد غیر معتد بہ نہیں  
ہوتی تھی امام حافظ ابن عساکر مؤرخ دمشق نے جن اساتذہ سے فن حدیث حاصل کیا  
تھا ان میں آستی سے زیادہ عورتیں تھیں۔ حفید ابن زہرا شہیلیہ کے طبیب شہور  
کی بہن اور بھانجی طب اور معالجات کی عالمہ تھیں اور امراض نسائی کے معاملے میں بالخصوص  
ان کو مہارت تارہ حاصل تھی۔ خلیفہ منصور (فرمان رواے اُنڈلس کے محلات کا علاج  
ان کے سپرد تھا اس بیان سے یہ سمجھنا چاہئے کہ جیسے عموماً گھر کی بڑی بوڑھیان عورتان  
اور بچوں کے علاج کر لیا کرتی ہیں ایسی ہی ابن زہرا کی بہن اور بھانجی بھی ہوں گی  
مؤرخ ابن ابی امیہ جو علاوہ علامہ وقت ہوئے کے اعلیٰ درجے کے طبیب بھی تھے

۱ (تذکے ص ۲۱۳) ۲ (تذکے ص ۲۹۳)

۳ (تذکے ص ۲۶۲) ۴ (تذکے ص ۱۲۳)

انہی تاریخ میں اُن کی نسبت یہ الفاظ لکھے ہیں۔ وکانت اختہ وابنتھا هذا الملتین  
بصناعة النطب والمداو الادولصاخبین جیداً بما يتعلق بملاد الا لساء امام یزید ابن  
ہارون کو آخر عمر میں ضعف بھارت نے کتاب بنی سے معذور کر دیا تھا انکی جاریہ مصیبت  
میں اُن کے کام آتی اور وقت ضرورت کتابین دیکھ کر اُن کے لئے حدیثیں یا دکر لیتی۔  
ابن سماک کو فی نے (جو اپنے عہد میں مشہور عالم تھے) ایک مرتبہ تقریر کر سنے کے بعد اپنی  
جاریہ سے پوچھا کہ میرا طرز بیان کیسا ہو۔ سخن شناس اس جاریہ نے کہا کہ تقریر تو اچھی ہے  
لیکن اتنا ناقص ہے کہ تم ایک ہی بات کو بار بار کہتے ہو۔ ابن سماک۔ میں اعادۂ کلام اس  
کر تا ہوں کہ جو مخاطب دل مرتبہ نہ سمجھے ہوں وہ بھی سمجھ جائیں۔ جاریہ۔ جب تک کم  
فہم سمجھیں گے۔ سمجھنے والے مکدر ہو چکیں گے۔ امام ابن جوزی کو اُنکے والدین برس کا  
چھوڑ کر رحلت کر گئے تھے باپ کے بعد یتیم بچے کی پرورش کی کفیل بھوپلی ہر تین۔  
ابن جوزی کی بہت چوٹی عمر تھی کہ انکی بھوپلی اُن کو لے کر علما کے حلقہ درس میں جاسایا  
کرتی تھیں تاکہ بچپن سے ہی اُن کے کان علمی باتوں سے آسٹھنا ہو جائیں۔ اس خفیہ  
اوقات کا یہ نتیجہ ہوا کہ ابن جوزی دس برس کی عمر میں خط فرما سنے لگے اور بڑھ کر دنیا  
کے ایک جلیل القدر امام ہو گئے۔ امام ربیعہ الدار کے (استاد امام مالک و خواجہ حسن بصری  
کے والد فرورخ خلافت بنی امیہ کے عہد میں لشکر میں ملازم تھے جن نے مائے بین امام مدوح  
اپنی والدہ کے بطن میں تھے اُس وقت خراسان کو ایک لشکر خلیفہ دمشق کی جانب سے  
دروانہ کیا گیا۔ اور فروخ کی خدمت اس لشکر کے سپرد ہوئی۔ وہ دور اسلامی فتوحات کا دور تھا

۱۔ (میںون ج ص ۷۰) ۲۔ (تذ ج ص ۲۹۲) ۳۔ (ابن ج ص ۲۹۱)

۴۔ (تذ ج ص ۱۳۶-۱۳۷)

اور مسلمان فرمان روا بر و بکر کو اسامی پر چم کے نیچے لائے گا تہیہ کر رہے تھے۔ فروخ کو خراسانی مہم میں کستائیس برس لگا گئے۔ جب وہ لوٹے تو جس بچے کو مان کے پیٹ میں چھوڑ گئے تھے وہ بڑا ہو کر امام وقت بن چکا تھا۔ قصہ مختصر فروخ لوٹ کر اپنے وطن مدینہ منورہ کو آئے اور گھوڑے پر سوار نیند با تھ میں لئے اپنے گھر کے دروازے پر چھو پئے اور نیند دروازے کو نیزے کی اتنی سے کٹھاٹھایا۔ ربیعہ نے جو کھٹکا سنا تو دروازے کھولا اور باہر آئے۔ اگرچہ باپ نے بیٹے کو نہیں پہچانا مگر گھرا کٹھا دروازہ کھلنے پر بے تکلف اندر جاتے گئے۔ ربیعہ نے جو دیکھا کہ ایک اجنبی سوار اندر جانا چاہتا ہے تو اون کو وحشت ہوئی اور لکار کر کھا کہ یا عدو اللہ تو میرے مکان میں کس طرح گھسپڑتا ہے۔ سپاہی نش فروخ کو خوبی رکون میں فتح کا جوش تازہ تھا یہ سن کر طیش آیا اور کھا کہ خدا کے دشمن میرے حرم سل میں تیرا کیا کام۔ غرضات بڑھ ہی اور خدائی تیغ پڑوسی جمع ہو گئے امام ہاکم صاحب بھی اُستاد کا مہالہ سمجھ کر تشریف لے آئے اور مصلحانہ لہجے میں فروخ سے کھا کہ بڑے میان آپ کو ٹھہرنا ہی مقصود ہی۔ تو دوسرا مکان موجود ہے۔ امام صاحب کی نرمی نے فروخ کے دل پر اثر کیا اور کھا کہ خباب یہ نام فروخ ہی اور یہ مکان میرا ہے۔ ربیعہ والدہ نے نام نہ کر بیچا نا اور کھا کہ یہ تو ربیعہ کے باپ ہیں۔ اب تو باپ بیٹے گھلے اور ملکر خوب روئے۔ دونوں کی حرارت جب رونے سے کم ہوئی تو دونوں گھر میں آئے اندر آ کر پھر جوش محبت میں صاف دل باپ نے بی بی سے پوچھا کہ میل ہی بیٹا ہے۔ انھوں نے کھا ہاں۔ فروخ جب اطمینان سے بیٹھ لے تو اودن کو دہائیس ہزار اشرفیان یاد آئیں جو چلتے وقت بی بی کو دے گئے تھے اور اودن کی نسبت تنفسا کر کیا۔ زیرک بی بی نے کھا کہ گہرا نے نہیں۔ حفاظت سے رکھی ہوں۔ ربیعہ الراہ اس عرصے میں مسجد نبوی بن

جا کر اپنے حلقہ درس میں تمکین ہوئے جس میں امام مالک اور خواجہ جن ابصری جیسے  
 اعیان شامل تھے تلاذہ کا یہ ہجوم تھا کہ چاروں طرف سے شیخ کو گھیرے ہوئے  
 تھے۔ فروغ جو نماز پڑھتے مسجد میں گئے تو وہاں یہ عالم دیکھا اور دیر تک شوق  
 اوس مجمع کو دیکھتے رہے۔ ربیعہ اوس وقت بہر حج گئے تھے اور سر پر اونچی  
 ٹوپی تھی۔ اس لئے باپ کو ایک دفعہ پھر بیٹے کے پچھاننے میں دقت ہوئی اور  
 انھوں نے متعجب ہو کر لوگوں سے پوچھا کہ یہ شیخ کون ہی۔ سامعین نے جواب  
 دیا کہ ربیعہ ابن عبد الرحمن فروغ کے اوس وقت کی مسرت کا اندازہ سوائے  
 عالم الغیب کے کون کر سکتا ہے۔ فرط مسرت میں اون کی زبان سے بے اختیار  
 نکلنا اَللّٰهُ تَعَالٰی نے انہی جب خوش خوش گھر آئے تو بی بی سے سارا ماجرا بیان  
 کیا۔ بی بی نے کہا کہ آپ کو کیا زیادہ پسند ہے۔ بیٹے کی یہ شان یا تیس ہزار تھپان  
 شوہر نے کھا کہ والدین اس شان کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ بی بی۔ میں نے وہ  
 اثرفیاض ربیعہ کی تعلیم میں صرف کردین۔ زرمہ دل شوہر۔ واللہ مساک  
 ضیعتہ (قسم رب کی تم نے وہ مال ضیاع نہیں کیا) اس واقعے میں یہ امثال  
 غور ہو کہ ایک بچہ باپ کی تربیت سے مجرم ہو کر ان کی حفاظت میں رہے اور  
 ماں کے قبضے میں تیس ہزار اثرفیاض ہوں۔ پھر اس بچے کو ایسی پیش بجا تعلیم  
 دیجئے کہ اوس کے شاگرد دنیا کے نام آور امام ہوں۔ بے شک یہ اس عہد کی  
 عورتوں کے عقیل اور علم دوست ہونے کی دلیل ہی۔ ہمارے ملک میں اگرچہ ہوں  
 صدی کی کسی ان کے اختیار میں تیس ہزار اثرفیاض اور ایک بچہ دیدیا جائے  
 تو معلوم نہیں بلند اقبال صاحبزادے کے اقبال کھان تک ترقی کریں۔



عربی کے ریاضیات میں شرح چھینی جس پائے کی کتاب ہے اس سے ہر ایک شرقی طالب علم واقف ہے لیکن یہ بات بہت کم معلوم ہوگی کہ اگر قاضی زادہ رزم کی علم پر اپنے بھائی کی مدد کرتے تو ہمارے کتاب خانے میں اس شہور کتاب کے محروم ہوتے۔ شارح طینی نے ابتدائے علوم کی تحصیل اپنے وطن رزم میں کی تھی جب ہندو عجم کے کمال کا شہر ادھون نے سنا تو خراسان کا شوق اُن کے دل میں پیدا ہوا اور اچھکے چھکے سامان سفر کرنے لگے۔ اُنکی بہن انبی زہر کی سے بھائی کے ارادہ کو پائین اور بجائے اس کے کہ روپیٹ کر گھر بھیجے کہ نہ دار کو دیتیں۔ اپنا بہت سازو بار بھائی کے سامان سفر میں چھپا چھپا کر رکھ دیا تاکہ مسافت میں خرچہ کی طرف سے پریشانی نہ ہو۔ بہن کے اس عزیز تہ شے نے جو نفع دیا ہوگا اُس کا اندازہ علامہ بھائی کے دل سے کوئی پوچھنا۔ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ امام بخاری نے جب چودہ برس کے سن میں علم حاصل کرنے کے لئے سفر شروع کیا تھا۔ تو اُن کی والدہ اور خواہر نگرانی کی تسکفل تھیں ہم اس عنوان میں صرف دو تین مثالیں بیان کر نیکی

### امرا میں علم کا ذوق

مشہور نہ پیدا کرے۔ ابتدائی ہجری صدیوں میں مسلمان اُمراء عالم ہونے کی حیثیت سے علماء کے پہلو بہ پہلو رہتے ہیں۔ بنی ہاشمی اور سیف الدولہ کے فضل و کمال سے کون واقف نہیں۔ مگر چونکہ ہم دوسرے وادی میں ہیں اس لئے انہیں مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ استاد ابن عمید وزیر ہاں بویہ نے ایک دفعہ بیان کیا کہ میں اس خیال باطل میں تھا کہ وزارت دریا سے زیادہ پر لطف کوئی چیز دنیا میں نہیں۔ مگر جب

شہنشاہ سلیمان ابن ایوب طبرانی اور جہانی کا مناظرہ سنا تو اُس لطف کو قبول کیا۔ اس  
 مناظرے میں طبرانی قوتِ مافکہ کے زور سے اور جہانی جودتِ ذہن کی مدد سے اپنے  
 اپنے حریف پر غالب آنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ کہ انکی آوازوں میں  
 لمبائی پیدا ہونے لگی۔ ایک بار جو شہنشاہ جہانی نے کہا کہ میرے پاس ایک ایسی  
 حدیث ہے جو سارے عالم میں کسی کے پاس نہیں۔ طبرانی نے ”بسم اللہ“ پڑھ کر جہانی نے مسئلہ دیت  
 شروع کیا۔ ابو خلیفہ تسلیمان ابن ایوب طبرانی نے ”سلیمان ابن ایوب یہودی نام ہے۔ اور لفظ  
 نے یہ حدیث مجھی سے حاصل کی تھی۔ اب تم مجھے اسکی سند عالی حاصل کرو۔ جہانی نے ”سنگرمہنچو درگہ“ کو  
 طبرانی کے اُس وقت کی رحمت دیکھ کر یہ تمنا ہوئی کہ کاش میں طبرانی بتاؤ کہ لطیف رحمت نصیب کیا۔ ایسے مشعل  
 ابن دفعہ الدولہ کے وزیر تھے ایک موقع پر امیر بخارا النوح سامانی نے اپنے وزیر کے  
 لئے اون کو پردہ طلب کیا۔ ابن عباد نے مغیہ نہ آسکنے کے جو عذر کہلئے اُن میں یہ بھی  
 تھا کہ صرف میری کتابوں کے اٹھانے کے لئے چار سو اونٹوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وزیر  
 مدوح کے ہمراہ ہر سفر میں اتنی ادب کی کتابیں رہتی تھیں کہ اُن کے اٹھانے کے لئے تین  
 اونٹ درکار ہوتے تھے۔

علامہ موفق الدین بغدادی ایک بار قاضی فاضل سے ملنے گئے جو سلطان صلاح الدین  
 کے سب سے زیادہ مقرب امیر تھے۔ جب یہ انکی خدمت میں پہنچے تو اُن کو اس حال  
 میں پایا کہ خود کھڑے تھے اور دو کانہوں کو مضمون بتلاتے جاتے تھے جب یہ پہنچے  
 تو اُن سے بہت سے علمی نازک سوال کئے مگر کہنا اور مضمون بتلانا برابر جاری رہا۔ علامہ  
 مدوح بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص سہرا قلب و دماغ معلوم ہوتا تھا۔ دورانِ تحریر میں اون کے  
 لب اور چہرے سے جو رنگ رنگ کے حرکات پیدا ہوتے تھے وہ صاف کہہ رہے تھے

کہ کس قدر دلورہ ان کی طبیعت میں مضمون آفرینی کا تھا۔

## عنوان دوم حق پسندی اور ست گوئی

جس پاک کردہ کو ہم نے مدارس میں سرگرم طلب علم چھوڑا تھا اب اُس کی نسبت یہ دیکھنا کہ مکتب و مدرسہ سے باہر اگر اُن کے اخلاق اور ان کی طرز معاشرت کیسی تھی۔ اس کے علاوہ اس کے علمائے مزید حالات معلوم ہوں ہماری گزشتہ تعلیم کی نسبت یہ رائے قائم ہو گی کہ وہ کس ڈھنگ کے انسان پیدا کرتی تھی۔ عنوان ہدایین ہم اخلاق انسانی کی سب سے اعلیٰ اور افضل صفت کو اپنا موضوع قرار دیتے ہیں وہ کیا۔ حق پسندی اور ست گوئی دنیا میں شاید کوئی انسان ہو گا جو اس امر کا مدعی نہ ہو کہ وہ حق اور راستبازی پر دل و جان شہید ہے۔ لیکن عمل (جو قول کی کسوٹی ہے) صاف کھرے اور کھوٹے کی حقیقت کھول دیتا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ حق پسندی یعنی بے بجا صفت سے اوستہ قدر دشوار اور معرکہ خیز ہے۔ وہ شخص بے شک حق پرست ہو سکتا ہے جو زبردستی کے خوف، منفعت کی امید اور عزیزوں کی محبت کو حق پرستے شمار کر دے یا بالفاظ دیگر سوائے حق کے اوسے کو کسی سے کچھ سروکار نہ ہو۔ کیا فرمایا تھا حضرت خیر المشرقیؑ اپنے صحابی جناب عمرؓ کی نسبت فتوکہ الحق وصالہم من صدیق۔ یعنی حق کوئی نے عمرؓ کو بے یار کر کے چھوڑا مگر ایسے دنیا میں بہت کم ہوئے ہیں خداوند تعالیٰ جن دلوں کو اس قدر بے لوث فرما دیتا ہے

لہ وہ بجز حق کے سب سے بچانہ ہو جاتے ہیں وہ البتہ اس عالمی رتبہ کو حاصل کر سکتے ہیں۔  
ایک بیچ کے خاطر زبردست سے بیخوف۔ فائدے سے بے پروا اور غریبوں سے  
نا آشنا رہنا بیچ کا شکل ہے اور غالباً کسی آدمی کی حق پرستی کے امتحان کے لئے ان حالتوں  
سے زیادہ عمدہ معیار ہاتھ آنا ناممکن ہے۔ لہذا ہم علمائے سلف کی حق پسندی انھیں قینوں  
حق کے دشمنوں کے مقابلے میں ثابت کریں گے ورنہ وعظ اور تصنیف یہہ دونوں تو بڑے  
دلکش میدان حق کے ہیں۔

## حق پسندی بمقابلہ حکام

لفظ حکام میں جس قدر جبروت اور قہاری اگلی تاریخ میں  
نظر آتی ہے اُسکی نظیر آج کل کے آئینی عہد میں ملنی ناممکن ہے  
جس سلطنت کے سربراہ یہ رہتے ہیں وہ تو ایسی امن دوست اور رفاہ پسند ہے کہ ان  
ہمیشہ صفات کا کوئی ثمنہ ان حاکم میں نہیں پایا جاتا واللہ اعلم بالصواب  
کرسارے عالم کے مخبر اخبار بھی ہم کو زمانہ حال میں کوئی ایسا فرمان روا نہیں بتلاستے جس کے  
دربار میں سچا جاح ابن یوسف یا تیمور کی ہیبت کا نشان مل سکے۔ پس جب ہم اس دور  
عافیت میں حق پسند کا قہر پاتے ہیں تو اگلے زمانہ میں اس صفت کو جو دغفا ہونا چاہئے  
تھا۔ لیکن واقعات اس کے خلاف ثابت کرنے کو آمادہ ہیں۔ اُن واقعات کو پڑھ کر معلوم  
ہوئے کہ جن بزرگوں نے اگلے جلا بد پادشاہوں کے عہد میں حق کو بنایا انھوں نے بڑا  
کام کیا۔

ایک مرتبہ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) نے حجاج کو خلیفہ پڑنے دیکھا تو غضب  
آلود ہو کر یہ ملا فرمائی گئی۔ خدا کا دشمن ما خدا کی حرام کی ہوئی باتوں کو اس نے حلال کر لیا  
خدا کے گھر کو خراب کیا اور خدا کے دوستوں کو قتل۔ حجاج نے اپنی نسبت پر سخت کھٹکت

سُنکر پوچھا کہ یہ کون ہے۔ کسی نے کہا عبداللہ بن عمر۔ اتنا سُنکر دو سفاک آپ کی طرف  
مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ بڑے میان اب تم ٹھہرا گئے ہو اور تمہارے حواس بجا نہیں ہیں  
منبر سے اُترا تو دل میں بخار بھرا ہوا تھا اپنے ایک ملازم کو ایما کیا اور اُس نے اپنے ہرین  
بجھا ہوا حریہ حضرت ابن عمر کے پائوں پر مار دیا۔ اسی ہتھیار کی تہیت آپ کی وفات کا باعث  
ہوئی۔ مزید غنایت دیکھئے کہ جو مرض خود پیدا کیا تھا اُس کی عیادت کو آیا۔ مگر حضرت عبداللہ  
نے نہ اس کے سلام کا جواب دیا نہ کلام کا۔ جو واقعہ ہم آگے بیان کرتے ہیں وہ اس سے تھوڑا سا  
ثابت قدمی کی ایک بے نظیر مثال پیش کرتا ہے۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق پرستی اُن  
بزرگوں کے دل ایسے مضبوط کر دیتی تھی کہ موت اُن کے سلسلے کھڑی ہوتی اور وہ بے  
پر دوائی سے ہنستے۔ اور جلا دے ہاتھ میں شمشیر نہ ہند اُن کے واسطے کوئی خوفناک چیز نہ  
ہوتی۔ ذالک فضل اللہ یومیہ من یشاء جلیل القدر تابعی حضرت سعید ابن جبیر  
دولت نبی امیہ مخالف ہو گئی تھی اور یہ بچے بچہ مچھرتے تھے۔ مگر ایسی زبردست سلطنت کے  
پہنچے سے بچنا ناممکن تھا۔ والی مکہ نے ایک موقع پر ان کو پکڑ کر حجاج کے پاس بھیج دیا۔ اُس  
کی جفا جو طبیعت کو گویا ایک ضیانت ہاتھ لگی جب یہ پیش ہوئی تو اُس نے ان کا نام پوچھا  
اُنھوں نے فرمایا کہ سعید ابن جبیر۔ حجاج اُس وقت اس قدر طیش میں تھا کہ اُن کے نام کے  
اچھے الفاظ بھی تلخ معلوم ہوئے۔ اور اُن سے جوش غضب میں کھا کہ انت شقی بن کثیر  
سعید۔ میری والدہ میرا نام تجھے بہتر مانتی تھیں۔ حجاج اور گپڑا اور کہا کہ تسقیبت امک  
و تسقیبت انت یعنی تمہاری والدہ بھی بد نعت اور تم بھی بد نعت۔ سعید غیب کا جاننے والا  
تیرے سوا اور ہے۔ حجاج (جلکہ) دیکھو تو میں تم کو دنیا کے بدلے میں کیسی لپٹیں مارتی

ہوئی آگ دیتا ہوں سعید۔ اگر میں یہ جانتا کہ تیرے اختیار میں ہے تو میں تجھ کو اپنا معبود  
 بنا لیتا۔ اب حجاج نے (جو اُن کے قتل کے لئے بجاتہ ڈھونڈ رہا تھا) اُن سے مذہبی  
 سوالی شروع کئے جو پوچھ لیکھ پھولے ہوئے تھے۔ اور پوچھا کہ آنحضرت کی نسبت تمہارا  
 کیا قول ہے۔ سعید اپنی رحمت اور لٹام مہدی ایتھے۔ حجاج خلفائے بارے میں تمہاری کیا  
 رائے ہے۔ سعید۔ لکنت علیکم بوالکین (میں اور ان کا قافی نہیں) حجاج۔ اُن میں کون  
 سب سے بہتر تھا۔ سعید۔ اس رضا ہم لخالقی جو میرے والد کی مرضی کا سب سے  
 زیادہ پابند تھا۔ حجاج۔ کون سب سے زیادہ رضا جو تھا۔ سعید۔ علم ذالک عند  
 الذی یعلم بکرم و بخلکم۔ (اس کو وہ خوب جانتا ہے جو اُن کے بھیدوں  
 اور پوشیدہ باتوں سے واقف ہے) غرض عرصے تک اس قسم کے سوال جواب رہے  
 مگر حضرت ابن جبیر نے کوئی موقع گرفت کا نہیں پیدا ہونے دیا۔ اور اپنے صاف صاف  
 مگر چھپتے جوابوں سے حجاج کی برہمی برابر بڑھاتے گئے۔ آخر اس نے کھسکا کر کہا کہ  
 اختریا سعید ای قتلة اقتلتک (اے سعید تباؤ میں کس شکل سے تم کو قتل کروں)  
 سعید۔ اختریا حجاج لنفسک فواللہ لا یقتلن قتلة (اقتلتک اللہ  
 مثلہما) (اے حجاج تو خود ہی پتھر کر کے قسم رب کی جس طرح تو مجھ کو قتل کرے گا اسی طرح  
 خدا تجھ کو قتل کرے گا) حجاج۔ کیا میں معاف کروں۔ سعید۔ اگر غفور ہو تو خدا کی طرف  
 ہو۔ رہا تو میں تو وہ کیلو تیری کشتا ہے نہ کسی کو عذر قبول۔ اتنی بحث کے بعد حجاج  
 نے آخری حکم دیدیا اور بلا حضرت جبیر کو باہر لائے۔ حجاج تو اپنی انتہائی طاقت  
 صرف کر چکا تھا لیکن خدا کے سعید بندے کو ابھی تسلی نہیں ہوئی تھی۔ جب باہر آئے  
 تو ہنسنے۔ حجاج کو خبر ہوئی تو اس نے پھر بلا یا اور سنی کی وجہ دریافت کی۔ ابن جبیر

فرمایا عجب ت من جبرائیل علی اللہ وحلم اللہ علیک دیکھو خدا کے مقابلے میں تیری  
جرات پر اور تیری نسبت خدا کے علم پر تعجب ہوا۔ حجاج اس گرم فقرے کو سنکر اور ٹھکرا  
اور جلا دون سے کھا کر میرے سامنے گردن مارو۔ اب ابن جبیر شہادت کے لئے مستعد ہوا  
اور قبلہ رو ہو کر فرمایا وَجْهْتُ وَجْهِي لِلذِّمِّي فَطَرَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ خَيْفًا وَمَا أَنَا مِنَ  
الْمُشْرِكِينَ۔ حجاج۔ ان کا منہ قبلے سے پھیر دو سعید۔ اینما تو لو انتم وجہ اللہ (جذبہ تم  
پھر دگے اسی طرف خدا کا منہ ہے) حجاج۔ اوندا ڈال دو۔ سعید۔ منہا خلتنا کم و فیجا خفید کم  
و منہا نخر جبکہ تاوڈا اُخڑی۔ ہم نے اسی سے (یعنی زمین سے) تمکو پیدا کیا اور اسی میں تمکو فنا  
ہوئے گے اور اسی سے ایک دفعہ تم کو پھر نکالیں گے) حجاج نے اونکی سیف زبانی سے تنگ ہو کر جلا  
کو اشارہ کیا کہ جلد اپنا کام کرو۔ سعید۔ سن لے میں اسکی شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود  
نہیں۔ وہ اکیلا ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ محمد اس کے  
بندے اور رسول ہیں۔ میری جان تو لے جب تو میدان حشر میں مجھ کو ملے گا تو میں تجھے لے لوں گا  
حضرت ابن جبیر کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ جلا د کا ہاتھ اٹھا اور اُن کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ اِنَّا  
لَنُورِثُكَ اِنَّا لَیْہِ رَاجِعُونَ ۝ بنا کر دند خوش سے بخون و خاک غلتیدین پ خدا رحمت کند این شہادت  
پاک طہنت را پڑ بعد قتل اُن کے جسم سے خلاف معمول خون بہت نکلا۔ جس سے حجاج سے سفاک  
حیرت ہوئی اور اُس نے اپنے طبیب خاص تیا ذوق سے اس کی وجہ دریافت کی تیا ذوق نے کہا کہ  
چونکہ اُن کی خاطر بالکل مطمئن تھی اور قتل کا خوف قطعاً اُن کے دل میں نہ تھا اس لئے خون انہی صلی  
مقدار پر قایم رہا۔ بخلاف اور مقتولوں کے کہ اُن کا ہیبت کے مارے پھلے ہی خشک ہو جاتا ہے  
۷ میں نے اپنا منہ کیا اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان و زمین ایک طرف کا ہو کر اور  
میں نہیں غریب کرنے والا۔ ۱۲

علاوہ اس طبی شہادت کے حضرت ابن جبریک کے کلام کی خیربت کی صاف کہہ رہی ہے کہ انکی طبیعت  
 بالکل آسودہ اور آرمیدہ تھی اور ضرطرب کا نام بھی اُن کے قلب میں نہ تھا۔ یہ شعبان ۹۰ھ  
 کا واقعہ ہے۔ رمضان ۹۱ھ میں حجاج بھی راہی عدم ہو گیا۔ **۵** دیدی کہ خون ناحق پروانہ  
 شمع راہ چندان امان نداد کہ شب راسخ کنڈ۔ انہیں کے ہمنام اور ہم عصر دوسرے تابعی حضرت  
 سعید ابن المسیب کا ذکر ابن السائب کرتے ہیں کہ ایک روز وہ اور میں دونوں بازار میں تھے کہ خلیفہ دمشق کا بڑا نادر <sup>مناظر</sup>  
 گذرا ابن المسیب نے اچھو پچھا کہ تم بڑید ہو۔ برید جی مان۔ ابن المسیب۔ تم نے اُن کو کس حال میں چھوڑا  
 ہرید۔ بخیر۔ ابن المسیب۔ نہیں بلکہ تم نے اُن کو اس حال میں چھوڑا ہے۔ کہ وہ آدمیوں کو بھوکا  
 مارنے ہیں اور کتوں کا پیٹ بھرتے ہیں۔ برید یہ سنکر گریٹ گیا اور آنکھیں نکال کر انکی طرف  
 دیکھنے لگا۔ ابن السائب کہتے ہیں کہ میں دہشت زدہ ہو کر کھڑا ہو گیا کہ دیکھئے اب کیا ہو۔  
 برید۔ دیر تک تیور بدلے کھڑا رہا مگر پھر کچھ سوچ کر چل دیا جب وہ جالیا تو میں نے حکا کہ ابن  
 المسیب خدا تمکد نیکی دے تم کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑے ہو۔ اُٹھو میں نے فرمایا یہ ہو  
 چپ رہ جب تک میں حق پر قائم ہوں واللہ خدا مجھ کو دشمنوں کے قبضے میں نہ لے گا۔ ایک  
 دفعہ تیس سال ہزار درہم دولت مذکور کی طرف سے انکی خدمت میں پیش کئے گئے تو انہوں نے  
 فرمایا کہ نہ مجھ کو نبی اُمید کی پروا ہے نہ اُن کے مال دولت کی۔ میں خدا کے سامنے جاؤنگا اور وہ  
 میرا اور اُن کا انصاف کرے گا۔ انہیں حق گوئیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ خلیفہ عبد الملک نے جاڑ  
 کے موسم میں اُن کو پھوٹا کر سرد پانی ڈلوایا اور ایک دوسرے موقع پر پچاس درے لگو کر بازار  
 تشہیر کرائی۔ عمر ابن ابیہ جب خلیفہ دمشق زید ابن عبد الملک کی جانب سے والی عراق فرمایا  
 مقرر ہو کر آیا تو اس نے خواجہ حسن بصری امام ابن سیرین اور امام شعبی کو طلب کیا اور ان کے



سامنے یہ مدبرانہ تقریر کی۔ یزید ابن عبد الملک کو خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں پر خلیفہ قرار  
 کیا ہی اور اُن سے اوس کی اطاعت کا عہد لیا ہی اور ہم سے (یعنی ملازموں سے) اُس کے  
 حکم کے سننے اور بجالانے کا۔ مجھ کو جو عہد خلافت کی طرف سے عطا ہوا ہے وہ آپ سب کو معلوم  
 ہے۔ خلیفہ کی جانب سے ایک حکم مجھ کو ملتا ہی اور میں اُس کی بے تاثر تعمیل کرتا ہوں۔ اس بار میں  
 کی کیا رائے ہے۔ خواجہ بصری نے اس پولیٹیکل گفتگو کا جواب جن صاف اور سچے الفاظ میں دیا  
 وہ قابلِ شنید ہیں۔ اُنھوں نے فرمایا کہ اے ابن ہبیرو! یزید کے معاملے میں خدا تعالیٰ سے ڈر  
 اور خدا تعالیٰ کے معاملے میں یزید کا خوف مت کر۔ خدا تعالیٰ تجھے یزید کے شر کو دفع کر سکتا ہے  
 مگر یزید اُس حکم الحاکمین کے قہر کو نہیں روک سکتا۔ وہ وقت بہت دور نہیں ہے کہ خداوند عالم  
 تیرے پاس اپنا ایک فرشتہ بھیجے گا۔ جو تجھ کو شاندار تخت اور وسیع محل سے علیحدہ کر کے تنگ قبر  
 میں پونہچا دیگا۔ وہاں سوائے تیرے اعمال کے کوئی تجھ کو نجات نہیں دلا سکتا۔ اے ابن  
 ہبیرو! اگر تو خدا کا گناہ کرے تو خوب سمجھ لے کہ خلیفہ کو اُس نے اپنے دین کا اور اپنی بندو کا  
 محافظ اور ناصر مقرر کیا ہی پس خدا کے دین کے خلاف اُس کے مقرر کئے ہوئے حاکم کی وجہ سے جبارت  
 مست کر کیونکہ خالق اکبر کے مقابلے میں مخلوق کا حکم مانا کسی طرح روا نہیں۔ اسی یزید ابن ہبیرو نے  
 امام اعظم کو ایک دفعہ طلب کر کے اُسے عہدہ قضا قبول کرنے کے واسطے کہا۔ امام صاحب چونکہ یہ بار  
 اپنے ذمے لینا نہیں چاہتے تھے لہذا انکار کر دیا۔ ابن ہبیرو اس انکار سے بگڑ گیا اور گیارہ روز تک  
 دس درے روزانہ اُن کے گلوں سے تاہم اُس کا اصرار اُن کے انکار پر غالب نہ آسکا۔ اسی عہدہ قضا  
 کی بدولت امام ابو حنیفہ کے قدر میں اور سختی لکھی تھی۔ جب منصور بغداد کا خلیفہ ہوا تو اُس کی نظر بھی اُس منصب  
 کے لئے امام ممدوح پر پڑی۔ چنانچہ اُن کو کونے سے طلب کیا اور عہدہ مذکور کے قبول کرنے کی فرمائش

کی۔ امام صاحب اب بھی اپنی رائے پر سختی سے قائم تھے لہذا خلیفہ کی فرمائش قبول کرنے سے عذر کیا  
منصور نے قسم کھا کر کہا کہ میں تمکو قاضی مقرر کروں گا۔ انھوں نے جواباً بالقسم فرمایا کہ میں اس عہدے کو  
منظور نہیں کروں گا۔ خلیفہ نے دوبارہ قسم کھائی۔ انھوں نے مکرر قسمیہ نکار کیا اور اپنے انکار کی وجہ بیان  
کی کہ میں اپنے آپ کو اس منصب کے قابل نہیں سمجھتا تھا جبکہ بن ربیع نے (جو دربار میں حاضر تھا)  
خلیفہ کی خوشامد کی راہ سے کھا کہ امیر المومنین قسم کھا چکے ہیں پھر بھی تم انکار سے کہتے ہو۔ امام نے  
فرمایا کہ امیر المومنین کے لئے کفارہ قسم ادا کر دینا بہ نسبت میرے زیادہ آسان ہے خلیفہ جب ان کی رائے کو  
کسی طرح مقید نہ کر سکا تو اُس نے خود ان کو قید خانے بھیج دیا۔ اور حالت محبوس میں سترہ تین اُس ایک  
عالم کے امام نے وفات پائی۔ ان دونوں واقعوں کے ساتھ ایک تیسرا واقعہ اور ملائے۔ جس سے امتیاز  
مراتب کا مکمل مل ہو گا۔ ایک زمانے میں حاکم کو فتنے بے حکم دیدیا تھا کہ ابو حنیفہ فتویٰ دیا کریں۔ چنانچہ امام صاحب  
فتویٰ دینا چھوڑ دیا تھا۔ انہیں روزوں کا ذکر یہ کہ ایک دن امام مدوح گہر میں تشریف رکھتے تھے۔ بی بی  
اور بیچے پاس تھے۔ اسی اثنا میں ان کی صاحبزادی نے روزے کے متعلق ایک سوال پوچھا۔ آپ نے فرمایا  
کہ بیٹا! یہ سال اپنے بھائی حماد سے پوچھ لو مجھ کو حاکم کی طرف سے فتویٰ دینے کی نافرست ہے۔ اس لئے میں  
تمہارے سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ کیا اس سے بڑھتی پرستی ہو سکتی ہے۔ عہدہ قضا قبول نہ کرنا  
اپنے نفس کا حق تھا جس کو انھوں نے حاکم اور خلیفہ کے مقابلے میں برسرِ دربار نہیں چھوڑا۔ اور فتویٰ دینا  
حاکم کا حق تھا جس کو انھوں نے غلوٹ اور گھڑکی چار دیواری کے اندر بھی ملحوظ رکھا۔ امام زید ابن حبیب  
تابعی ایک دفعہ علیل تھے ابن سہیل دالمی مصر کی حیثیت کو آیا۔ اتنا ہی کلام میں اُس نے پوچھا کہ جس  
کپڑے پہنچھ کا خون لگا ہو اُس سے نماز جائز ہے یا نہیں۔ امام مدوح نے یہ سنکر غصے سے سترہ پھیر لیا اور

کچھ نہیں کھا۔ جب امیر مذکور نے چلنے کا قصد کیا تو اس کو نظر بھر کر دیکھا اور حکا کہ تو روزانہ تو خدا  
 کے بندوں کا خون بھاتا ہو اور چھروں کے خون کا فتویٰ پوچھنے چلا ہو۔ خلیفہ دمشق ہشام ابن عبد  
 نے اپنا ایک معتد امام اعشق کو فنے کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ اُن سے حضرت عثمانؓ کی خوبیاں  
 اور حضرت علیؓ کی برائیاں لکھو لائے۔ جب ایلچی اُنکی خدمت میں پونچھا اور خلیفہ کا شفقان کو دیا تو انہوں  
 نے اُس کو پڑھا اور پڑ کر ایک بکری کے منہ میں دیدیا بکری اوس کو چبا چکی تو معتد خلافت سے فرمایا کہ اپنی  
 آفتاب سے لکھ دینا کہ اُن کے پروانے کا بھی جواب ہی۔ قاصد کو حکم تھا کہ جواب تحریر ہی لائے لہذا اُس نے  
 منت کی کہ جو کچھ جواب ہو لکھ دیجئے۔ اُس کے اصرار سے نگ آکر اُنھوں نے یہ جواب لکھ دیا کہ  
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاِذَا امِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ لَوْ کَانَ لِعُثْمَانَ رِضٰی اللّٰهِ عَنْهُ مَنَاقِبُ  
 اَهْلِ الْاَرْضِ مَا نَفَعَتْکَ وَلَوْ کَانَ لِعَلِّ رِضٰی اللّٰهِ عَنْهُ مَسَاوِیْ اَهْلِ الْاَرْضِ  
 مَا نَصَرَکَ فَعَلِیْکَ بِخَوِیْصَةِ نَفْسِکَ وَالسَّلَامُ عَلَیْہِ اے امیر المؤمنین اگر  
 حضرت عثمانؓ میں سارے جہان کی خوبیاں تھیں تو اُن سے تم کو کچھ نفع نہیں اور اگر حضرت علیؓ میں  
 دنیا بھر کی برائیاں تھیں تو تمھارا کچھ نقصان نہیں۔ پس تم خاص کر اپنے نفس کی خبر لو۔ والسلام  
 ابو جعفر منصور خلیفہ بغداد نے ایک بار امام مالک و امام مالک اور امام عبد اللہ ابن طاووس کو اپنے پاس  
 بلایا اور انسانی بلاقات میں ابن طاووس سے کہا کہ اپنے والد کوئی حدیث روایت کرو۔ اس فرمائش سے  
 ابن طاووس کے ہاتھ اس امر کا گویا موقع لگا کہ وہ خلیفہ کو اُسکی بے اعتدالیوں اور سختی پر تنبیہ کریں۔ اور  
 اُنھوں نے یہ حدیث انتخاب کر کے سنائی۔ حَدَّثَنِیْ اَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ  
 رَجُلٌ اَشَسَّہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی سُلْطَانِہٖ فَاَدْخَلَ عَلَیْہِ الْجُورَ۔ یعنی میرے والد نے  
 مجھے یہ حدیث روایت کی کہ جس کی قیامت کے دن سب سے بڑھ کر عذاب اوس کو ہو گا جس کو خدا تعالیٰ

اپنی حکومت میں شرکت دے اور پھر وہ ظالمانہ حکومت کرے۔ منصور سے قہار فرمان روا کے سامنے  
 اور یہ جرات۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ مجاہد بن طاؤس کے قتل کا پورا یقین ہو گیا اور میں نے اپنے  
 دامن سمیٹ لئے کہ مبادا اُن کے خون کی چھٹین میرے کپڑوں پر پڑیں۔ خلیفہ دیزنگ کت  
 رہا عرصے کے بعد نگاہ اٹھائی اور اُون سے ایک اور سوال کیا۔ ابن طاؤس کے قلب پر اب بھی  
 کا رعب غالب نہیں آیا تھا۔ اس سوال کا جواب بھی پوری آزادی سے دیا۔ خلیفہ نے تنگ کرکھا  
 قَوْمًا عَنِّي لَيْسَ بِمِيرِي پاسبانوں نے فرمایا۔ مالک ما کنا نبتجہ یہ تو  
 ہماری عین مراد ہے۔ اور یہ کہ کھڑکھڑے ہوئے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اُس روز سے میں ابن طاؤس  
 کے فضل کو مان گیا ہوں فقہ کے چار امام جن کی امامت آج تک چار دہائیوں تک عالم میں مسلم ہو کر ورنہ  
 نفوس انسانی پر انکی روحانی سلطنت صد برس قائم ہو انہیں سے امام ابو حنیفہ کا حال آپ سُن چکے  
 امام مالک کے ایک فہم بشر دیر جس وجہ سے ماری گئے کہ کسی مسئلے میں حق کا اور حکومت کا مقابلہ تھا  
 اور انھوں نے فتویٰ دینے میں حق کی رعایت کی تھی یہی سلوک امام احمد ابن حنبل کے ساتھ خلیفہ مامون  
 الرشید کی مخالفت میں عقائد کے ایک مسئلے کے اختلاف کی وجہ سے کیا گیا۔ اُمید ن کا ذکر ہے کہ  
 خلیفہ منصور کے چہرے پر کبھی بیٹھی اُسے ارادی۔ کبھی حسبِ اُرادت پھر اُن بیٹھی۔ خلیفہ نے پھر اُردی  
 غرض کہی دفعہ بھی اتفاق ہوا۔ آخر خلیفہ نے جھٹلا کر ابن سلیمان مشہور مفتی سے پوچھا کہ کبھی پیدا کرنے  
 کی خدا کو کیا ضرورت پڑی تھی۔ اُس عالم ربانی نے جواب دیا کہ تمکبروں کا غور توڑنے کے لیے پیدا کی ہی  
 خلافت عباسیہ نئی نئی قائم ہوئی تھی اور خاندان نبی اُمیہ کے نیست و نابود کرنے اور ملک سے اُن کا  
 اثر مٹانے کی کوششیں بڑی بیدردی اور سفاکی سے عمل میں آرہی تھیں کہ اسی اثنا میں عبد اللہ  
 ابن علی خلیفہ سفاک کے چچا شام کے حاکم مقرر ہوئے۔ امیر مذکور نے وہاں پہنچ کر اول تو خلافت کے

بقیہ دعویہ داروں کی پوری طور پر صفائی کی اُس کے بعد ایک عظیم الشان و بار منتقد کیا حسین  
 جاہ و جلال کا اظہار انتہا کو پہنچایا گیا تھا۔ چار جنگی صفین ابوان دربار میں قائم تھیں جو مختلف  
 حبیب ہتھیاروں سے مسلح تھیں۔ ان صفوں کے بیچ میں تخت امارت نصب تھا جب امیر نے  
 دربار میں آکر جلوس کیا تو شام کے مقتدی امام اوزاعی طلب کئے گئے۔ امام معروضِ حق وقت دارالامور  
 کے دروازے پر پہنچے تو گھوڑے پر سے اُتار لئے گئے اور دو آدمیوں نے اُن کے بازو پکڑ کر  
 تخت سے اتنا قریب لاکھڑا کیا کہ امیر خود اُن سے کلام کر سکے۔ امیر نے ان کو دیکھ کر کھا کہ تمہارا نام  
 عبدالرحمن ہے۔ اور امام اوزاعی۔ جی ہاں۔ خدا امیر کو صلاحیت دی۔ امیر۔ نبی اُمیہ کی خون ریزی  
 کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے۔ امام۔ تمہارے اور اُن کے مابین چونکہ عہد تھا اس لئے تم کو لازم  
 تھا کہ عہد و پیمان کی رعایت کرتے اور عہد شکنی نہ کرتے۔ امیر۔ (گیڑ کر) یہ ہم عابین اور وہ جا  
 ہم میں باہم کوئی عہد نہ تھا۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ امیر کے تیور پھرے دیکھ کر میرے  
 قلب پر یکسی کی ہی حالت طاری ہوئی اور جان کا خوف معلوم ہونے لگا۔ اُسی وقت مجھ کو خیال  
 آیا کہ عبدالرحمن! ایک ن اس سے بھی بڑے حاکم کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ اس خیال کے آتے  
 ہی میرے دل کا اضطراب جاتا رہا اور قوت سے پیدا ہو گئی اور میں نے صاف صاف امیر سے  
 کھا کہ بیشک اُن کا خون تم پر حرام تھا۔ اس زوردار فرقے کو سنا کہ امیر طیش کے مارے تھرا  
 گیا جو تیشِ خون سے آنکھیں سُرخ ہو گئیں اور رگین اُجھارن۔ اسی غضب کی حالت میں کہنے  
 لگا کہ دیکھ! اللہ یہ تم نے کس طرح کھا۔ امام۔ اس طرح کھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 کہ کسی مومنان کا قتل روا نہیں جب تک کہ ان تین حالتوں میں سے ایک حالت پیش نہ آئے  
 یا تو وہ اس حال میں زنا کرے کہ اُسکی شادی ہو چکی ہو۔ یا قاتل ہو۔ یا مرنے ہو جائے امیر۔ کیوں

کیا ہماری حکومت دینی نہیں (گویا اسکا یہ مطلب تھا کہ چونکہ ہماری خلافت از روی دین ثابت  
 ہے لہذا اسکا مخالف تارک دین ہوا) امام تمہاری حکومت دینی کیونکر ہو سکتی ہے۔ امیر کبیا  
 آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کے لئے وصیت نہیں فرمائی۔ امام۔ اگر حضرت علیؑ کے لئے وصیت  
 ثابت ہوتی تو دونوں حکم حکم دیتے۔ امیر کے پاس چونکہ اس کا جواب کچھ نہ تھا اس کی خاموشی  
 تو ہو گیا مگر شدت اشتعال کے سبب سبکدوشی غضب معلوم ہوتا تھا۔ امام ازراعی فرماتے ہیں کہ ایسی  
 خاموشی نے مجاہدین دلا دیا کہ کوئی دم میں میرا سر قدموں پر آتا ہی۔ تھوڑے عرصے کے بعد خلافت  
 توقع امیر نے ہاتھ کے اشارے سے حکم دیا کہ امام دربار سے باہر کر دے جائیں چنانچہ یہ وہاں سے  
 تشریف لے آئے۔ دار الامارۃ سے کچھ دور نکلے تھے کہ ایک سوار ان کی طرف تیز آتا ہوا نظر پڑا  
 سوار کو دیکھ کر جان کا خوف امام ازراعی کو اول سے بھی زیادہ ہوا اور وقت اخیر سمجھ کر نماز شروع کر دی  
 جب سلام پہنچا تو سوار نے سلام کیا اور اشرافیوں کی ایک تھیلی منجانب امیر پیش کی۔ انھوں نے  
 وہ اشراف قبول کر لیں اور گہر بھجے بچنے سے پہلے مستحقون کو تقسیم کر دیں۔ اسلام نے بیت المال  
 کی بنیاد جن اصول پر ڈالی تھی وہ خلافت راشدہ کے بعد بالکل بدل گئے اور مسلمانوں کا قومی مال محض  
 و سلاطین کا جیب خرچ خیال کیا جاتا تھا۔ جو علمای اسلام بیت المال کے اصلی غرض سے واقف تھے  
 ان کے دل اس سرف کو دیکھ دیکھ کر کڑھتے تھے۔ اور جب ان کو موقع ہوتا تھا تو انکی زبان خلفاء کو بر ملا تنبیہ  
 کرنے سے باز نہیں رہتی تھی حضرت سفیان ثوری ایک دفعہ خلیفہ مہدی کے پاس گئے اور اس سے  
 کہا کہ مجھ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے اپنے ایک سفر حج میں صرف بارہ اشراف  
 صرف کی تحین۔ تمہارا اسلاف جس حد کو پہنچا یہ وہ ظاہر ہے۔ خلیفہ نے خشناک ہو کر کہا کہ تم اپنی بنی دلیل  
 حالت میری بھی کیا چاہتے ہو۔ حضرت سفیان نے جواب دیا کہ مجھے مت بنو مگر حال میں ہو اس میں

تو کمی کر دو۔ ایک دفعہ ہارون الرشید اور شاہ لودی امام کا کہے کے بیان گئے۔ خلیفہ نے امام صاحب سے حدیث سننے کی فواید کی۔ امام محمود نے فرمایا کہ میں نے عرصے سے طریقہ قرار ت چھوڑ دیا ہے اب اور لوگ حدیث جھگڑاتے ہیں اور میں مستنا ہوں۔ ہارون الرشید نے کہا کہ بہتر ہے میں ہی مستنا ہو گیا۔ گمراہوں عام آدمیوں کو اپنی مجلس سے باہر کر دیتے تھے۔ امام کا کہے جواب میں ارشاد کیا کہ اگر خواص کی خاطر عوام محروم کئے جائیں گے تو خواص کو بھی نفع نہیں پہونچ سکتا۔ یہ فرمایا کہ لہجہ ایک شاگرد ابن عسلی کو حکم دیا کہ سبق شروع کریں۔ چنانچہ ابن عسلی نے فوراً سبق شروع کیا اور خلیفہ کو خاموش ہنا پڑا۔ خلیفہ نے ایک ماہر ابن ادريس کو بلا کر جہدہ تضا قبول کرنے کے واسطے لکھا۔ انھوں نے انکار کیا تو رشید نے مجبور کر فرمایا کہ کاش میں تیری صورت نہ دیکھتا۔ ابن ادريس نے مناسبت سے جواب دیا کہ کاش میں تیری صورت نہ دیکھتا۔ اور یہ کہ سرور بار سے چلے آئے۔ امیر سلیمان ابن علی نے ابو از سے ایک قاصد امام ادب خلیل بصری کے پاس بھیجا اور ان کو امیر زراد سے کی تالیف کے لئے طلب کیا۔ ایلی کی خبر پا کر وہ ادب سے بے مثل باہر آیا۔ خٹک روٹی کا ایک گمراہ تھ میں تھا۔ وہ گمراہ قاصد کو دیا اور کھا کہ لو میرے پاس بھی حاضر ہو۔ اور جب تک یہ موجود ہے خلیل کو سلیمان کی پروا نہیں۔ اس کے بعد یہ شعر لطیف فی البدیہہ تصنیف کو کہے اوس کے حوالے کئے۔

بلغ سلیمان انی عنہ فی سعة وفی غنی غیر انی  
لست ذامال بہ سخی بنفسی انی اکلاری احد ابی موت من لا ولا یبقی علی حال  
والفقر فی النفس لا فی المال تعرفہ و مثل ذالک الغنی فی النفس لا فی المال  
فالمرق عن قدر ما لا یجزی فی قصہ ولا یزیدک فیہ حول محتال و شہر مشرق  
ایک صدی تک دولت نبی امیہ کا دار الخلافہ رہا تھا۔ اس کو خارجیت کا وہاں بڑا زور تھا۔ امام نسائی

رجن کی سُنن صحاح ستہ میں شامل ہی جب وہ ان تشریف لے گئے تو ایک روز مسجد میں ایک شامی نے اُن سے پوچھا کہ حضرت معاذؓ کے فضائل کیا کیا ہیں۔ امام معاذؓ نے فرمایا کہ تو اس کو کافی نہیں سمجھتا کہ وہ اپنی جان بچا لیا جائے جو تو اُن کے مناقب پوچھنے چلا ہے۔ اس فقری کو ننگو دشتی ٹھیک آٹھے اور استفادہ رضہ میں امام نسائی کے ایک نازک مقام پر ماریں کہ وہ بیہوش ہو گئے۔ بحالت بیہوشی میں اُن کے رفقاء اُن کو مسجد سے باہر لائے اور اسی در دناک صدرے سوائس امام حدیث نے وفات پائی۔ امام سلمیٰ کے درس میں ایک دن پادشاہ مصر مع انجو بھائی کے آکر شریک ہوا اور وہاں بیٹھ کر بھائی سے باتیں کرنے لگا۔ یہ سوادب دیکھ کر امام موصوف نے بادشاہ کو سزائش کی اور فرمایا کہ ہم حدیث نبویؐ اس لئے نہیں پڑھ رہے ہیں کہ تم بھان بیٹھ کر باتیں کرو۔ ابو غالب نووی نے جب اپنی کتاب فن لغت میں تصنیف کی تو امیر مجاہد مصریہ کے باقتدار فرمان روانے اپنے ایک مستعد کے پاس ایک ہزار اشرفیہ اُن کے پاس بھیجیں اور یہ فرمائش کی کہ کتاب مذکور کے دیباچے میں یہ الفاظ درج کر دیں ہا الفیہ ابو غالب لابے الجیش مجاہد یعنی اس کتاب کو ابو غالب نے امیر مجاہد کے لکھو تصنیف کیا ہے ابو غالب نے علیہ شامی واپس کر دیا اور کھلا بھیجا کہ اگر ساری دنیا مجھ کو دیکھ جائے تو بھی میں جھوٹ بولنا رو انہیں سمجھو نگاہین نے یہ کتاب خاص کرا میر کے واسطے تالیف نہیں کی بلکہ عام نفع کے خیال لکھی ہے۔ ابن السکیت مصنف المصطلح غلیف بغداد متوکل کی خدمت میں حاضر تھے کہ محلّات کے تخت جگر تنہا اور موید نمودار ہوئی۔ متوکل نے اُسے پوچھا کہ یعقوب تم کو کون زیادہ محبوب ہے میرے یہ دونوں بیٹے یا حسینؑ۔ ابن السکیت نے جواب دیا کہ وائے حضرت علیؑ کا خادم قبہ تم سے اور تمہاری دونوں بیٹیوں سے کہیں بہتر ہے۔ کیا اس تصریح کی ضرورت ہے کہ خلیفہ کے دل میں ان الفاظ نے کیا تاثیر کی۔ جس زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے وہ خلیفہ کے حکم سے باہر نکال لی



اور زبان کے ساتھ روح ملتے بھی جسم سے مفارقت کی۔ قاضی ابن رشد مشہور فلسفی جب اپنے منصوص  
 خلیفہ اُمّ لیس کے حضور میں کوئی علمی مسئلہ بیان کرتے تھے تو نشانِ کمال اوں کے دل سے خلیفہ کی عظمت  
 شادیتا اور ان معمولی الفاظ سے خطاب کرتے۔ اسمع یا اخی یعنی سن اسے بھائی۔ خلفاء کے دربار  
 چھوڑ کر اب ہم بارگاہِ سلطانی میں آتے ہیں اور چند واقعات علمائے روم کی حق بیانی کے گزاریں  
 کرتے ہیں مولانا شمس الدین رومی کی حالات میں ایک معاملے میں سلطان بایزید نے شہادت دی  
 تو شہادت سلطانی کو اُنھوں نے قبول نہیں کیا۔ جب سلطان نے وجہ پوچھی تو مولانا نے جواب  
 دیا کہ سلطان نماز میں جماعت کے پابند نہیں اور تارکِ جماعت کی شہادت مردود ہے۔ سلطان محمد غا  
 نے ایک بار اپنا مرسوم (مراسلہ) قاضی بروہ مولانا شمس الدین کو رانی کے پاس بھیجا۔ اُس میں  
 کوئی بات خلافِ شریعہ نہ تھی۔ مولانا اوس کو دیکھ کر اس قدر برا فروختہ ہوئے کہ سلطانی فرمان  
 بھاڑ کر لےنے والے کو باہر نکال دیا۔ سلطان کو انکی یہ حرکت بہت ناگوار ہوئی اور غضبِ سلطانی  
 کا یہ نتیجہ ہوا کہ مولانا کو عہدہٴ قضا کے ساتھ سلطنتِ روم بھی چھوڑنی پڑی۔ مولانا ابنِ خلیفہ ایک  
 روز عیبر کی مبارک باد دینے کے لیے ایوانِ سلطانی آئے گئے اُن دنوں جو غمناک سلطنت کے وظیفہ خوار تھے  
 اور سودر ہم پر یہ اُن کو ملے تھے جب دربار کو چلے تو چند طلبہ ہم کا بے حجب حضورِ سلطانی میں  
 پہنچے تو سلطان نے انرا حسنِ اخلاق سات قدم بڑھ کر استقبال کیا۔ مولانا نے بجائے جھک کر  
 آداب بجالانے کے سلام کیا اور بجاوِ دست بوسی کے یہ بھی فرمایا کہ اُن کے ایک شاگرد کو استاد کا یہ  
 خلافتِ آداب پر تاجِ ناگوار گویا اور واپسی میں اُس نے کہا کہ آخر سلطان فرمانِ رومی وقت  
 ایہ کیچھ تو آپ کیچھ کہتا تھا۔ ابنِ خلیفہ نے فرمایا کہ آریہ فیروز سلطان کے لئے کم ہے کہ ابنِ خلیفہ  
 غافل اُن کے پاس گیا۔ اور عینِ خوب ہاتھ نہون کہ سلطان اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں مولانا یوسف

قاضی قسطنطنیہ ایک دن مسجد سے نماز پڑھ کر نکلتے تو دروازی پر صدرِ عظم کے چوہدار کو حاضر پایا جو انکو بلانے کو آیا تھا۔ اُس وقت مولانا کے سر پر چھوٹا سا علمہ تھا اور چھوٹا علمہ باندھ کر بارگاہِ ذنات میں جانا خلافِ ادب تھا۔ مگر خدا پرست مولانا کے دل نے گوارا نہ کیا کہ ربِ لغزت سے زیادہ ادب اُس کے ایک ہندے کا کرین اور اسی عاصے کو باندھیں صدرِ عظم کے حضور میں چلے گئے۔ وہاں پوچھی تو امراضِ ہوا اُٹھون نے رہتہ بازی سے اپنا خیال صاف صاف ظاہر کر دیا جس کو شکر و زیرِ عظم نے بہت پسند کیا اور حضورِ سلطانی میں اُس کی نقل کی۔

معاصرین اور ہمچشمون کے مقابلے میں عربی کا ایک مقولہ ہے المعاصر تھیب المناقلا یعنی ہمصری باہم نفرت کا باعث ہوتی ہے۔ یہ عادت قریباً طبیعت ہو چکی ہے کہ جو ہم فن اہل کمال ایک ہی زمانے میں ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کے کمال کا اعتراف کما حقہ نہیں کرتے۔ الا ماشاء اللہ۔ جب ایک ہی عہد کے دو ہم فن اہل کمال کے دل ٹوٹے جائیں تو انکی باہمی بے پردائی رقابت کے اثر سے کم و بیش پر خاموش منہ پیرت کی حد تک ترقی کی ہوئی نظر آئیگی۔ شیخ سعدی کے زمانے میں ایک اور فارسی کا شاعر امامی ہروی تھا اُس زمانے کے لوگ یہ فیصلہ کرنے سے قاصر رہے کہ دونوں میں کون زیادہ باکمال ہے۔ چنانچہ ہر شیرازی ایک تیسرا شاعر اس بارے میں حکم قرار دیا گیا اور اس نے امامی کو سیدِ افضل بتایا یہ ایسا غلط فیصلہ تھا جس کے غلط ہونے میں گذشتہ چہ سو برس کے عرصے میں شاید کسی کو کلامِ ہویہ مگر محاصرے کے اثر نے ہرگز اس غلطی کا اور اک نہیں ہونے دیا۔ ہم جن ملک کے حالات آپ کو سننا ہے ہیں اُن کے چشم حق پرستی نے کبھی دن کو معاصرین کے فضل و کمال سے چشم پوشی نہیں کرنے دی۔ واقعاتِ شہادت دے رہی ہیں کہ وہ بزرگ جو ہر اور کمال کے پرچم

وہ نے تھے اور جن میں یہ جو ہر موتا تھا اور نکاحا مصر۔ عمر میں چھوٹا۔ طبقے میں نیچا نہ سب انجان  
 ہونا۔ دن کی قدر شناسی کو کم نہیں کر سکتا تھا۔ امام اعظم امام مالک سے عمر میں تیرہ برس بڑے  
 تھے اور طبقے میں عالی لیکن جب اول سے ملے تو اسل دھبے ملے جیسے چھوٹے بڑوں  
 ملے ہیں۔ شاعر مشہور ابو سحاق عقیدے کا صائبی تھا مگر جب وہ مرا تو محض قدر دانی کمال کے لیے  
 ہاشمی نسب شریف رضی نے اس کا مرقبہ لکھا اور لوگوں کے طعن کی کچھ پروا نہیں کی۔ معاہدہ میں  
 فضل و کمال کا اعتراف اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ علی الاعلان اُنکی اپنے اپنے زیادہ  
 عالم و کمال بتائیں۔ اُنکی جلالت کے سامنے اپنی بے مائیگی کا اقرار کریں اور جب کوئی مشکوک پیش آئے  
 تو اُن سے اس کے مل کر دینے کا سوال کیا۔ انکو وہ ان کی تصانیف پر اعتراض کریں تو انکو  
 شکریہ ادا کیا جائے اور ان کو وہ غلے خیر سے یاد۔ ایک موقع پر امام سبکی آنحضرت کے مہدمبارک  
 کے خجلی معرکوں کا بیان کر رہے تھے۔ اتفاقاً حضرت ابن عمر کا گزر اُسی راستے سے ہوا۔ امام مروج کا  
 سن کر فرمایا کہ جس قوم کا یہ ذکر کر رہے ہیں میں اُس کے دیکھنے والوں میں ہوں لیکن معاذی  
 یہ مجھے زیادہ اور بہتر جانتے ہیں حضرت امام باقر نے ایک مرتبہ فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی شخص  
 حج کے سارے عطائے بہتر نہیں جانتا۔ حضرت امام زین العابدین اپنے ایک شاگرد زید ابن اسلم کے  
 پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے۔ لوگوں نے اس پر تعجب ظاہر کیا تو پاک نفس امام نے فرمایا کہ جس کی محبت میں  
 دین کا نفع ہوتا ہے اُس کے پاس انہ ان بیٹھتا ہی ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مدینہ طیبہ میں امام زہری  
 امام ربیعہ کا ہاتھ پکڑ کر ایک مکان میں لے گئے اور وہاں دونوں نے ایک دوسرے کا علم کو باغیا جب  
 عصر کے وقت وہ دونوں امام زمانہ باہر تشریف لائے تو زہری تو یہ کہتے نکلتے کہ ربیعہ کا مثل میں نے  
 میں نہیں اور ربیعہ فرماتے آئے کہ زہری مجھے رستہ کو کوئی نہیں پوچھتا۔ ابن اسحق اصفہانی

جب بصرے گئے اور وہاں کے محدثین سے حدیث پڑھنی چاہئے تو سب نے پوچھا کہ تمہارے  
 شہر میں عباس ابن یزید نہیں ہیں۔ انھوں نے کھائیں تو انھوں نے فرمایا کہ اُن کے ہوتے  
 ہوئے تم ہمارے پاس کیوں آئے۔ اس واقعے سے واضح ہوتا ہے کہ اُس عہد مبارک میں افراد  
 نہیں بلکہ گروہ کے گروہ حق کے گرویدہ تھے۔ اور حسن تعلیم نے سب کے مذاق یکساں پاک صاف  
 کر دیے تھے۔ امام عمرو ابن دینار امام زہری کے کمالات کا شہرہ سن سُن کر فرمایا کرتے تھے کہ ہر  
 کے پاس وہ رکھا ہو۔ میں نے ابن عمرو کو دیکھا ہے انھوں نے نہیں دیکھا میں نے ابن عباس کو دیکھا  
 انھوں نے نہیں دیکھا۔ اندازِ کلام صاف کہہ رہا ہے کہ ابن دینار کو کمال کا غرور زہری سے بیزار  
 کر رہا تھا حسن اتفاق کہ اسی عرصے میں امام زہری کا مکہ مکرمہ میں گزر ہوا۔ جب انھوں نے اُنکی آمد کی  
 خبر سنی تو باوجود پاؤں سے معذور ہونے کے فوراً ملاقات کو تیار ہوئے اور خدام سے فرمایا کہ مجھ کو  
 امام زہری کے بچان لے چلو۔ ملازموں نے ارشاد کی تعمیل کی اور اُن کو امام محمود کی خدمت میں  
 لے آئے۔ یہ جب اُن سے ملے تو زیادہ گرویدہ ہوئے اور شب کو وہیں رہے۔ صبح کو وہاں سے اُٹھے  
 تو شاگردوں نے سوال کیا کہ کہئے امام زہری کو کیسا پایا۔ ابن دینار کی اگلی رات کو انصاف  
 مغلوب کر چکا تھا فرمایا کہ واللہ ماسرأیت مثل هذا القرشی ابداً ایسے میں نے اس قرشی کا  
 مثل کبھی نہیں دیکھا۔ مولانا ابن مؤید روی جب محقق دوانی کے پاس گئے تو محقق نے اُن سے  
 سوال کیا کہ روم سے ہمارے لئے کیا ہدیہ لائے۔ مولانا نے یہ سن کر علامہ خواجہ زاد نے کمی  
 نادرہ تصنیف کتاب تہذیب پیش کی محقق نے اُس کو لیکر اوقاتِ فرصت میں اس کا مطالعہ کیا  
 جب تمام وکمال دیکھ چکے تو مولانا ابن مؤید سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تم کو اور اس رسالے کے  
 مصنف کو جزائے خیر دے۔ میں بھی اس سبب پر ایک کتاب لکھنے کے خیال میں تھا۔ مگر اس نے

شرم رکھ لی۔ اگر میں اس کتاب کے دیکھنے سے پہلے لکھ چکا ہوتا تو میری بڑی ہنسی مہتی<sup>۱</sup> جب تک حضرت سالم ابن عبداللہ زندہ رہے امام نافع نے فتویٰ نہیں دیا۔ حضرت سعید ابن المسیب کے پاس جب کوئی حاجت مند فتویٰ پوچھنے جاتا تو امام مدوح فرماتے کہ سلیمان ابن یساک کے پاس جا کر پوچھو اس لئے کہ آج وہ سب سے زیادہ عالم ہیں۔ حضرت قاسم (ابن محمد ابن ابی بکر) سے کسی نے پوچھا کہ آپ زیادہ عالم ہیں یا سالم (ابن عبداللہ ابن عمر) تو انھوں نے فرمایا کہ یہ مرتبہ سالم کو ہی حاصل ہے۔ فرای نخوی اپنے ہم عصر خفش ادسط سے ملنے گئے تو خفش نے کھا کہ اے لوگو تمہارے پاس لغت اور عربیت کا موطر آیا فرائے کھا کہ جب تک خفش زندہ ہیں اس وقت تک نہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود کو جب ضرورت پیش آتی تو وہ زرا بن جُبیش سے عربیت کے متعلق باتیں دریافت فرمایا کرتے۔ قابوس نے جب اپنے والد سے یہ سوال کیا کہ آپ صحابہ کرام کی موجودگی میں علقمہ (تابعی) کے پاس کیوں جایا کرتے تھے تو انھوں نے جواب دیا کہ میں اس لئے جایا کرتا تھا کہ میں نے بعض صحابہ کو دیکھا تھا کہ وہ علقمہ کے پاس تشریف لیا کرتے تھے اور میں نے دریافت فرمایا کرتے تھے خواجہ حن بھری کو جب کوئی مشکل پیش آجاتی تو بذریعہ تحریر حضرت سعید ابن المسیب سے دریافت فرمائیے۔ امام ابو احمد کو فن حدیث میں ایک بار انس کا پیش آیا تو انھوں نے اپنے معاصر ابن مندہ سے نیشاپور خط بھیج کر حل کر لیا۔ حضرت ابن عمر اکثر امام مجاہد (تابعی) کے گھوڑے کی رکاب تمام لیا کرتے تھے۔ اٹھاب ابن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ کو امام مالکؒ کے حضور میں ایسا مودت بیٹھا دیکھا جیسے چھوٹے بڑے دن کے سامنے

۱۔ (ابن الج ۴۸) ۲۔ (ابن الج ۲۰۸) ۳۔ (تذج ۴۹) ۴۔ (تذج ۴۲) ۵۔ (تذج ۴۸)

۶۔ (تذج ۲۳۷) ۷۔ (تذج ۸۰)

بیٹھتے ہیں۔ امام اعظم امام کاظم سے عزم تیرو برس بڑے تھے اور طبقہ میں بھی او ان سے  
 عالی ہیں۔ اسی واسطے امام ذہبی واقعہ بالا کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس سے امام ابو حنیفہ  
 کے حسن ادب اور تواضع کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ اور خیال ہے کہ ان بزرگوں کی  
 عظمت کے اصلی اسباب بھی صفات تھے۔ حسن ابن علی کہتے ہیں کہ جب جیم بغداد میں آئے تو  
 میں نے اپنے والد۔ امام محمد ابن حنبل۔ کیلی ابن معین اور ابن سالم کو ان کے سامنے ایسا  
 بیٹھا دیکھا جیسے بچے بیٹھے ہوئے۔ امام احمد حنبل کے پاس ایک بار امام ذہبی آئے تو امام ابن  
 حنبل ان کو تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ دونوں اماموں کے رتبے میں اس قدر فرق تھا  
 کہ لوگوں کو اس تعظیم سے حیرت ہوئی۔ امام محمد نے صرف تعظیم پر کفایت نہیں کی بلکہ انہی  
 صاحبزادوں اور تلامذہ کو حکم دیا کہ ان سے جا کر حدیث حاصل کریں۔ سفیان ابن عیینہ سے کہی  
 کھا کہ شرمین حین ابن جعفر آئے ہیں۔ ابن عیینہ یہ سن کر بے اختیار کھڑے ہو گئے اور فوراً  
 ابن جعفر سے جا کر ملے ان کے ہاتھ چومے اور فرمایا کہ آج بچان ایسا شخص وارد ہوا ہے  
 جس کی فضیلت سب سے بڑھی ہوئی ہے۔ سننے کے قابل یہ بات ہے کہ ابن عیینہ ابن جعفر  
 بیس برس تو عمر میں بڑے تھے اور طبقہ عالی۔ امام محمد اور امام شافعی میں جس قدر جزئیات  
 میں اختلاف ہی ظاہر ہے باہمہ امام محمد حنبلی امام شافعی کی تکریم کرتے تھے اتنی کسی عالم کی  
 نہیں کرتے تھے۔ امام نووی کسی جواز کی نماز پڑھنے تشریف لے گئے تھے جب  
 واپس ہونے لگے تو امام ابو عمرو نے ان کے گھوڑے کی باگ تھامی۔ امام ابن خزیمہ نے  
 رکاب اور امام جاردی نے چار جامہ درست کیا۔ شیخ ابواسلمی شیرازی اپنے معاصر امام  
 الحرمین سے ایک موقع پر یوں خطاب کر رہے تھے۔ یا مفید اہل المشرق والمغرب

۱۔ (مذبح ص ۱۸۹) ۲۔ (مذبح ص ۶۴) ۳۔ (مذبح ص ۱۱۲) ۴۔ (مذبح ص ۳۲۰) ۵۔ (مذبح ص ۴۴) ۶۔ (مذبح ص ۲۳۰)

انت الیوم امام الاچمۃ یعنی اسے مشرق و مغرب کے لوگوں کو قائدہ پونچانے والا  
 آج تم سارے اماموں کے امام ہو۔ حق پسندی کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ حاکم فیثا پوری  
 محدث مشہور نے فن حدیث میں ایک کتاب المدخل فی الصحیح لکھی تھی امام عبدالغنی مصری نے  
 اُس کا رد لکھا۔ حاکم نے جب یہ رد دیکھا تو امام مصری خدمت میں شکریے کا خط بھیجا اور  
 اُن کے حق میں دُعا کی۔ ذیل کی تفریق حکایتیں بھی چار سے دہا کو کسی نہ کسی پہلو سے  
 ثابت کرتے ہیں۔ ابو اسحق شاعر مشہور نے جب وفات پائی تو شریف رضی نے اُس کا  
 مرنیہ لکھا۔ لوگ یہ سکر گڑے اور کھا کہ افسوس ہے کہ خاندان نبوت سے ہو کر انہوں نے  
 ایک صحابی کا مرنیہ لکھا رد اسچھا۔ شریف مدوح نے یہ اعتراض سنا تو فرمایا اور کیا خوب  
 فرمایا۔ ائمہ اربعہ فضیلہ (میں نے تو اوس کے کمال کا مرنیہ لکھا ہے)۔ الحق  
 المناجیرۃ ذوالفضل من الناس ذو وہ۔ حضرت ہبل بن عبداللہ تری امام ابو  
 داؤد کے پاس (جن کی سنن داخل صحاح ستہ ہی تشریف لے گئے۔ امام نے اُن کو ہلاک و ہلا  
 کھ کر لیا اور تعظیم سے بٹھایا جب حضرت مدوح بیٹھ لئے تو امام موصوف سے فرمایا کہ میں  
 ایک کام کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ ابو داؤد نے ارشاد کیا کہ فرمائے۔ حضرت ہبل نے  
 کہا کہ جب تک یہ وعدہ نہ ہو جائے کہ حق الامکان میری درخواست مقبول ہوگی میں نہ کہو گا  
 امام حدیث نے جب یہ منظور فرمایا تو انھوں نے کہا کہ اپنی زبان جس سے احادیث نبویہ  
 اپنے روایت کی ہیں نکال لئے تاکہ میں اُس کو چوم لوں۔ چنانچہ انھوں نے اپنی زبان  
 نکالی اور انھوں نے چوم لی۔ مبراؤر ثعلب ادیب کے دو مشہور اماموں میں بوجہ معاشرت  
 چشمک تھی۔ جب مبراؤر کے انتقال کی خبر سنی تو ثعلب نے بہت تاسف کیا اور

ایک دردناک فریہ لکھا جس کے بعض شعاریہ ہیں **ذہب المبرد وانقضت**  
**ایامہ**۔ **ولیکد ھبن مع المبرد ثعلب**۔ **بیث من الادل اب انھی نصفہ**  
**خریبا و باقی النصف منہ سیخرب**۔ فلزود و امن ثعلب دیکھو، ماہ شرب  
 المبرد عن قریب پیشرب **اُس زمانے کے** حق پسندی کی ایک مثال خطیب نجدی  
 کے دفن سے متعلق ہے خطیب کا وقت وفات جب قریب ہوا تو انھوں نے وصیت کی  
 کہ میری قبر بشرحانی کے مزار کے قرب میں بنائی جائے۔ بعد وفات محدثین نے ہر خند تلاش  
 کی مگر کوئی جگہ اُس بابرکت قبر کے قریب نہ ملی۔ صرف ایک لحد تھی جو ایک صوفی ابن زہر نے  
 حالت حیات میں اپنے واسطے تیار کرائی تھی۔ ہر نفقہ ایک بار وہ اُس میں جا کر لیٹے اور کلام  
 مجید ختم کرتے۔ جس کچھ مزار کو اس منستے انھوں نے پاک بنانا چاہا تھا خطیب کے وصیوں  
 نے آخر اُسی کو تاکا اور اُسے اسکے دینے کی استدعا کی۔ ظاہر ہے کہ یہ کب قبول کرتے  
 وہ بزرگ گروہ اُسے مایوس ہو کر ان کے والد کے پاس گیا اور حال بیان کیا۔ باپ نے  
 بیٹے کو بلایا سمجھا۔ جب یہ آئے تو ان سے کھاکہ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ قبر تم دیدو۔ مگر ایک  
 بات بوجہ تہامون۔ فرض کرو کہ تم کسی موقع پر بشرحانی کے پاس بیٹھے ہو تے اور خطیب  
 ہو ان آتے تو تم کیا پسند کرتے کہ خطیب تم سے پائین میں بیٹھ جائیں۔ ابن زہر نے  
 کھا نہیں میں اپنی جگہ اُن کے واسطے خالی کر دیتا۔ نکتہ شناس باپ نے کھاکہ بس بھی

۱۔ (ترجمہ ص ۲۹۳ و ۲۹۴) مبرد گیا اور اوس کی زندگی کے دن گزر گئے  
 مبرد کی رفاقت میں ثعلب بھی ضرور جا سکا۔ آداب کا گہر آدھا تو دیر ان ہو گیا۔ جو آبی  
 باقی ہے وہ بھی خراب ہوا چاہتا ہی۔ ثعلب کا دم غنیمت سمجھو کہ جہنم گھونٹ مبرد نے پیاجی و بی  
 ایجی مقرب پینے والا ہے ۱۲



معاملہ بعد رحلت ہونا چاہئے۔ صفات دل مونی کے دل میں یہ بات اثر کر گئی اور اُنھوں نے وہ قبر طیب خاطر دیدی۔ عفان ابن مسلم محدث انصاری کو ایک دفعہ دس ہزار اشرفیان اس غرض سے دی گئیں کہ فلاں شخص کی نسبت وہ قاضی کی عدالت میں جرح و تعدیل کریں مگر اُنھوں نے فرمایا کہ میں کسی کے حق کو باطل نہیں کر سکتا۔ اور یہ کہ اگر اشرفیان واپس دیں

اپنے نفس کے  
مقابلے میں۔

یہ بیان عنوان حق پسندی کا اگرچہ آخری حصہ ہے لیکن ہمیت اور دشواری میں پچھلے دونوں بیانون سے بڑھا ہوا ہے۔ برہنہ شمشیر کے مقابلے میں حق کو نہ چوڑا نا اتنا

مشکل نہیں ہے جبنا یہ مشکل ہے کہ انسان اپنے نفس کی بُرائیاں ازراہ انصاف قبول کر لے یا آنکہ ایک شہرہ آفاق باکمال اپنے ایک معاصر کے فضل و علم سے اپنے علم و فضل کو کم مان لے۔ اولاد اور جان دنیا میں بہت عزیز چیزیں ہیں مگر جو اولاد و جان ہو جاتی ہو وہ دشمن سے زیادہ بری معلوم ہونے لگتی ہے۔ اور زندگی جب دل کو ستانے لگتی ہے یا کوئی حالت ایسی پیش آ جاتی ہے جس کا نفس متعل نہیں ہو سکتا تو انسان بیدشکر اپنی حیات کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ تاریخ میں ایک ایسے جوان مرد پادشاہ کا ذکر ہے جس نے اپنے فوج سے انسی ہزار فوج کے منہ پھیر دیے تھے۔ اور اُس وقت اُس کی عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی۔ لیکن یہ الوالعزم فرمان روا اپنے نفس کے مقابلے میں ہمیشہ مغلوب رہا کیے بعد دیگرے فاحش غلطان اُس نے کین اُس کے مشیر سر دہنتے رہے مگر کبھی اوس سے یہ نہ ہوا کہ اپنی غلطیوں کو غلطی مان کر راہ ثواب اختیار کر لیتا آفرین ہے اُن علماء سلف پر جنہوں نے

۱ (ابن ماجہ ص ۱۳) ۲ (تذکرہ ص ۳۲۸) ۳ ایک شرفی اگر دس دہائی کی رکھتی جائے تو ایک لاکھ روپے ہوتے ہیں

اپنے نفس کی خود پسندی کو قابو میں رکھا۔ اور کبھی حق پر غالب نہیں ہونے دیا نفع کی کٹا  
اس کی مثالوں سے بھری پڑی ہیں کہ اُمت کے پیشوا اماموں نے کئی مسائل میں اپنی  
ایک رائے ظاہر کی اور عقیدت کی مدد سے وہ مشرق و مغرب میں پھیل گئی اور ایک عالم  
میں اس پر عمل ہونے لگا۔ پھر جب اون کو اپنی رائے کی غلطی کی حس ہوئی تو انھوں نے  
علی الاعلان اپنی بھلی رائے کو چھوڑ دیا۔ اس کی نظر میں ابھی عرض کیجا نیگی کہ بڑے بڑے  
جلیل القدر اماموں نے اپنی شاگردوں کی شاگردی کی ہے۔ ایسے بھی پاک نفس بندے تھے  
جو کسی فن یا علم میں مشہور روزگار ہوتے تھے اور جب اون کے سامنے اُسی علم کا کوئی ہیا  
سوال پیش کیا جاتا جس کا جواب انہیں معلوم نہ ہوتا تو وہ بدو ن کسی پس و پیش کے سائل کے  
فرمادیتے تھے لَا اَدْرٰی یعنی میں نہیں جانتا۔ امام شافعی جن کی رائے پر لاکھوں  
نہیں کروہ و ن آدمیوں نے اپنے دین اور دنیا کو چھوڑ دیا ہے اپنی عقل اور رائے  
کی نسبت یہ فرماتے ہیں ۱۔ کما اذ بنی الدھر + اذانی نقص عقلی۔ و اذا  
صا انددت علماء اذانی علی یحلی + یہ باتیں کہنے کو تھوڑی اور چھوٹی ہیں مگر کہنے  
کو بڑی ہیں اور بہت بڑی۔ سلیمان ابن یسار فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر و حضرت  
ابن عباس دونوں کی خدمت میں حاضر ہوا ہوا ہوں۔ حضرت ابن عمر اکثر سوالوں کے  
جواب میں لَا اَدْرٰی فرمادیتے تھے مگر حضرت ابن عباس کسی سائل کو مایوس نہیں کرتے  
تھے۔ بلکہ اُن کو تعجب آتا تھا کہ عبداللہ ابن عمر کیوں لَا اَدْرٰی کہہ کر لوگوں کو ناکام واپس  
کردیتے ہیں۔ اور فرماتے تھے کہ جو مسئلہ مشتبہ پیش آئے اس میں اول تو سنت کو  
تلاش کرنا چاہئے اور اُس کے مطابق حکم دینا اور اگر صریح سنت نہ ہو تو اپنے اجتہاد سے  
مدولین۔ اتفاق زمانہ کہ ایک روز کوئی سائل اُن کے سامنے ایسا پیش ہوا جس کے جواب

حضرت ممدوح تعمیر رکھے۔ اُس وقت اون کو اپنا وہ مقولہ یاد آیا جو حضرت ابن عمر کے مقابلے میں فرمایا کرتے تھے۔ اور ازراہ انصاف ارشاد کیا کہ البلاء موکل بالقول حدیث کے عالی مرتبہ امام شعبی بھی اکثر سوال کے وقت لادہ سی کہہ دیتے تھے۔ انکا قول ہے کہ ہم فقیر ہیں۔ ہم نے تو بس یہ کیا ہے کہ جو حدیث سُنی اُس کو ردایت کر دیا۔ فقہا وہ ہیں جو علم پر عمل بھی کرتے ہیں۔ طویل لغزرتابی حضرت عطا کے پاس ایک روز ابن ابی لیلیٰ گئے تو حضرت عطلنے اُن سے بعض سألے ازراہ استفادہ دریافت کئے۔ جو لوگ اُن کی شان امامت سے وقف تھے اُن کو تعجب ہوا کہ ابن ابی لیلیٰ سے عطا استفادہ کریں۔ حضرت عطلنے سنا تو فرمایا کہ کثیر کیا ہے۔ ابن ابی لیلیٰ مجھے زیادہ عالم ہیں۔ اُن بزرگوں کہ پاک نفسی اس سے معلوم ہوتی ہے کہ اپنے شاگردوں کے مقابلے میں اپنے علم کمال کو کمتر سمجھے تھے۔ ابن عیینہ نے اپنے شاگرد علی بن مدینی کی نسبت ایک مرتبہ فرمایا کہ گو گوتم مجھ کو ابن مدینی کے ارتباط پر ملامت کرتے ہو وا شد وہ جتنا مجھے علم حاصل کرتے ہیں اُس سے زیادہ میں اُن سے سیکھ لیتا ہوں۔ یحییٰ ابن معین اپنے شاگرد امام ابن حنبل کی نسبت فرماتے ہیں کہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میں مثل احمد ابن حنبل کے ہو جاؤں۔ قسم ہے اپنے رب کی میں اُن کے مرتبے کو نہیں پاسکتا۔ حماد ابن زید کا اپنی معاصر شعبہ کے بارے میں یہ قول تھا کہ جب حدیث میں میری اور شعبہ کی رائے میں مخالفت آ پڑتی ہے تو میں اپنی رائے چھوڑ کر شعبہ کا قول اختیار کر لیتا ہوں۔ اس لئے کہ شعبہ شیخ سے ایک حدیث میں وفد مسکن بھی سیر نہیں ہوتے تھے اور میں ایک بار کے سُن لینے پر قلع ہوں۔ امام شعبہ فرماتے تھے کہ سفیان احفظ منی لینے سفیان کو مجھے زیادہ حدیثیں یاد ہیں۔ اُن کے

۱۔ (تذخ ص ۳۳) ۲۔ (تذخ ص ۴۰) ۳۔ (تذخ ص ۱۵۴) ۴۔ (تذخ

ص ۱۶) ۵۔ (تذخ ص ۱۹) ۶۔ (تذخ ص ۱۷۵)

عہد میں اس فن پاک کا کمال حفظ پر موقوف تھا لہذا امام شعبہ کا حضرت سفیان کو اپنا آپس  
 زیادہ حافظ حدیث بتانا گویا یہ کہنا ہو کہ وہ زیادہ عالم ہیں۔ امام اوزاعی شام کے مقتدا ایک فر  
 امام فراری کو خط لکھنے لگے تو کاتب سے فرمایا کہ اول اذکار نام کہنا اس لئے کہ واللہ وہ مجھے  
 بہتر ہیں۔ خواجہ حسن بصری نے کسی موقع پر بیان فرمایا تھا کہ سناقت کو تین علامتوں سے پہچان کیا  
 جب وہ بات کہے تو جھوٹ بولے۔ کسی کی امانت رکھتے تو خیانت کریں۔ وعدہ کرے تو خلاف عدلی  
 کرے حضرت عطانے انکا یہ قول سنا تو اعتراض کیا کہ حضرت یعقوب کے فرزندوں میں تینوں  
 صفتیں تھیں۔ اٹھوٹے جھوٹ بولا۔ امانت میں خیانت کی اور وعدہ خلافی بھی کی۔ با اینہم  
 خدا تعالیٰ نے ان کو نبوت کا درجہ بخشا۔ لگائے والے تو بڑے ہوتے ہیں کسی نے حضرت عطا کا  
 یہ اعتراض خواجہ صاحب کے کان ڈال دیا۔ پاک نفس خواجہ نے یہ سنکر ازراہ انصاف فرمایا کہ ذوق  
 کل ذی علم علم علم کو کون کو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ ہمارے امام ابو حنیفہ کی (رحن کو دربار فضل سے  
 امام اعظم کا خطاب ملا ہی) ایک ادنیٰ پیشہ درجہ امام نے پانچ مصلحان پکڑی تھیں۔ امام اعظم نے اس حجام کا  
 یہ قدر کی کہ اس واسطے کہ خود سنا کر قیامت تک اس کا نام کر دیا۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ ایام  
 حج میں نے ایک حجام سے حجامت بنوانیکا قصد کیا۔ جب میں اُس سے اجرت ٹھہرانے لگا تو اُس نے  
 کہا کہ مناسک کی اجرت نہیں ٹھہرائی جاتی۔ اُس نے جب حجامت بنانی شروع کی تو میلانہ قبلہ کی بنا  
 نہ تھا۔ اس پر حجام نے کہا کہ قبلہ رخ ہو بیٹھو۔ میں نے بائیں طرف سے حجامت بنوانے کا ارادہ کیا  
 تو وہ بولا کہ حجامت سیدہی جانب سے اول بنوائی جاتی ہے۔ وہ اپنے کام میں مشغول تھا اور میں خاموش

۱۔ (مذبح ص ۱۸۷) ۲۔ (مذبح ص ۲۴۹) ۳۔ (ابن ج ص ۳۱۹)

سے عربی میں خط کے آغاز میں لکھتے ہیں من فلان لانی فلان یعنی فلان شخص کی جانب سے فلان شخص کو  
 سے ہر نوی علم سے بڑھ کر ایک عالم ہے۔ وہ اعمال جو حج سے تعلق رکھتے ہیں۔

اس پر اُس نے ہدایت کی کہ تکبیر پڑھتے جاؤ۔ حجامت سے فارغ ہو کر میں اٹھ کر چلا تو میرے چہرے پر  
 نے پوچھا کہ کھان پلے میں نے کھا کہ اپنی فروگاہ پر جاتا ہوں۔ یہ سکر اُس نے کھا کہ اول دو کتہیں  
 پڑھ لو پھر قیام گاہ کا قصد کرنا۔ اتبوجھے نہ باگیا اور میں نے پوچھا کہ یہ باتیں تم کو کس نے بتلائی ہیں  
 حجام نے جواب دیا کہ میں نے حضرت عطا کا طریق عمل ایسا ہی دیکھا تھا۔ اُسے حدیث کے حالات میں  
 اس کی مثالیں کثرت سے ہیں کہ جب اوں کے شاگرد شیخ بنے تو اُنھوں نے اُن سے حدیثیں حاصل  
 کیں۔ بلکہ محدثین کا یہ قول ہے کہ انسان اُس وقت تک محدث نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اعلیٰ سے  
 اور کمتر تینوں طبقوں سے روایت نہ کرے۔ بطور نمونہ ہم چند مثالیں ذیل کے نقشے میں لکھتے ہیں۔

۱۔	۲۔	۳۔	۴۔	۵۔	۶۔	۷۔	۸۔
علقہ	مقاتل (تذخ ص ۱۵۷)	ابو حنیفہ	ابراہیم ابن طہمان (تذخ ص ۱۶۹)	۱۔	نام شاگرد جس سے حدیث روایت کی	۲۔	نام شاگرد جس سے حدیث روایت کی
۲۔	اعمش	سفیان ابن عیینہ (تذخ ص ۲۳)	لیث	عبداللہ ابن وہب (تذخ ص ۲۴)	۳۔	۴۔	۵۔
۳۔	ابن جبیر	" "	بخاری	عبداللہ ابن حماد (مقدمہ ص ۵۶)	۶۔	۷۔	۸۔
۴۔	شعبہ	" "	خطیب بغدادی	ابن ماکولا (تذخ ص ۲)	۹۔	۱۰۔	۱۱۔

احمد ابن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے اسحاق ابن راہویہ کو یہ کہتے سنا کہ خدا تعالیٰ حق کو پسند فرماتا ہے  
 میں کہتا ہوں کہ ابو عبیدہ (بغدادی) مجھے علم میں بڑھ کر اور فقہ میں زیادہ ہیں۔ ہم ابو عبیدہ کے تابع  
 ہیں مگر اُن کو بخاری اختیار نہیں ہے جب سلیمان حافظ حدیث بغدادی میں وارد ہوئے اور امام احمد ابن  
 ابن حنبل نے انکی آمد کی خبر سنی تو حاضرین سے فرمایا کہ چلو سلیمان سے روایان حدیث کا پرکھا کیوں

امام ممدوح اور سلیمان کی جلالت نشان میں جو فرق بین تھا وہ محتاج بیان نہیں۔ ایک عالم محکم تھی  
ہیں کہ میں نے کبھی ابن سہبن کا یہ مقولہ سنا تھا کہ ہم راویان حدیث پر حج کر رہے ہیں حالانکہ مکہ مکرمہ  
کہ وہی لوگ دو برس بہشت میں آسودہ ہوں۔ ایک روز میں جو ابن عاتق کی خدمت میں گیا تو  
وہ فن رجال کا درس دے رہے تھے رہین نے امام ممدوح کا قول مذکور اُن کو سنایا۔ اُن پر اس  
مقولے کا یہ اثر ہوا کہ رونے لگے۔ ہاتھوں میں ریشہ آگیا اور کتاب ہاتھ سے چھوٹ پڑی۔  
زار زار روتے تھے اور بار بار مجھے اس روایت کہ کھلاتے تھے۔ ایام طالب علمی میں ایک  
روز امام دارقطنی ابن انبار کی مجلس درس میں شریک ہوئے۔ دوران الاملا میں ابن انباری  
نے ایک نام میں غلطی کی دارقطنی کو انہی جہالت تو نہ ہوئی کہ ابن انباری کو متنبہ کرتے مگر اُن کے  
مستملی کو وہ غلطی تبادلی۔ جب دوسرے حصے کو دارقطنی پھر مجلس مذکور میں گئے تو ابن انباری نے  
باعلان فرمایا کہ ہم نے اُس روز فلان نام میں غلطی کی تھی اس نوجوان نے ہم کو اُس غلطی پر آگاہ  
کر دیا۔ جوش پندی اس کو کہتے ہیں اگر ابن انباری اس راز کو فاش نہ کرتے تو شاید دنیا کو اس کی  
ہر بھی نہ ہوتی۔ مگر انھوں نے یہ خیال فرمایا کہ اپنی ایک خطا ظاہر ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔  
لیکن نوجوان طالب علم دل بڑھائے جہلے کا مستحق ہے اس کی حق تلفی نہ ہونی چاہئے۔ حافظ ابن  
خیون کو کسی نے حافظ لکھا تو وہ بگڑ گئے اور فرمایا کہ میری کیا ہستی ہے جو مجھ کو حافظ لکھا جائے۔ آج  
کل کے محقق فاضل اپنے نام کے اول میں مولوی لکھا دیکھتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ حق بخدا رسید۔ آل  
سلجوق کے بلند پایہ وزیر نظام الملک طوسی نے جو نظامیہ مدرسہ بغداد میں قائم کیا تھا اُس میں شیخ  
ابو یوسف خیرازی اور امام حجة الاسلام غزالی جیسے اکابر مدرس رہے تھے۔ فخر الاسلام شافعی جب اسکے  
مدرس مقرر ہوئے تو پہلے روز مسند تدریس پر متمکن ہونے کے بعد اُن اکابر کا تصور اُن کو

ہو اور اُس سند کی عزت بڑھ چکے تھے۔ اس تقور نے اُن کے پاکیزہ قلب پر ایک  
 کیفیت ظاری کر دی۔ اپنا عامہ آنکھوں پر رکھ کر بے اختیار روئے اور یہ شعر پڑھا  
 خلت الدیار فسدت غیرا مسود و من العناء لفردی بالسود وہ  
 یعنی ملک اہل کمال سے خالی ہو گیا اور میں جو شایان سرگروہی نہ تھا سرگروہ بنامیرا  
 سرگروہ بیگانہ بن گیا اندوہ فرا ہے۔ ادب عربی میں جو مرتبہ اقصیٰ کا ہے اُس سے  
 اُس سے ایک زمانہ واقف ہی۔ باوجود کلام عرب کے دقائق سمجھ واقف ہونے کے  
 یہ امام ادب کلام اشعار حدیث کے معنی بیان کرنے سے بہت بچتا تھا۔ جب اُس  
 سے اس قسم کا سوال کیا جاتا تو اقصیٰ یہ جواب دیتا کہ عرب اس لفظ کے یہ معنی لینے  
 ہیں مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کتاب اور سنت میں اس لفظ کے کوئی معنی مراد ہیں  
 امام ادب ابوالصہاس ثعلب کے پاس ایک شخص آیا اور اُس نے کسی علمی مسئلے کا جواب  
 چاہا۔ ثعلب کو چونکہ وہ مسائل معلوم نہ تھا اس لئے جواب میں لایا دُرُئی کہدیا۔  
 وہ بیچارہ اس میں پر آیا تھا کہ اُن کے پاس اُس کی شکل مل ہو جائیگی یحان جو یہ صاف  
 جواب سنا تو بہت جھنجھلا یا اور کہا کہ حضور کی یہ تو شہرت ہے کہ لوگ سفر کے حاضر ہوتے  
 ہیں۔ اور علم کا یہ حال کہ ایک ذرا سے سوال کے جواب میں لایا دُرُئی ارشاد ہوتا  
 ثعلب نے ازراہ ظرافت کہا کہ میرے پاس قبلی لا اور بیان ہیں اگر تمہارے پاس اتنے  
 اونٹ ہوتے تو تم بڑے مالدار ہو جاتے۔ ثعلبی زبان عربی کے مشہور شاعر کا واقعہ  
 قتل اس بات کی کہ اُن دنوں سچی بات دلوں پر کیا اثر کرتی تھی کہ ایک نے نظیر مثال  
 ہے۔ ایک مرتبہ شاعر مذکور اپنے وطن کو فکودا پس آ رہا تھا۔ جب بغداد کے سواد میں پہنچا

تو خونخوار مخترون نے حملہ کیا۔ اہل تو متنبی نے رشتہ کے خوب لڑا مگر مجھ جان بجا کر بھاگے  
اُس کے دلیر غلام نے آقا کو بھاگتا دیکھ کر کھا کہ جس شخص کا یہ شعر ہو جو چاہے کہ لوگ اُنکی  
نسبت بھاگنے کا تذکرہ زبان پر لائیں۔ ۵ فالخیل واللیل والبلید لیل  
تعرافی و الحسب والضرب والقرطاس والقلم و متنبی یہ سُکر سید ان کی  
طرف لوٹ پڑا اور اتنا لڑا کہ اُنسی علیہ کام آگیا۔ ابوالعلاء اور ابن ابی اسحق دہلون  
فن ادب کے مشہور امام تھے ایک بار انھوں نے علم میں اُن میں باہم مناظرہ ہوا تھا  
کسی موقع پر ابوالعلاء نے یونس نحوی سے اس مناظرہ کا تذکرہ کیا تو مصنف دلی سے اعتراض  
کیا کہ اُس مناظرہ میں ابن ابی اسحق قاعدہ ہمزہ میں مجھے غالب آگئے تھے۔ اس فصل  
پر میں نے بعد کو غور کی ہے۔ ابوزید انصاری سے کسی نے پوچھا کہ فلان موقع پر تم  
محرزق بولتے ہو اور ابو عمرو و محرزق صحیح کو نسا لفظ ہے۔ ابوزید نے کھا کہ چونکہ ابو  
عمرو کی والدہ بنطی ہیں اور یہ لغت بھی بنطی ہی اس لیے ابو عمرو کا قول زیادہ مستند ہے  
شعر اپنی بددماغی اور بے نیازی میں ضرب المثل ہیں۔ اُنکی نازک مزاجی دوسروں کے  
کمال کے سامنے سر جھکانے کو گوارا نہیں کرتی۔ جس قرن کا ذکر ہم کر رہے ہیں۔ اُس کے  
اثر نے شاعروں کو بھی اُچھوتا نہیں چھوڑا تھا۔ ابوالعلاء یہ ایک دفعہ اپنے معاصرین سے  
ملنے گئے اور اُنہیں کلام میں بشار سے کھا کہ تمہارے یہ شعر اعتذار بکامین مجبوء نہایت  
پسند ہیں ۵ کہ من صدیق لی اساء رقة البكاء من الحياء و اذا تفلن  
لا منی بہ فاقول مالی من بکاء و لکن ذہبت لامر تداہ فطرفت عینہ  
بالرداء و بشار نے کھا کہ اس مضمون میں تقدیم کا شرف آپ کو حاصل ہوا اور میں آپ کا

۱۔ (ابن ج ۳۷) ۲۔ (نزهت ص ۲۳) ۳۔ (نزهت ص ۱۲۴)  
۴۔ گھوڑا رات جنگل حرب و ضرب اور کاغذ و قلم یہ سب مجبوء خوب پہچانتے ہیں ۱۲



کاسہ لیں ہوں اور میرا یہ شعر تمہارے ہی دریا کا قطرہ ہے چنانچہ آپ نے کھا ہے  
 فقالوا قد بکیت نقلت کلا ۛ وھل تبکی من الجزع الجلید ۛ  
 ولکن قد اصاب مواء عینی ۛ عواید قذی لہ طرف حدید ۛ فقالوا  
 ما لد معہما سوا ۛ کو کلتا مقلتیک اصاب عود ۛ ایک روز مولانا تسلیم الدین  
 رومی سے کسی نے کھا کہ شیخ ابن الوفاء مولانا خسر کے پاس تو جاتے ہیں مگر آپ کے  
 پاس نہیں آتے مولانا نے جواب دیا کہ حق بجانب شیخ کے ہے۔ مولانا خسر و عالم  
 باعل ہیں اس لئے قابل زیارت ہیں میں نے اگرچہ علم پڑھا ہے مگر سلاطین کی صحبت  
 میں بیٹھا ہوں اس واسطے قابل زیارت نہیں رہا۔

## عنوان سوم

### اختلاف و اتفاق

اس عنوان کے قائم کرنے سے ہمارا مقصود یہ عیاں کرنا ہے کہ ہمارے علمائے سلف کا اُن عالموں کے مقابلے میں کیا عمل رہا جو اُن سے عقائد یا جزئیات مسائل میں مخالف تھے۔ یا زیادہ صاف الفاظ میں یہ سمجھنا کہ علمائے اہل سنت و جماعت کا سلوک دوسرے اہل قبلہ (مثلاً شیعہ و خارجی و مرجئی و قدری) علمائے ساتھ کیا تھا اور خود اہل سنت و جماعت کے مختلف فرقوں کے علمائے کس قسم کا برتاؤ باہم رکھتے تھے۔ آیا عقائد کا اختلاف ایسی ایک حد فاصل خیال کیا جاتا تھا جو ایک کو دوسرے کی صورت سے بیزار نہ اُسکی خوبیوں کا منکر۔ اور اُس کے ساتھ ارتباط کو ایمان میں خلل انداز سمجھنے والا بنادیتی یا آنکہ وہ روارت عقیدہ کو بری چیز قرار دے لینے کے بعد اُن ثقہ و

صالحہ جانتے۔ اُنہی نے انا دینت روایت کرتے اور اُنکے علم و فضل کے حاضرو غائب عقیدہ مند رہتے  
 تھے۔ یہ بات مسکے نزدیک مسلم ہے کہ سچا اسلامی جوش اور خالص دینی حمیت قرونِ اخیر ختم تھی  
 اور نبوت کے عہد پاک کے قریب کی وجہ سے جو آثار و اصلاح و رشاد ابتدائی صدیوں میں ملے  
 وہ بعد کو باقی نہیں رہے۔ اَلَا مَآ شَاءَ اللہ۔ اسی وجہ سے اُن بزرگوں کے طریقے اور مسلک  
 کو عین صراطِ مستقیم اور ٹھیک راہ دین مانا جاتا ہے۔ پس ہمارا حال و خیال اگر سلفِ صالحین کے  
 حال و خیال کے خلاف ہو تو ہم کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہم راہِ صواب سے دُور جا چکے ہیں۔ یہ بات  
 طریقہ حق سے بعید ہوگی کہ ہم اُنکے شیوے کو اپنے مسلک کے مخالف دیکھ کر ازراہِ تعصب  
 خلاف حق سمجھیں اور اپنے ہی خیالِ باطل کو عین و ینداری تصور کریں۔ ہم نے اس باب میں یا تو  
 تابعین و تبع تابعین کے اقوال و افعال کو الٰہ دیا ہے یا اُن علماء سے مابعد کے اقوال و افعال کا جو  
 بالاتفاق پیشوائے ملت مانے گئے ہیں۔ اور مزید احتیاط یہ کی ہے کہ یہ حالات اور اقوال بھی صرف  
 بحوالہ امامِ مذہبی نقل کئے ہیں جو فنِ رجال و اسانید کے مستند امام خیال کئے جاتے ہیں۔ ان  
 اصل سبب پر بحث کرنے سے پیشتر یہ دیکھنا مناسب ہوگا کہ اگلے علمائے ربانی مذہبی جھگڑا  
 اور دینی نزاعوں کو کیسا خیال فرماتے تھے۔ آیا اُنکو تمام اصول دین اور ارکانِ مذہب سے  
 زیادہ مہتمم باشند اور لائقِ اہتمام سمجھتے تھے۔ یا اُنکو نفرت کی نظر سے ملاحظہ فرماتے اور برہائی  
 و تباہی کا ایک ذریعہ تصور کرتے تھے۔ ذیل کے اقوال صاف صاف ثابت کر دینگے کہ وہ  
 قدسی گروہ ہمیشہ ان سے بیزار رہا۔ امام ششم حضرت جعفر صادق ارشاد فرماتے ہیں۔ ایاکم  
 والخصومة فی الدین فافحوا تشغل القلب و قوتوا الفتن یعنی پھر دین میں جھگڑا کر نیسے  
 اس واسطے کہ دلوں کا مکی باتوں سے باز رکھتا ہو اور نفاق پیدا کر دیتا ہے۔ صدق  
 یا ابن رسول اللہ جن سے بارہ سو برس پیشتر امام روشن ضمیر نے مسلمانوں کو ڈرایا تھا کہ اُنکے

۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔

درودنا کی نتیجہ اہل دین کے سامنے ہیں۔ اگر اس مقولے پر عمل رہتا تو مسلمانوں کی تاریخ  
 میں بہت سے شرمناک معجزہ نہ لکھے جاتے۔ شام کے مقتدا امام اوزاعی کا (جو تبع تابعی ہیں)۔  
 قول ہے کہ اذالہ اللہ جہنم شہادتہ علیہم الحدیث ومنع عنہم العمل۔ یعنی جب  
 کسی قوم کی بربادی خدا تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے تو ان پر جھگڑے کے دروازے کھول  
 دیتا ہے اور کام سے باز رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب تم دیکھو کہ ایک قوم جھگڑنے  
 میں خوب چست ہے۔ اور عمل میں مست تو سمجھو کہ خدا کی بھیجی ہوئی تباہی اوپر اڑ رہی ہے  
 ایک دوسرے سے تبع تابعی امام حجاج ابن ارطاة فرماتے ہیں کہ ملاخصمت قطبہ جلست الی  
 قوم مختصمون یعنی میں نے کبھی کسی سے جھگڑا نہیں کیا اور نہ کبھی ایسے لوگوں کی صحبت  
 میں بیٹھا جو جھگڑا لوبھوں۔ اس قول سے پتا لگتا ہے کہ امام حجاج کے نزدیک کسی شخص یا  
 فرقے سے بیزار اور انکی مجالست متفرک رہنے والی کیا صفت ہو سکتی ہے۔ آپ اگر  
 اس مقولے کو اسناد کے واقعات سے ملائیں گے تو ایک اہم نتیجہ حاصل ہوگا۔ ان اقوال  
 کو پڑھ کر ایک غلیبان طبیعت کو پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات واضح طور پر ثابت ہے کہ ائمہ دین  
 نے ہمیشہ طریقہ باطل کی تردید اور راہ صواب کی تائید فرمائی ہے۔ اور انکے مناظرے  
 معتزلہ وغیرہ فرقوں کے علما کے ساتھ تاریخ و فن کلام میں مذکور ہیں۔ پھر کیونکر مذہبی غلیبان  
 کو مؤثر نفاق اور باعث بربادی کہا جاسکتا ہے۔ اس شبہ میں ایک افسوسناک خلط  
 مبعوث ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اختلاف و خصومت میں فرق نہیں کیا جاتا اور ہم علمائے  
 سلف کے اختلاف کو نزاعوں پر قیاس کرتے ہیں۔

حضرت یحییٰ ابن سعید جو اکابر تابعین میں ہیں کسی خوبی سے اختلاف و نزاع کا امتیاز ظاہر  
 فرماتے ہیں انھوں نے فرمایا ہے کہ اهل العلم اهل قوم معتمد و مابرج المفتون مختلفون

فیصل صفا دیکھو ہم خدا انلا یعلیب خدا اعلیٰ خدا اعلیٰ معذایعنی علما، اہل وسعت ہیں اور مفتی ہمیشہ باہم اختلاف کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک ایک چیز کو حلال بتانا، دوسرا اُسی کو حرام کہتا ہے مگر یہ اسکی عیب گیری نہیں کرتا اور وہ اسکی اس مقولے میں جہان تک کہ میری فہم ناقص میں آیا ہے۔

دیکھو! عذاب تک اختلاف کی حد ہے اُسکے بعد جدل و خصومت کا بیان ہے۔ قول ہذا میں  
 تین پہلو دکھائے گئے ہیں۔ سب سے اوّل گروہ علماء کی یہ صفت بیان کی ہے کہ اُنکے  
 خیالات وسیع ہوتے ہیں۔ اُسکے بعد یہ بتلایا ہے کہ اُن میں باہم اختلاف ہوتا رہا ہے پھر  
 یہ بتایا ہے کہ اُنکا اختلاف باوجود اپنی سنگینی کے عیب گیری کی مدد تک نہیں پہنچتا۔ میں اس  
 نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ جو اختلاف کشادہ دلی کے ساتھ بے شائبہ عیب گیری ہو وہ صالحین کا  
 طریقہ ہے اور اسی کو رحمت فرمایا گیا ہے۔ اور جو بحث تنگ بینی اور عیب گیری کے پیرائے  
 میں ہو وہ خصومت ہے اور اسی سے بچنے کی تائید ایمہ ہدیٰ نے فرمائی ہے آج کل مسلمانوں  
 میں جو متباہ خفے ہو رہے ہیں انکو اسی معیار کے بموجب پرکھنا چاہئے اور جس قسم میں وہ  
 داخل ہوں اُسکے احکام اپنر جاری کئے جائیں۔

جذباتِ مسائل کا اختلاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں شروع ہو گیا تھا شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم نے رسالہ انصاف میں یہ اختلاف اور اُس کے اسباب کسی قدر لفظ کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ ہم اُسکی چند مثالیں جو طبقات الخفا میں نظر پڑیں یہاں درج کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ آنحضرت سے احادیث کم نہ روایت کی جائیں۔ بعض صحابیوں کا مسلک اس کے خلاف تھا۔ اسی اختلاف کی وجہ سے حلیۃ ثانی نے تین جلیل القدر صحابہ حضرت ابن مسعودؓ ابو الدرداءؓ اور ابو سعودؓ کو نظر بند کرکھا اور فرمایا کہ تم نے

آنحضرت سے حدیثیں بہت روایت کر دیں۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ خلیفہ ثانی حضرت  
 اُبی کی بہت تکریم کرتے تھے اُن سے ضرورت کے وقت فتویٰ لیتے بلکہ اُنکی محبت  
 مانتے۔ باوجود اسکے صحابی ممدوح کے ہمراہ ایک بار ایک جماعت دیکھ کر اسکے مارٹیک  
 ویرہ اٹھایا۔ حضرت اُبی نے کہا دیکھو کیا کرتے ہو۔ خدا تم پر رحم کرے۔ امیر المومنین  
 فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ یہ جماعت سرگردہ کے لئے باعث فتنہ اور تالوع کیواسطے  
 موجب ذلت ہے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں حضرت ابوذر کو فتویٰ دینے  
 کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ اسکے بعد وہ کئی برس زندہ رہے اور سترہمین مقام  
 ربذہ انتقال فرمایا۔ رضی اللہ عنہ۔ کیا اس بیان کی حاجت ہو کہ صحابہ کرام میں ان  
 جزئی اختلافات کے ساتھ اتفاق کیا تھا۔ تابعین کے زمانے میں اختلاف عقائد بھی  
 شروع ہو گیا تھا۔ اور معتزلہ و قدریہ و غیرہ فرقتے پیدا ہو گئے تھے۔ اُس عہد میں  
 بہت سے اسلامی فرقتے ایسے موجود ہو گئے تھے جبکہ اب نام و نشان بھی نہیں اور  
 صرف کتابوں میں ذکر رہ گیا ہے۔ اُس دور پاک میں مسلمانوں کے حوصلے بند  
 تھے اور جو کام وہ کرتے تھے اُس میں جوش و بہت کا پورا جلوہ ہوتا تھا۔ اس لئے  
 یہ تازہ وارد فرتے بھی اپنے عقائد کی اشاعت میں پوری کوشش و سعی سے  
 کام لے رہے تھے۔ ہمارے علمائے کرام اُدھر تو ملت حقہ کی حفاظت و حمایت  
 میں جان لڑا رہے تھے اُدھر انھیں مخالف العقیدہ علما کی مرتبہ دانی اور حق شناسی  
 میں نہایت کشادہ دلی سے مصروف تھے اُنکے حالات پڑھ کر اس کشادہ دلی کی کوئی  
 حد معلوم نہیں ہوتی۔ تین قسم کے دلائل سے ہم اپنے اس دعوے کو ثابت کر سکتے ہیں

اولاً علماء ممدوح نے اُن سے علم دین حاصل کیا اور اُن کو روایت حدیث کا اہل سمجھا  
حضرت قتادہ کی جو جلالتِ شان حدیث میں ہے۔ اُس سے کون واقف نہیں۔  
بڑے بڑے ائمہ حدیث اُن کے شاگرد ہوئے ہیں۔ عقیدہ وہ قدری شدید تھے  
امام ذہبی فرماتے ہیں کہ باوجود اُن کے اس عقیدہ قدری کے کسی نے اُن کی روایت کو  
مستدانت میں پس پیش نہیں کیا۔ امام مغیرہ تابعی فتانی تھے اور حضرت خلیفہ پہرام  
پر گو نہ مقرر تھے۔ تاہم شعبہ اور ابو عوانہ وغیرہ طویل النشاں اماموں نے اُن سے حدیثیں روایت  
کی ہیں۔ امام احمد اُن کی نسبت فرماتے ہیں صاحبِ سنۃ اور احمد علی نے اُن کو  
ثقة ہونے کی شہادت دی ہے۔ عمرو ابن مروہ تابعی کی نسبت بیان کیا گیا ہے  
کہ وہ مرجیہ تھے۔ پھر ہی ایک جماعت نے اُن کی توثیق کی ہے ہشام و ستوائی قدری تھے۔  
امام ابن سعد اُن کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کان ثقة صحیحۃ الا انہ یروی القدریین  
وہ ثقہ اور حجت تو تھے مگر قدری تھے۔ سعید ابن عودی بھی فرقہ قدریہ میں سے تھے۔ فن حلال  
کے دو مشہور و عالی درجہ اماموں نے اُن کے ثقہ ہونے کی شہادت دی ہے۔ یعنی حضرت  
یحییٰ ابن معین اور امام نسائی نے۔ حافظ ابو نعیم فرماتے ہیں کہ میں نے آٹھ سوشیوں  
سے فن حدیث حاصل کیا مگر حسن ابن صالح سے افضل کسی کو نہیں پایا۔ اُن کے عقیدے  
کی نسبت امام ذہبی فرماتے ہیں کان ضیہ خام جیثۃ یعنی اُن میں خارجیت تھی۔ امام ابو سہل

۱ (تذج ص ۱۱۰) ۲ (تذج ص ۱۲۰) ۳ (تذج ص ۱۰۰) ۴ فرقہ قدریہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر بندہ

اپنے افعال خیر و شر کا خالق قادر ہے ۱۲۲ الملل والنحل ص ۵ فرقہ مرجیہ کا یہ عقیدہ تھا  
کہ ایمان کی حالت میں کوئی معصیت بضر نہیں جیسے کفر میں امامت مفید نہیں ۱۲۳ الملل والنحل

۵ (تذج ص ۱۲۸) ۶ (تذج ص ۱۲۰) ۷ (تذج ص ۱۹۵)

شیعی تھے۔ اور اسی جرم میں خلیفہ باردن رشید نے انکو قید کر دیا تھا۔ امام ذہبی اور انکی احوال میں تحریر کرتے ہیں۔ متفق علیہ کہ احتجاجاً جہلہ یعنی انکے حجت ہونے پرست کو اتفاق ہے۔ محمد ابن فضیل کو فی بھی شیعی تھے۔ حضرت یحییٰ ابن معین نے انکی توثیق فرمائی ہے اور امام احمد انکی نسبت فرماتے ہیں حسن الحدیث شیعی حافظ حدیث ابو عمر قدسی تھے۔ اس پر بھی امام بخاری نے اُنسے حدیث روایت کی ہے۔ عبد اللہ ابن موسیٰ فرقہ شیعہ کے علمائے کبار میں تھے۔ اُنسے بھی امام بخاری نے روایت فرمائی ہے۔ ابن الاخرم امام شعرائے کبار سے میں فرماتے ہیں۔ صدوق خالی فی التشیع یعنی سچے میں اور تشیع میں خالی۔ شیخ الاسلام انصاری ایک جلیل القدر امام حدیث کی نسبت اپنی رائے میں الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں دو قابل شنید ہیں۔ ثقہ فی الحدیث رافضی خبیث۔ یعنی حدیث میں ثقہ رافضی خبیث ہیں۔ حضرت یحییٰ ابن معین اس مرحلے کو اشتباہ تک پہنچاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لولہ عبد اللہ بن ابی مکتوم کہ اہل بیت یعنی اگر عبد الرزاق مرتد بھی ہو جائے تو بھی ہم انکی روایت کردہ حدیث کو نہ چھوڑیں گے۔ ان اقوال و افعال کو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ علمائے مخالف العقیدہ خواہ قدوسی خواہ خارجی۔ مرجیہ تھے یا شیعہ کبار علمائے شیعہ میں سے تھے۔ یا شیعہ خالی و رافضی خبیث مگر عجب انکو ہمارے علمائے کرام نے ثقہ محبت۔ صدوق۔ صاحب سنت اور فضل پایا تو انکو ایسا ہی کہا اور ایسا ہی مانا اور انکی روایت کی ہوئی حدیثوں کو آنکھوں سے لگایا اور دل میں رکھا۔ ہم تو حیرت میں ہیں کہ ایک شخص کو رافضی خبیث کہیں اور پھر ثقہ بتائیں۔ یہ ضدین

۱ (تنزیل ص ۲۳۳) ۲ (تنزیل ص ۲۸۰) ۳ (تنزیل ص ۷۷) ۴ (تنزیل ص ۳۲۴)

۵ (تنزیل ص ۲۰۲) ۶ (تنزیل ص ۲۴۷) ۷ (تنزیل ص ۱۴۳)



کیونکر جمع ہوئیں۔ اور دوسرے شخص کو یہ فرض کرنے کے بعد بھی کہ وہ مرد ہو جائے  
اُسکی روایت کردہ احادیث کے ترک کرنے کو گوارا فرمائیں۔ یہ مشرق و مغرب  
کا اجتماع کیسا۔ سچ یہ ہے کہ یہ معما چڑا دعویٰ مدعی میں حل ہو نا چیدا شواہد تھے۔ اسکو  
حل کرنے والے وہی بزرگ تھے جنکی قوت ایمانی نے اُنکے قلوب کو تصدیق سے  
پاک اور حق کا شیدائنا دیا تھا۔

ثانیاً اُنکے فضل و کمال کی تعظیم کی کہ حضرت مکرمہ (جبکہ عقیدہ خوارج کی جانب مائل تھا)  
جب بصرے تشریف لیجاتے تو حضرت خواجہ حسن بصری فتویٰ دینے اور دہ تبہ تفسیر  
سے دست کشیدہ ہو جاتے اور جب تک اُنکا دہان قیام رہتا خواجہ صاحب اسی برتاؤ  
کو قائم رکھتے۔

ثالثاً علوم ظاہر سے گزر کر اُنکی روحانی عظمت کا اعتراف کیا۔ امام ابراہیم ابن مہمان  
(جنسے امام اعظم نے سماعت حدیث کی تھی) عقیدے کے مرجعہ شدت تھے۔ ایک  
روز کا ذکر ہے کہ امام احمد ابن حنبل بوجہ ضعفِ علالت تکیے کے سہارے سے  
بیٹھے تھے۔ اس اثنا میں کسی نے ابن مہمان کا تذکرہ چھیڑا۔ امام زبانی یہ سننے ہی  
سنبھل کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ جس مجلس میں مُلّا کا ذکر ہو اُس میں تکیہ لگا کر بیٹھا رواہنیں  
خداوند ایسے پاک مشرب بزرگ اب کیوں بہنیں پیدا ہوتے۔ منصور ابن زاذان  
تابعیؒ امام ذہبی نے اُنکا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے۔ ہاں ثقہ صحیحہ و صالحہ اُکبیر انشاء  
جب حضرت خواجہ حسن بصری نے رحلت فرمائی تو تابعی مدوح نے علی ابن زید سے  
(جو شیعہ تھے) فرمایا کہ تم حسن بصری کی جگہ بیٹھو۔ اس موقع پر اگر یہ غور سے دیکھا

کہ حضرت حسن لہری کی جگہ کیا جگہ تھی تو اس واقعے کی قوت انتہا کو پہنچتی ہے۔ اس بحث میں اب صرف ایک امر فیصلہ طلب باقی ہے۔ وہ یہ کہ آیا ان فرقوں میں عقیدہ کی سختی اور شدت اُس مہدیین اسی حالت میں تھی جیسی آج ہے یا بجائے سختی کے اعتدال تھا یعنی طور پر ادھر کے بعض جرحوں کے الفاظ سے سختی کا پتا لگتا ہے لیکن ہم واقعات کی مدد سے بالتصريح ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ شیعیت میں جو سخت سے سخت بدعت ہے وہ شتم صحابہ ہے۔ معاذ اللہ من ذلک و دوسری صدی ہجری میں یہ ناسنوا طریقہ اس فرقے میں رائج ہو گیا تھا۔ اور عوام میں بہنیں بلکہ خواص میں۔ چنانچہ لکھا کہ شیخ حدیث ابوالاحوص کا مکان جب محدثین سے بھر جاتا تو وہ اپنے بیٹے سے فرما کہ دیکھو ان میں جو شتم صحابہ کرتا ہوا سکو نکال دو۔ (وفات ابوالاحوص ۳۷۹ھ) دوسرے واقعے سے منکشف ہوتا ہے کہ اسی عہد میں قدرت بھی سنگین پیرایہ اختیار کر چکے تھے۔ امام ابواسحق فزاری جب دمشق میں آئے تو ابوالسہر سے فرمایا کہ کبہ کو جو قدری ہو ہماری محفل سے چلا جائے۔ (وفات ابواسحق ۳۸۷ھ) ابن دونون واقعون سے معتز ضمیمین کچھ نفع نہیں ادا کر سکتے۔ اس لئے کہ جن بزرگوں کے احوال و حالات ہم نے استدلال کیا ہے ان کے مقابلے میں امام ابوالاحوص و ابواسحق کی رائے فروغ نہیں پاسکتی۔

اختلاف عقاید کی صورت میں جب ہمارے علماء نے اپنے مخالفین سے حسن سلوک پیش نظر رکھا تو ظاہر ہے کہ اختلاف جزئیات مسائل اُن کے مزاجوں پر کب موثر ہو سکتا تھا۔ اور اس لئے اس قسم کی مثالیں پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر ہم تذکرہ

چند حالات گذارش کرتے ہیں۔ کچھ کل خود اہل سنت و جماعت کو مختلف فرقے باہم ایسا  
 اختلاف اور شدت کا برتاؤ کر رہے ہیں جیسا وہ خلاف اہل سنت و فرقوں کے ساتھ  
 رکھتے ہیں۔ پس یہ چند مثالیں یہی خالی از نقع نہونگی۔ امام قدوری حنفی اور شیخ ابو حامد اشعری  
 شافعی کے باہم ہمیشہ مناظرہ رہتا تھا۔ مگر شیخ شافعی کا فضل و کمال امام حنفی کی نظر و بین  
 سمایا ہوا تھا اور اسلئے وہ انکی نہایت تعظیم کرتے تھے۔ فقیہ عماد الدین شافعی اور قاضی القضا  
 ابو طالع بن عینی حنفی آپس میں سخت مخالف تھے۔ شافعی فقیہ کو پیام اجل قاضی القضاہ سے پہنچا لیا  
 چونکہ ابو طالع ایک مخالف دینا سکھ ہو گیا اسلئے انکو بغاوت پر خوشی کا موقع تھا۔ لیکن جب  
 زمینی انکے دفن سے فارغ ہوئے تو انکی قبر کے پاس کھڑے ہو کر شہر ناک یہ شعر پڑھا  
 عظم النساء فلا تملدن شیعہ + ان النساء بمثلہ عظمہ خواجہ حسن بھری اور امام ابن سیرین  
 میں باہم کسی وجہ سے بدھڑگی ہو گئی تھی۔ اسی بے لطیفی کے سبب امام ابن سیرین خواجہ صاحب  
 کے جاناؤ کے ساتھ شرافت نہیں لے گئے۔ ایک روز کسی شخص نے انکو اُٹنے سے بیان کیا  
 کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جانور میری کاسب زیادہ خوشنما نگریرہ اٹھا لے گیا۔  
 ابن سیرین نے فرمایا کہ تیرا یہ خواب سچا ہے تو حسن بھری کی وفات قریب ہو چنانچہ چند ہی روز  
 بعد اس سرگردہ اصفیاء وفات پائی۔ اس واقعہ سے یہ ظاہر کر رہا ہے کہ باوجود اس قدر شہر  
 کے امام ابن سیرین نے خانہ خدا کا نفیس نگریرہ خواجہ صاحب ہی کو بتایا۔ اس بحث میں ہم ایک  
 پُر مذاق قصہ نقل کرتے ہیں۔ اخفش امام خود ابن رومی شاعر مشہور کے باہم چٹا ہو گئی تھی  
 ابن رومی بہت ضعیف الاعتقاد تھا اور بد شکونی سے بہت ڈرتا تھا۔ اخفش کبھی کبھی اسکو دروازے  
 پر علی الصبح پہنچتا اور کچھ شخص کلے لکھ کر حلا آتا۔ ابن رومی پر اسکا اس قدر اثر تھا کہ

وہم کو مار دین بہر گہر سے باہر نہ نکلتا جب وہ تنگ آگیا تو اُس نے بھی اپنا حریہ بندھا لیا اور شش  
 کی چو کہنی شروع کر دی ع کہ شاعر جو رنج و گویہ بجا، افشش جو کلام فصیح پر خیدا تھا اپنی جو کہ شاعر  
 کو اُنکی غولی اور روانی کلام کی وجہ سے حفظ کر لیتا۔ اور مجالسِ ملائین جہاں اور اُس دن کو شعر  
 سنان میں پیش کرتا دہان اشعار بالا کو بھی موقع موقع سے سناتا جاتا۔ اور تحریہ کہتا کہ چلو ابنِ رومی نے  
 اس گنہگار کو یاد کیا۔ اگرچہ سچو کہ ساتھ ہی سہی۔ بگڑا شاعر نے یہ قصہ سننا تو بلکہ سچو کہ کہنا بھی چھوڑ دیا۔  
 حیف کہ یہ پیشی زمانہ بہت دن تک مسلمانوں میں قائم رہا آخر آنجہانی ہو گیا۔ اور نزار غفرلہ نے  
 امت مرحومہ کے پیکر لکھی پھر کیا تھا۔ قدری و جبری تو ایک طرف یہی خود اہل سنت و جماعت کے ناجی  
 خرقوں میں وہ وہ جھگڑے ہوئے گشت و خون تک نوبت پہنچی۔ بہت پیشوایانِ ملت نے خود کو  
 ہاتھوں سے ایسی ایسی اذیتیں برداشت کیں جبکہ شکردل کا پٹ اٹھتا ہی۔ امام زادہ شیخ الاسلام  
 انصاری نے جو حنبلی تھے حنفیہ اور شافعیہ علماء کا ہاتھوں کیا کیا مصیبتیں نہیں اٹھائیں۔  
 پانچ مرتبہ تنگی تو لڑائی گردن پر رکھی گئی۔ وطن چھوڑ کر بیچ جانا پڑا۔ سلطان اب اسلم  
 جب ہرات پہنچا۔ تو مشایخ شہر اکیس سالہ شیخ الاسلام خلوت خانے میں گئے اور اُنکی سجاد  
 کے نیچے ایک تانبے کی مورت رکھ دی اور سلطان سے مخبری کی کہ ابو اسلم مجسمہ فرود گیر  
 ہیں اور انہوں نے اپنی محراب میں ایک بت رکھ چھوڑا ہے۔ طرفہ ماجرایہ ہے۔ کہ شیخ الاسلام  
 وہ بزرگ عالی درجہ میں جن کی شان و عظمت کا اہل ظاہر و باطن دونوں نے  
 اعتراف کیا ہے۔ حافظ کبیر ابو نعیم صاحبِ حلیہ جب کا نام آج تک ادب کے ساتھ  
 لیا جاتا ہے۔ اُنکی ایک زمانے میں یہ حالت تھی کہ مذہبی مخالفت کی وجہ سے  
 لوگوں نے اُسے ملنا چھوڑ دیا تھا۔ اُس زمانے میں حنبلیوں اور اشاعرہ میں

اس قدر تعصب بھرکا ہوا تھا کہ روزِ فتنہ و فساد برپا ہوا تھا۔ ایک دن جب حافظ ابو بکر ابن علی کی مجلسِ الامتہ ہو گئی تو ایک پیارے شخص نے کہیں یہ کہہ دیا کہ جبکہ ابونعیم کی مجلس دس مین چلنا ہو وہ اُٹھے۔ یہ کہنا تھا کہ اسکی شامت آگئی۔ مجلس میں یہ سنتے ہی ایک ہنگامہ مچ گیا اور سب اے احبابِ حدیث قلم تراشیں لے لیکر اُس مصیبت زدہ پر دوڑ پڑے۔ قریب تھا کہ وہ اُسی موقع پر قتل ہو جا۔ خدا خدا کر کے اُسکی جان بچ گئی۔ ہم انھیں دو مثالوں پر اکتا کرتے ہیں اور اس سے زائد یہ قابلِ تأسف قصے بیان کرنا نہیں چاہتے جیف یہ ہر کہ جب کہیں جو کچھ کیا گیا ہمیشہ اُسکا نام نصرتِ دین اور حمایتِ ملت ہی رکھا گیا۔ اگر ہم اس باب کے اول اور آخر واقعات کو الماؤن توصاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اختلاف و اتفاق کیلئے مذہب و عقائد کے اور ابھی بہت سے اسباب ہیں۔ عنوانِ ہذا کو ہم ذیل کی نتیجہ حکایت پر ختم کرتے ہیں۔ نحو کا امام یزیدی ایک روز امامِ ادب خلیل بصری سے ملنے گیا۔ خلیل اُس وقت ایک سادہ دگدے، پتھرن تھے۔ یزیدی کو اسکا دیکھ کر ایک طرف کو ہو بیٹھے اور سادہ کا ایک حصہ خالی کر دیا۔ یزیدی نے ہنسنے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ تکلیف ہے بیٹھے ہیں۔ یہ سنکر اُس ادیب بے نظیر نے یہ لاجواب جواب دیا۔ ماضیاتِ موعظ علی اثنین متحابین والذنی کا قسم اثنین متحابین۔ یعنی دو دوستوں کیلئے کوئی جگہ تنگ نہیں اور دو دشمنوں کیلئے سارے جہان میں بھی وسعت نہیں۔

## عنوان چہارم حسن معاش

علماء ہی سلف کی طالب علمی۔ حق پسندی۔ اور حالت اتفاق و اختلاف ہم بحث کر چکے۔ اور جیسی کچھ بحث کی گئی آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ ایک نہایت ضروری پہلو پر ہنوز بحث باقی ہے۔ وہ یہ کہ ہمارے علمائے دنیا میں کس طرح بسر کی اور اپنی معاش کو کس طور پر حاصل کیا۔ اُنکے صفات کی تکمیل ایک حد تک اس موضوع پر منحصر ہے۔ دنیا اور اوسکے معاملات اگر لغو ہوتے تو پانچون دفت کی نمازین دین کی پہلائی سے پہلے دنیا کی بھلائی کی دعا مانگی جاتی اور فقہ کی کت ابون بن صرف عبادات کے ابواب ہوتے معاملات کے پیچیدہ مسائل کا ذکر نہوتا۔ علمائے دنیا میں ہے۔ اور دنیا کے تعلقات اُنھوں نے پیدا کیے۔ کسی انسان کے محکوم بنے کسی کے حاکم۔ مختلف مشرب و خیال کے آدمیوں سے مل جل کر اس عالم میں ہے تو فطرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُنھوں نے ان تعلقات کو کیسا بنا دیا۔ آیا سلیقے اور خوبی سے سب کے حقوق ادا کیے یا اُنکو تسامح اور بے پردائی کے نذر کر کے اُسکا دل خوش کن نام استغفار کھا۔ ایسے مجتہدین نے جو موٹگانیاں مسائل معاملات میں کی ہیں اور جو آسان راہیں کاروبار کے متعلق نکالی ہیں وہ اس امر کی زبردست شہادت ہیں کہ

اعلیٰ درجے کے معاملہ فہم اور معاملات دُنیا پر غور فرمانے والے تھے۔ اس عنوان میں سب سے اول ہم یہ دیکھیں گے کہ علمائے سلف نے اپنی معاش کن ذرائع سے پیدا کی۔ سکر بعد یہ بحث کریں گے کہ اُنکے تعلقات ملک و رعایا کے ساتھ کیسے رہی۔ آخرین اُنکے مختلف حالات ایسے لکھیں گے جن سے کسی نہ کسی پہلو سے اُنکے طرز معاشرت پر روشنی پڑے گی۔

## کسبِ معاش

### تجارت

تجارت مسلمانوں کا مقدس پیشہ ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ سائے مسلمانوں میں فضل صحابہ کرام تھے اور صحابین مہاجرین کو فضیلت تھی۔ اور مہاجرین میں قریش کا مرتبہ بڑھا ہوا تھا۔ قریش کا خاص پیشہ تجارت تھا جبکہ ذکر کلام پاک میں جا بجا موجود ہے۔ علمائے سلف میں جن بزرگوں نے معاش قوتِ بازو سے حاصل کی اُن کا ترجمانِ خاطر اکثر تجارت کی طرف رہا ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں ایک جدول کے ذریعے سے اُن علما کے نام نامی مع اُس مال کے جسکی وہ تجارت فرماتے تھے عرض کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہو گا کہ کیسے کیسے بڑے علمائے امت نے تجارت کے وسیلے سے کسبِ معاش فرمایا تھا۔

نمبر	اسمائے علما	مال تجارت	کیفیت
۱	حضرت سالم بن عبد اللہؓ	•	بازار میں لین دین کیا کرتے تھے (تذہب ص ۷۷)
۲	امام یونس ابن عبیدہ	ریشمی پارچہ	(تذہب ص ۱۳۰)
۳	داؤد ابن ابی ہند	ریشمی پارچہ	(تذہب ص ۱۳۱)

نمبر	اسماے علما	مال تجارت	کیفیت
۴	امام ابو حنیفہ	ریشمی پارچہ	امام مدوح کی صدر دکان کونے میں تھی اور اُنکے ایجنٹ بجا مالکین پر ہونے والے خرید و کر کے کو بھیجے تھے۔ تنہا ص ۱۵
۵	حضرت عبد اللہ ابن مبارک	.	امام ذہبی اُنکا ذکر یوں شروع کرتے ہیں الامام القاسم السلف دوسری موقع پر فرماتے ہیں اُنکی عمر ۷۰ سال تھی۔ تنہا ص ۲۵
۶	حافظ الحدیث عبد الباقی	چاندی	(تنہا ص ۲۵)
۷	عبدالرزاق حسبی	.	امام ذہبی فرماتے ہیں: من ملاحیۃ الی الشام۔ تنہا ص ۳۴
۸	حافظ الحدیث فضل کوفی	.	(تنہا ص ۳۴)
۹	حسن بن علی کوفی	بورے	اسی تجارت کی وجہ سے اُنکا لقب بواری ہے۔ تنہا ص ۴۴
۱۰	امام ابو الحسن بوری	.	(تنہا ص ۱۰۱)
۱۱	ہشام دستوالی	پارچہ	دستوالی ہوا از عراق عرب کا ایک گنہ تھا دھانے پر لٹا کر فروخت فرماتے تھے اسی لئے دستوالی لقب پڑ گیا۔ تنہا ص ۱۴۷
۱۲	امام ابن جوزی	تانبا	اُنکے گھرانے میں تانبہ کی تجارت ہوتی تھی۔ آپ کبھی کبھی اپنے نام کے آگے صفراء (ٹھیکڑا) لکھ دیتے۔ تنہا ص ۱۳۷
۱۳	حافظ الحدیث ابن ربیعہ	ادویہ	اسی تجارت کے سبب اُنکا لقب عشاب پڑ گیا تھا۔ تنہا ص ۲۱۷
۱۴	ابو یعقوب لغوی	چربی لٹھا	دوبین ج ص ۳۱۵
۱۵	محمد ابن سلیمان	گھوڑے	(تنہا ص ۱۰۸)
حرف		جن علما نے اپنی معاشِ حرفت کے ذریعے سے حاصل کی اور اُنکے نام کو معلوم ہو سکے اُنکے نام اور کام نیچے کے نقشے میں درج کئے جاتے ہیں۔	



نمبر	اسماء و نمائا	نام حرفت	کيفيت
۱	ابو افضل مہندس طبیث ہور	نجاتی	اس فن میں وہ بہت ماہر تھے اور کثرت سے کام لگے پاس آ تا یہارستان کبیر شاہی شفا خانے کے اکثر دوا زے لگے ہاتھ کے بنے تھے جامع مسجد کی گھر بیان (ساعات) انھوں نے درست کی تھیں اور انکی لکائی کرسٹلین لکھنوا ہوتی تھی۔ عیون ج ۲ ص ۱۹۱
۲	ابن طاہر	کتابت	صحیحین باروداؤد سات سات بارادرسن ابن ماجہ دس باراجرت پر لکھی۔ تذج ۲ ص ۴۰
۳	امام ابو الولید یاجی	تار و کتب	(تذج ۲ ص ۳۷۱)
۴	ابوسعید نخوی	کتابت	دس ورق روزانہ لکھتے تھے۔ یہ کام کر کے عدالت قضا میں اجلاس کرتے۔ ضخین اور ارق کی اجرت پر بسر
			اوقات ہوتی۔ نزہت ص ۳۸۱
۵	ابن الشیم طبیب نامور	کتابت	تین کتابیں سال بھر میں لکھتے مجبلی ہر سال افلیح انکی قیمت ڈیڑھ سو اشرفی لیتے اور انہیں روپیوں پر بسر کرتے۔ (عیون ج ۲ ص ۹۱)
۶	امام ابن الحافظ	کتابت	(تذج ۲ ص ۲۴۶)

ملازمیت

ملازمت اس لحاظ سے کہ وہ انسانی آزادی پر ایک ٹکس اور بھاری ٹکس لگانے والی ہے اُن مراجم کو اس نہین جو سائنس کے بکھیر وں سے ایک علم کے خاطر

اکڑا اور بے تعلق رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور اس وجہ سے ابتداً وہ کمزور سے ایو سی تھی کہ ہم اس حصہ عنوان ہذا کو معمول کر سکیں گے۔ مگر واقعات نے ہماری مایوسی کو بدگمانی ثابت کیا اور حالات نے بتلایا کہ علمائے سلف نے علمی شان کو قائم رکھ کر اعلیٰ سے اعلیٰ دنیاوی عہدے حاصل کیے اور ان کے فرائض قابل ستائش طریقے سے انجام دیے ہیں۔ ہم ذیل میں چند ان علمائے کرامی درج کرتے ہیں جو عہد جلیلہ وزارت تک ترقی کر کے پہنچے۔ اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ اس سے کم درجے کے عہدے بھی انکی ذراست سے ممتاز رہے ہونگے۔

نمبر	اسماء علمائے	کس بادشاہ کے وزیر رہے	کیفیت
۱	امام ابو الفضل ابن خزائہ بغدادی	ملک کافور والی مصر	امام دارقطنی نے اُسے روایت کی ہے اور حافظ شارح اوکلی نسبت فرماتے ہیں۔ کان من الحفاظ الثقاة۔ ویرد فی حاکم الوزارة (تذکرہ ص ۲۲۶ و ۲۲۷)
۲	قاضی علامہ ابن نظیر	-	تنج ص ۲۶۳
۳	امام ابن حزم	خلیفہ مستظهر باللہ	تنج ص ۳۲۴
۴	امام لغت و نحو اقلیسی	مکتفی باللہ خلیفہ اقدس	ابن ج ص ۱۲
۵	کمال الدین نقیہ شافعی	نوالدین زنگی والی	قاضی ابن خلکان اُنکی نسبت کہتے ہیں۔ کان عظیم الیاس خبیثاً ابتداً ببرد الملک۔ ابن جر ص ۲۲۶
۶	مولانا تاج الدین ابراہیم پاشا رئیس الوزراء	شام و مصر سلطان یازید یلکیم	شق ج ص ۲۳۱

تلاش سے اور بھی مثالیں اس کی مل سکتی ہیں مگر نمونہ پکیلئے اسی قدر شاید کافی ہونگی کم درجہ کی طائز متیں اختیار کرنے سے بھی علما کو احتراز نہیں رہا ہو۔ چنانچہ لکھا ہے کہ امام اسماعیل جو امام اور اجماع کے استاد ہیں خلیفہ منصور کے توشہ خانہ (خزانہ الثیاب) کے داروغہ تھے۔ اسی سلسلہ میں ہم کچھ نظیریں ان علما کی پیش کرنا چاہتے ہیں جو وقتاً فوقتاً ایک دربار کی جانیسے دوسرے دربار کو بطور سفیر تشریف لینگے۔ سب سے زیادہ قابل غور امام شعبی اور شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی کی مثالیں ہیں۔ اول الذکر میں کچھ امر لائق لحاظ ہے کہ جس دربار کو سفارت لینگے وہ غیر مسلم دربار تھا۔ اور دوسرے میں وہ تفر اور تجرید قابل ملاحظہ ہے جو سرگروہ سلسلہ سہروردیہ کو دنیاوی تعلقات اور علائق سے تھی۔ کچھ مثالیں ہیں ثبوت اس امر کی ہیں کہ علماء کرام کو ہر حال میں مسلمانوں کو مصلح دینی کے ساتھ دنیاوی مصلحتوں پر نظر رہی ہو۔ اور دونوں گروہوں نے قابل توجہ خیال فرمایا ہے۔

نمبر	اسماء علما	کس دربار کی جانب سے سفیر ہوئے	کس دربار میں گئے	کیفیت
۱	امام شعبی	خلیفہ عبدالملک اموی	قیصر روم	قیصر کے دلبر لکھی دانشمند کیا بہت اثر ہوا اور اسی خلیفہ کو لکھا کہ مجھ کو تعجب ہے کہ ایسی شخص کی ہوتے مسلمانوں کیوں دوسرے شخص کو خلیفہ بنایا۔ جب آپ نے فیہ خلیفہ فیہ فقر امام شعبی کو سنایا تو آپ نے کہا اور کیا خوب کہا کہ قیصر نے مجھ کو تو دیکھا مگر آپ کو نہیں دیکھا۔ آپ کو

۴۴	دیکھ لیتا تو ایسا نہ کہتا۔ تہذیب ص ۴۴			
۲	ابن ج ص ۲۵۱	در بار باربل	دیوان عزیز علی	شیخ الشیخ حضرت شہزاد الدین ہروردی
۳	تہذیب ص ۵	طغیانی والی سمرقند	دیوان عزیز	حافظ ابن ماکولا
۴	اسوقت انکی عمر ۳۰ برس کی تھی۔ تہذیب ص ۱۵	نور الدین زنگی	دیوان عزیز	امام ابو الجاسمی
۵	تہذیب ص ۱۵۰	متحدہ دربارہ	دیوان عزیز	امام ابوب یعقوب
۶	حمیدی ذوان سر روایت کی ہے۔ ابن ج ص ۲۱۲	در بار دوم	در بار مہر	محمد ابن سلار قضای
۷	ابن ج ص ۲۷۲	تہذیب ارسلانی دوم	علیہ غفرلہ	کمال الدین شافعی
۸	ان دونوں سلطانوں میں نزاع تھا اسی کو کچھ پہنچے گئے تھے۔ انکی عمر ہی ستر سال ہو گئی۔ شوق ابن ج ص ۱۷۴	سلطان محمد خان	مرزا ابوبیک عالی	علامہ توحیدی شاعر
		فاتح	سمرقند	تخرید

## محول

اہل کمال کیلئے مالدار ہونا انکی خوبی میں داخل نہیں اور نہ اس کے ہدم یا وجود سے انکی عظمت کم یا زیادہ ہو سکتی ہے۔ بایں ہمہ متول ہونا اور با کمال ہونا کچھ دونوں صفیں باہم منافی بھی نہیں۔ حالات خاص نے اسکا خراف یہ پہلو ذہنوں میں راسخ کر دیا ہے اور اس پہلو کے ذہن نشین ہونی سے بجا ہی نفع کے قوم کو نقصان پہونچا ہے ہم اس غلطی کو رفع کرنے کے لئے مختصر سے واقعات ایسے عرض کریں گے در پڑ ہیں جو علماء دین اور ایک مذہب کے متول کا ثبوت دیں ان میں سے بعض واقعات کچھ عجیب و غریب ہیں کہ جو دولت سرمایہ غفلت تصور کی گئی ہے وہی نیک اور لائق ہاتھوں میں ہو چکر کسی خیر و برکت کی باعث ہو سکتی ہے۔

امام علی بغدادی جو داروغہ قطنی کے استاد ہیں انکی سرکار سے مکہ مکرمہ عراق اور بھٹان کے علماء حدیث کے وظائف مقرر تھے۔ مکہ مکرمہ میں ایک مکان

جسکا نام دار العباس تھا اوہوں نے تیس ہزار اشرفی کو خرید لیا تھا۔ جب انہوں نے وفات پائی تو معز الدولہ نے تین لاکھ اشرفی، اُنکے ترکے میں سے لیں۔ امام ابو الہشیم کی نسبت لکھا ہے کہ بہت مالدار تھے۔ تین یا چار دفعہ انہوں نے اپنے ہموزن چاندی خیرات کی تھی۔ حافظ ابن العربی کے تمول اور فیاضی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ شہر شہیلیہ (واقع اندلس) کی شہر پناہ انہوں نے اپنی جیب خاص سے تعمیر کرائی تھی۔ حافظ رئیس ابن ابی ذہل ہروی کی سالانہ آمدنی اتنی تھی کہ عشر کی بابت ایک ہزار خروار غلہ کی سال بسال اُنکی سرکار میں آتی تھیں۔ امام ذہبی اُنکی نسبت فرماتے ہیں کہ کثیر الاموال قاضی عیاض صاحب مشارق الانوار کو اپنی عہد میں اس قدر رفعت اور ریاست حاصل تھی کہ کبھی کسی کو اُنکے شہر میں نصیب نہیں ہوئی۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ جس قدر اُنکی رفعت بڑھی اُسی قدر اُنکی تواضع اور خوف الہی میں ترقی ہوتی گئی۔ شیخ ابو حامد اسفرائینی کی نسبت ابن خلکان اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

انتھت الیہ ریاسة الدنيا والدين ببغداد ۱

علماء کے تعلقات سلاطین

انقلاب زمانہ نے جو تہمتہ پر دے علماء سلف کے حالات پر ڈالے ہیں انہوں نے اُنکی بہت سی اعلیٰ اور مفید صفین نظروں سے

چھپا دی ہیں۔ جب اُنکے صفات کی اصلی تصویریں چھپ گئیں تو ذہنوں میں اُنکو غلط نقشہ پہنچا اور جیسے وہ نہ تھے ویسے وہ مانے گئے۔ اور جب ان غلط نقشوں کی پیروی کی گئی تو قدم راہ سوا بے دور جا پڑے۔ اور مقصود فوت ہو گیا۔ علماء کے کرام کی نسبت

۱ (تذکرہ ص ۹۸) ۲ (تذکرہ ص ۲۳۶) ۳ (تذکرہ ص ۹۱) ۴ (تذکرہ ص ۲۱۲) ۵ (تذکرہ ص ۱۲) ۶ (تذکرہ ص ۱۲)

گو یا کچھ مسئلہ ہو کہ انکو سلطنت و سلاطین سے کوئی تعلق نہیں اور نہ کچھ تعلق انکو کسی  
 زیبا ہوا سی خیال کچھ اثر ہو کہ ہم صدیوں سے علما اور سلاطین کو باہم محض نا آشنا اور بیگانہ یا  
 ہیں۔ جن دقیق نگاہوں و سوچائی کے حالات اور اسکے باہمی تعلقات کی پوری پوری  
 چھان بین کی ہے انہوں نے یہ نتیجہ نکالیا ہے کہ مختلف تمدنی گروہ کسی نہ کسی قانونی سلسلہ میں  
 ضرور جکڑے ہوئے ہیں اور اپنی اپنی مناسب جگہ پر کسی نہ کسی اصول کے مطابق قائم  
 ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان سلسلوں میں سے کوئی سلسلہ اپنی جگہ سے  
 ہٹ جائے تو نظام قومی درہم برہم ہو جائیگا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب علما  
 کا قدم سلسلہ انتظام سے نکل گیا تو جو کام اس عظیم الشان سلسلہ میں انکو کر کے  
 تھے وہ ابتر ہو گئے اور اس طرح حکومت و خلافت کی وہ ہیئت کہ انی قائم نہ رہی  
 جو مقنن اسلام نے کہنی تھی۔ ہم نے جس تعلق کی نفی اوپر کی ہے اس سے ہماری  
 مراد و طیفہ خواری یا صلہ بخشی کا تعلق نہیں ہے بلکہ وہ تعلق مراد ہے جو ایک کن انتظام کو  
 اسکے سرگروہ کو ساتھ ہوتا ہے ہماری تہذیب کو جو حضرات ملاحظہ فرمائیں وہ علما کا مفہوم ذرا  
 عالی ذہن میں قرار دیں ورنہ ہمارا الفاظ ہٹتی سے زیادہ رتبہ حاصل نہ کریں گے۔ یہ امر  
 ظاہر ہے کہ ہر منصب اور مرتبہ خاص خاص صفات چاہتا ہے اور جب تک انسان وہ صفات  
 نہ پیدا کرے اس منصب کے لائق نہیں ہو سکتا۔ جن علما کے سلسلہ انتظام سے خارج  
 ہو جائیں گی وجہ سے ہم نے سلسلہ حکومت کو ابتر قرار دیا ہے وہ علما وہ تھے جو مدبرانہ دل  
 و دماغ رکھتے تھے اور معاملہ کو معاملہ کے پہلو سے سمجھنے والے تھے نہ کسی اور پہلو سے  
 ہم جو واقعات اس سلسلہ میں پیش کریں گے وہ شاید اس بات کی ثابت کر نہیں  
 قاصر نہ رہیں کہ علما نے جو سلطنتوں اور سلاطین سے تعلق رکھا تو وہ تعلق عماسلیں اور خود

سلطنت کے حق میں کبسا مفید ہوا۔ اور کسی دینی اور دنیاوی برکتیں اُن سے مسلمانوں کو پہونچیں۔ جو تعلق ایسا فائدہ مند اور نافع تھا وہ سخاوت اور نفرت سے دیکھو جانیکے لائق نہ تھا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ بہت سے علمائے کرام وقتاً فوقتاً یا ہمیشہ ایسے گزرے ہیں جنہوں نے ایسے تعلقات کو عار بلکہ مضر تصور فرمایا ہی مگر ساتھ ہی سکر ہجری صدیوں کے اوائل میں کچھ نہ کچھ علمائے کرام ہمیشہ ایسی بھی موجود ہو رہے تھے جو ان تعلقات کو اختیار فرماتے تھے اور اس طرح دینی و دنیاوی سلسلوں میں سکندری قائم نہیں ہونے پاتی تھی۔ امام اعظم نے عہدہ قضا قبول نہیں فرمایا اور اس سختی پر انکار فرماتے رہے کہ درے کھائی قید ہگتی انہیں کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ ساوے قاضیوں کے سرگروہ بنے اور ہارون الرشید کی مشہور خلافت کی خوبیوں میں ایک خوبی اُنکی ذات سے پیدا ہوئی۔ **ع وللناس فیما یعشون مذاہب** حضرت عمر ابن عبدالعزیز جنکی خلافت خلافت راشدہ مانی گئی ہے اور جنکو عہد حکومت نے عالم کو عدل و انصاف سے مالا مال کر دیا تھا اگر ایک امام تابعی کا قدم در میان نہ ہوتا تو بظاہر اسبابِ نیا انکی حکومت کی نعمت سے محروم رہتے۔ اور از سر نو عالم میں اسلامی تازہ روح نہ پھلتی۔ جب سلیمان ابن عبدالملک خلیفہ دمشق کو شدت مرض نے مایوسی کے انداز دکھلائے اور رحلت کے قرب کی پیشین گوئی کی تو اُسکو اپنی جانشین کے تعین کی فکر ہوئی۔ ایک کاغذ پر اس نے ولی عہد کا نام لکھا اور مشورہ کر کے امام رجا ابن حنیف کے سامنے پیش کیا۔ امام مدح و تحسین نے جو اُس کو پڑھا

عہ تابعین کے جو تھے طبقوں میں حدیث کے امام ہیں۔ مکمل نے اون کو سید اہل شام بتایا ہے اور بعض نے شامیونین کے زیادہ فقیہ اون کو مانا ہے۔ ۱۲ (تذاج ص ۱۰۵)

تو اس میں خلیفہ کے ایک نابالغ بیٹے کا نام درج پایا۔ مجھ دیکھ کر انہوں نے سلیمان سے فرمایا کہ خلیفہ کو قبر میں آسودگی مطلوب ہے تو اپنا جانشین مرد لائق مقرر کرنا چاہیے۔ خلیفہ کے دل میں اُنکا مجھ کلام چہا اور اس نے کہا کہ میں مکرر غور کر لوں۔ ایک یا دو دن کے توقف کے بعد اس نے وہ کاغذ چاک کر ڈالا اور امام ابن حیا کو بلا کر پوچھا کہ میرے بیٹے داؤد کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے۔ امام نے فرمایا کہ وہ قسطنطنیہ کی مہم پر یہاں سے صد ہائیل دور ہے اور نہ معلوم اس وقت زندہ بھی ہے یا نہیں۔ خلیفہ تو پھر میں کس کو ولی عہد مقرر کر لوں۔ امام جو امیر المومنین کی راہ میں اس منصب کے قابل ہو۔ خلیفہ۔ عمر ابن عبدالعزیز کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے۔ امام۔ میرے خیال میں وہ نیک۔ فاضل اور سلیم الطبع ہیں۔ خلیفہ تمہاری راہ درست ہے۔ وہ ایسے ہی ہیں اور میں انہیں گو ولی عہد کروں گا۔ مجھ کہہ کہ سند ولی عہد ہی حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے لئے لکھی اور اس کو سر بھر کر دیا۔ اسکی بعد کو توال شہر کو طلب کر کے حکم دیا کہ خاندان خلافت کو کل ارکان حاضر کئے جائیں۔ جب حاضر ہوئے تو امام رجانے حسب ایما خلیفہ اس سر بھر کاغذ پر سب بیعت لی اور بعد بیعت اُنکو رخصت کر دیا۔ اس عہد نامہ کی تکمیل کے بعد اجل نے سلیمان کو زیادہ مہلت نہیں دی اور چند ہی ساعت کے بعد اس کو ملک و مال سے جدا کر دیا۔ امام ابن حیا نے نیک معتد خلیفہ کے ایوان کے دروازہ پر بیٹھا دیا کہ کسی کو اندر نہ جانے دو اور اس طرح اسکی وفات کی خبر کو شائع ہونے سے روک دیا۔ اس انتظام سے فارغ ہو کر انہوں نے کو توال کے ذریعہ سے پھر اہل بیت خلافت کو بلایا اور دوبارہ اس سر بھر فرمان پر اسکی بیعت لی۔ جب بیعت ہو چکی اور انہوں نے سجدہ کیا کہ اب کل کارروائی مستحکم ہے



تو انہوں نے فرمایا کہ خلیفہ نے وفات پائی۔ اور مجھ کہہ کر اُس کا غہ کو کہو لکر سنایا  
 جب ہشام ابن عبد الملک نے دعوہ عویدار خلافت تھا حضرت عمر ابن عبد العزیز کا نام سنا  
 تو کہنے لگا کہ قسم ہے رب کی ہم کہیں انکی بیعت نہیں کر سکتے۔ امام رجاؒ نے کہا کہ بہتر  
 کہ کہڑے ہو اور آکر بیعت کرو ورنہ تلوار سے تمہارا ہی فیصلہ ہو جائیگا۔ ہشام کو موقع  
 کا رنگ دیکھ کر چار ناچار بیعت کر نی پڑی۔ ہشام کی بیعت کو بعد امام رجاؒ نے حضرت  
 عمر ابن عبد العزیز کا بازو پکڑا اور منبر پر بٹھا دیا۔ منبر پر پہنچتے ہی انکی خلافت کا علمی  
 دور شروع ہو گیا۔ اس واقعہ سے امام رجاؒ ابن حنیہ کی قوت فیصلہ۔ حسن تدبیر۔ اور  
 استقلال طبیعت جیسا کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ الفاظ خود بتاتے ہیں ہمارے جتنا سبکی کچھ  
 حاجت نہیں۔ امام ابو یوسف کا جو اقتدار خلیفہ ہارون الرشید کو دربار میں ہا اُس سے  
 ایک عالم واقف ہے۔ ابن خلکان انکی نسبت لکھتے ہیں کہ ابو یوسف علم و حکمت اور  
 ریاست و اقتدار میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ انکو زمانہ میں اُن سے بڑھ کر کوئی دربار  
 میں نہ تھا۔ یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ مذہب حنفی کی اشاعت میں امام ابو یوسف کو اقتدار  
 نے غیر معمولی قوت پیدا کر دی تھی۔ امام یحییٰ ابن یحییٰ مسمودی جو حضرت امام مالک کے  
 شاگرد رشید اور موطا کے ناقل ہیں ملک اندلس کو امراء و سلاطین کے یہاں بہت  
 محترم تھے اسی اقتدار کے اثر سے امام مالک کا مذہب ملک اندلس میں پھیل گیا۔ ایک اور امام و  
 حضرت یحییٰ ابن ائمہ دربار مامونی میں اول درجہ کے ذی اثر و رکن تھے۔ ابن خلکان انکی نسبت  
 یہ الفاظ لکھتے ہیں۔ انکو علم۔ فضل۔ ریاست اور سیاست اور اُس تعلق سے جو انکو خلفاء اور سلاطین  
 ساتھ رہا زمانہ واقف ہے۔ مامون الرشید کے مزاج پر وہ اس قدر حاوی تھے کہ کیسی وقعت

اُن سے زیادہ خلیفہ کو دلیں نہ تھی۔ چونکہ خلیفہ کو علوم میں کمال تھا اس لئے اس نے اُنکے علم و عقل کے مرتبہ کو کم حقہ سمجھا تھا۔ عہدہ قاضی القضاۃ پر وہ ممتاز تھے۔ تدبیر میں اُن کو اس قدر مہارت حاصل تھی کہ دُور کے احکام اُنکی رائے سے لے کر بعد نافذ ہو جاتے تھے۔ سلطان شہاب الدین غوری کی (جس کا نام تاریخ ہندوستان میں آج تک سن ہے) مدد و غاثر کار میں امام فخر الدین رازی نے اپنا مال و دولت سے فرمائی تھی۔ جب بڑا ہکر سلطان ہو گیا تو یہ اُسکے دربار میں گئے اور شہاب الدین نہایت احترام و ساتھ پیش آیا اسی طرح امام محمود دربار خوارزم میں قرا اور محترم تھے۔ امام زہری خلیفہ عبد الملک اور ہشام کے مشقربین میں تھے۔ اور خطیب بغدادی غزالدولہ کو متقر بونہیں داخل تھے۔ مولانا قونیوی کی نسبت لکھا ہے کہ سلطان روم کے حضور میں اُنکو نہایت ہی قدرت و تمکین حاصل تھی اور نو برس تک اسی شان سے مقبول بارگاہ سلطانی رہے۔ امام غزالی نے جب امیر المسلمین یوسف ابن تاشقین کی تعریف سنی تو اوس کے کئی کیلئے افریقہ کو روانہ ہوئے۔ امام مہموج ہنوز منسل مقصود تک پہنچے تھے کہ امیر موصوف کو جیل نے عالم آخرت میں پہنچا دیا۔ یہ خبر امام غزالی نے اسکندریہ میں سنی اور وہیں سے واپس چلے آئے۔

ابن رافع قشیری حافظ حدیث اپنے مکان پر حدیث شریف پڑھایا کرتے تھے اور طلبہ کے علاوہ خراسان کے امیر نامور طاہر کی اولاد بھی معہ خدم و حشم حاضر درس ہوتی تھی کے جلال کا یہ عالم ہوتا تھا کہ کسی کو بات کرنے یا مسکرانے کی تاب و مجال نہوتی۔ ملک عادل سلطان صلاح الدین کا بھائی بڑی دبدبائی اور سطوت کا فرماں روا گذرا ہے۔

۱ (ابن الج ص ۳۱۷) ۲ (ابن الج ص ۳۷۵) ۳ (ابن الج ص ۳۵۱) ۴ (تذکرہ ص ۳۳۲)

۵ (العقد النظم ص ۳۶۹) ۶ (ابن الج ص ۳۷۰) ۷ (تذکرہ ص ۹۳)۔

ایک مرتبہ محدث اسلام عبدالغنی دمشقی اُس سے ملنے گئے تھے۔ ملک عادل کا بیان کہ اس وقت حافظ عبدالغنی میرے سامنے آئے تو مجھ کو کچھ معلوم ہوا کہ ایک شیر اُگیا۔ امیر تیمور ایک روز اپنا ایک قاصد کسی ضروری کام پر روانہ کیا تھا اور اُس کو کچھ عام اجازت تھی کہ ضرورت کیوقت جسکا گھوڑا ملجائے اُس پر سوار ہو لے۔ قاصد کو چلتے چلتے کسی موقع پر سواری کی حاجت ہوئی۔ اتفاقاً اسی موقع پر علامہ تفتازانی مصنف مطول خیمہ زن تھے۔ اور اُن کو خیمے کی پیشگاہ میں اُنکے گھوڑے بند ہی ہوئے تھے۔ برید وہاں گیا اور جاتی ہی بید ہر ایک گھوڑا کھول لیا۔ علامہ مدوح اسوقت اپنی خیمے کے اندر تھے۔ اس قصہ کی اطلاع ہوئی تو اُس نے علامہ تفتازانی کی شکایت پیش کی۔ امیر تیمور جو حال کچھ باخبر اُسکر ہوا ہو گا آسانی سے قیاس میں آسکتا ہے۔ بیجان غضب کے سبب سے تھوڑی دیر ساکت رہا اُسکے بعد کہا کہ اگر شاہرخ کچھ حرکت کرتا تو بیشک سزا پاتا مگر میں ایسے شخص کا کچھ نہیں کر سکتا جسکا قلم ہر شہر و دیار کو میری تلوار سی پشیت فتح کر چکا تھا۔ عمر و صفار والی خواہاں امام خفاف سی کہا کرتا تھا کہ چچا اگر میں کوئی کام آپ کی مرضی کو خلاف کروں تو آپ میری گردن اڑا دیں گے۔ سلاطین عثمانیہ میں سلطان سلیم خاں بڑی جلال اور ہیبت کا بادشاہ ہوا ہے۔ ایک موقع پر اُسکو ملازمانِ خزانہ پر غصہ آگیا اور اُن میں سے ڈیڑھ سو آدمیوں کے قتل کا حکم دیدیا۔ مولانا علاؤ الدین چلی اُن دنوں قسطنطنیہ میں مفتی تھے۔ انہوں نے جو کچھ سخت حکم سنا تو اُن یکس ملازموں پر رحم آیا اور سلطان کو سچا نیکی لئے وہ باب عالی کو تشریف لے گئے۔ قاعدہ یہ تھا کہ مفتی صد بدون

۱۲۰۰ ہجری میں ہوا۔ اور قاصد سلطان کو خبر لگا کر دیا۔ وہ چلے گئے کہ دربار میں پہنچا۔

کسی حادثہ عظیم کے باب عالی کا قصد نہیں کرتا تھا۔ جب یہ ایوان وزرا میں داخل ہو کر  
تو سارے اہل دیوان حیران رہ گئے کہ خدا خیر کو دے کہ مفتی صاحب کیسی تشریف لائے  
غرض حضور سلطانی میں انکی اطلاع ہوئی اور کچھ اجازت ملی کہ تنہا آئیں۔ یہ تنہا وہاں  
پہونچے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ بیٹھنے کو بعد سلسلہ تقریر یوں شروع کیا۔ جو علما منصب  
فتویٰ رکھتے ہیں انکا فرض ہے کہ سلطان وقت کی آخرت درست رکھنے کی فکر رکھیں۔ میں  
مناسب ہے کہ سلطان نے دیر سے سعادتمندیوں کے قتل کا حکم دیا ہو حالانکہ شرعیہ تجویز نا جائز نہ  
لہذا میں عفو سلطانی کی استدعا کرتا ہوں۔ سلطان کو اپنی مفتی کی کچھ مداخلت نہایت  
شاق دنا کو اور معلوم ہوئی اور تہہ کو اور ہو کر کہا کہ تمکو اپنی حد اختیار سے بڑھتا اور اس سلطنت  
میں دخل دینا نہیں چاہئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں معاملات سلطنت میں دخل نہیں  
دیتا بلکہ عاقبت سلطانی کی عافیت چاہتا ہوں اور میری فرض ہے۔ ان عفو فلک النجاء  
والا فلک عقاب عظیم سلطان کے دیر اس کلام کی جلالت اثر کر گئی اور غصہ فرو ہو گیا  
اور ان تمام ملازموں کی خطائیں معاف کر دیں۔ جب مفتی ممدوح نے انہوں کا قصد  
کیا تو فرمایا کہ میں سلطانی آخرت کے متعلق تو فرض منصبی ادا کر چکا اب ایک بات  
شان سلطنت کی نسبت کہنا چاہتا ہوں۔ سلطان نے پوچھا کہ وہ کیا تو انہوں نے جواب  
دیا کہ کچھ سبب چائے آپ کے غلام ہیں۔ کیا کچھ مناسب ہو گا کہ غلام شاہی ہو کر در بدر  
ملنے لگتے پھریں۔ سلطان نے فرمایا کہ نہیں۔ انہوں نے کہا تو انکی جگہ پھر انہیں عطا فرمائی  
جائے۔ سلطان نے ازراہ مرام خسروانہ اس کی بھی قبول کیا مگر کچھ کہا کہ اون کو قصور کی  
سزا ضرور دی جائیگی۔ مفتی ممدوح نے فرمایا کہ میں مجھ کو کچھ کلام نہیں ہے کیونکہ تعزیری سزا  
سلطانی پر منحصر ہے۔ اتنا کہ سلام کیا اور گھر کو چلے آئے۔ ۱۔ (شق ج ص ۳۲۴)

## ملک پرائز

اس بیان میں شاید کسی تنہید کی حاجت نہیں ہو۔ علماء کی جو عظمت ہمیشہ

مسلمانوں کے دل میں رہی ہو اس کے کچھ نہ کچھ آثار اب بھی پائے

جاتے ہیں۔ علمائے سلف کو مقبولیت عامہ مطلق میں حاصل رہی ہو اور عوام اہل

ملک و جس محبت اور ادب کی نظر سے آنکھ دیکھا ہو اور اس کی کیفیت پڑھ کر ایک قسم کا تحقیر

پیدا ہوتا ہے۔ اگر صرف آنکھوں ہم مسلک اور ہم مذہب لوگ اور ان کی توقیر کرتے اور ان پر

قربان ہوتے تو ہم کچھ سمجھتے کہ مذہبی خیالات کا کچھ سارا کرشمہ تھا۔ جب ہم یہ دیکھتے

ہیں کہ مخالف فرقتے اور یہود و نصارا ان کی تعظیم و محبت میں ایسے ہی سرگرم و محو تھے

جیسے خود ان کے ہم مشرب تو ہوں یہ باور کرنا پڑتا ہو کہ محض مذہبی خیالات نہیں بلکہ علماء

کے اخلاق و صفات اس عظمت کے اہم اور اصلی اسباب تھے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں

کہ اس مقبولیت کو اس فیاض خیال اور وسعت نظر سے بہت ترقی ہوتی تھی جو عوام

ہم علمائے سلف میں پاتے ہیں اور کچھ ان کی فیاضی کسی طبقے اور فرقہ کے ساتھ

مخصوص نہیں تھی بلکہ عموماً مذہب و گان خدا کی واسطے عام اور شامل تھی۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید کا لشکر شہر رقہ میں خیمہ زن تھا۔ اتفاقاً اسی موقع پر

حضرت عبداللہ ابن مبارک امام حدیث کا گذر شہر مذکور میں ہوا۔ ان کے استعمال

کے کئی لوگوں کا کچھ عہد ہوا کہ سارے آفاق پر غبار چھا گیا اور شکمش میں آدمیوں کی جویاں

پارہ پارہ ہو گئیں۔ حرم سارے خلافت کے چوٹی برج سے خلیفہ کی ایک کنیز نے

جو کچھ ہنگامہ دیکھا تو حیرت زدہ ہو کر پوچھا کہ کچھ کیا ماجرا ہے۔ کسی نے کہا کہ خراسان کو

عالم ابن مبارک اس شہر میں تشریف لائے ہیں ان کے لینے کے لئے مخلوق کا ہجوم

ہنور رہا ہے۔ شیخ مزاج کنیز نے میا ختمہ کہا کہ واللہ حکومت اسکو کہتی ہیں۔ ہاں و انکی

کی حکومت ہر جگہ لے لوگ اہلکاروں کے زور اور باؤ سے جمع ہوتے ہیں۔  
 امام بخاری جب دربار علم سے کمال کا خلعت پہنکا اپنے وطن بخارا کو آئے تو بخاریوں نے  
 نہایت جوش کے ساتھ اُنکے استقبال کا اہتمام کیا۔ شہر سے تین میل کے فاصلہ پر  
 خمیو ایستاد گئے۔ اُنکے اور تمام اہل بخارا اُنکی پیشوائی کے واسطے آئے یہاں تک کہ کوئی  
 قابل ذکر آدمی شہر میں نہیں رہا۔ شہر میں اُنکے اہل وطن اُنکو اس شان سے لاکر روپی  
 اور اشرفیاں کے سر پر سے نثار کی جاتی تھیں۔ ہمارے علوم کا دوسرا مرکز شہر نیشاپور  
 بھی امام مہدی کی تعلیم میں اپنے ہمسر بخارا سے پیچھے نہیں رہا۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ  
 جب امام بخاری کے تشریف لانیکی خبر نیشاپوریوں نے سنی تو بعض نے دو منزل اور بعض  
 نے تین منزل آگے جا کر اُن کا استقبال کیا۔ اور شہر میں جس شان سے وہ داخل  
 ہوئے وہ شان میں نے کسی حاکم یا عالم کی آمد میں نہیں دیکھی۔ امام فیروزی جب ایک  
 دینی کام کے لئے شہر بغداد سے چلے تو ایک جم غفیر نے اُن کی مشایعت کا قصد  
 کیا۔ انہوں نے ہر چند منع کیا لیکن جوش عقیدت میں کسی نے ممانعت کا لحاظ نہ کیا  
 ساگرہ پہونچکر جو ہراہیوں کا انداز گیا گیا تو پچاس ہزار آدمی ٹخنوں میں آئے ایک مرتبہ  
 شیخ ابو اسحق شیرازی خلیفہ بغداد کی طرف سے ایک خدمت پر خراسان تشریف لیکر  
 تھوہ وہ نیشاپور سے معاودت کو فرنگے تو پیشوا سے خراسان امام الحرمین نے  
 سوا ہوتے وقت اُنکے گھوڑے کی رکاب تھام لی۔ اسکا اثر تمام ملک خراسان  
 میں بچہ ہوا کہ شیخ محمود کے گھوڑے کو سموں کے چوکی ٹی تیرک کو طور پر اٹھائی

۱ (ابن ج ص ۲۸۸) ۲ (مقدمہ ص ۵۸۱ و ۵۸۲) ۳ (تذیج ص ۷۰-۶۲)

اور آنکھوں سے لگاائی گئی۔ سفیان ابن عیینہ جب کوفے میں تشریف لائے اور  
 امام عظیم نے اُنکو آنے کی خبر سنی تو اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ تمہارے شہر میں  
 عزت و تکرار کے علم کا حافظ آیا ہے۔ امام صاحب کے اس مختصر جملے نے سارے اہل کوفہ  
 کے دل ابن عیینہ کی جانب مائل کر دیے اور لوگ جوق جوق ابن دینار کو احادیث  
 کیلئے اُن کی خدمت میں آنے لگے۔ اسی وقت ابن عیینہ کی عمر بیس برس سی کم  
 تھی۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے محکوم اور محدث بنایا وہ ابو حنیفہ ہیں۔  
 علماء کے ساتھ عامہ خلّاق کا ایک جوش عقیدت صرف اُنکی زندگی تک محدود تھا  
 اُنکی وفات فرما جانیکے بعد بھی قائم رہتا تھا۔ بلکہ بعد وفات اور زیادہ نمایاں ہوتا تھا۔  
 امام طاووس تابعی کا جنازہ جب اُٹھایا گیا تو آدمیوں کا اس قدر جوش تھا کہ جنازہ کسی طرح  
 نکل سکا آخر حاکم وقت نے فوج بھیجی اور اسکے اہتمام سے جنازہ نکلا۔ خاندان نبوت کی  
 چشم و چراغ حضرت عبداللہ ابن حسن رضی اللہ عنہما، جنازہ کو اُٹھائے ہوئے تھے  
 لوگوں کی تشنگی سے اُنکا لباس پارہ پارہ ہو گیا۔ امام الحارثی نے جب وفات پائی تو  
 تمام شہر نیشاپور کے بازار کے ماتم میں بند ہو گئے۔ اور جامع مسجد میں جس منبر پر وہ  
 خطبہ پڑھتے تھے وہ توڑ دیا گیا۔ اسی طرح جب امام ابو یعلیٰ موصلی کا انتقال ہوا  
 تو اکثر بازار شہر کے بند کر دیے گئے۔ امام ابو جعفر طبری کی قبر پر کئی مہینے تک شیعہ  
 روز نماز جنازہ پڑھی گئی۔ امام ابن ابی داؤد کے جنازے کی نماز اتنی دفعہ ادا ہوئی  
 کل نمازیوں کا تخمینہ کیا گیا تو تین لاکھ ہوا۔

- ۴ (ابن الجاصص ص ۱۲۲) ۵ (ابن الجاصص ص ۲۱۱) ۶ (ابن الجاصص ص ۲۳۳) ۷ (ابن الجاصص ص ۲۳۳)  
 ۸ (تنج ص ۲۴۵) ۹ (تنج ص ۲۸۲) ۱۰ (تنج ص ۳۳۳)

**مخالف فرقوں کی محبت**  
ہمارے علماء کے ساتھ

امام ابو العلاء ہمدانی سے خوارزم کے لوگ جو عموماً معتزلی تھے نہایت محبت رکھتے تھے۔ حالانکہ امام محدود کو اپنے

مذہب جنہلی میں بہت شدت تھی۔ بغداد کے اہل سنت و جماعت اور شیعہ میں ایک بار تنازع ہوا تو فریقین نے امام ابن جوزی کو فیصلہ کیلئے حکم قرار دیا۔ ایک زمانہ میں دمشق کا حاکم جو شیعی تھا خطیب بغدادی سے برہم ہو گیا تھا۔ اس نے کو تو ال شہر کو بھیہ ایما کر دیا کہ خطیب کسی جیلہ سے قتل کر دے جائیں۔ امام محدود کو جب اس سازش کی خبر ہوئی تو اونہوں نے شریف ابوالحسن کے مکان میں پناہ لی۔ جب کو تو ال خداون سے خطیب کو طلب کیا تو شریف موصوف نے فرمایا کہ خطیب کا قتل بالکل خلاف مصلحت ہے۔ اگر وہ قتل کئے گئے تو یاد رکھو کہ عراق کے شیعوں کی ایک جماعت اون کے ساتھ قتل ہو جائیگی۔

**غیر مذہب کو لوگوں کی محبت**  
علماء کے ساتھ

عباد بن عوام ناقل ہیں کہ جب امام منصور تابعی کا جنازہ اٹھایا گیا تو میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی

علاوہ یہود اور نصاریٰ اپنے اپنے گروہ جدا جدا قائم کئے ہوئے اور ان کے جنازے کے ساتھ تھے۔ امام ابو العلاء کبھی کبھی (ہمدان سے) اپنے وطن کو جمعہ پڑھنے جایا کرتے تھے۔ جب وہ تشریف لیجاتے تو اہل شہر ان کی مشابہت کے لئے شہر سے باہر کھڑے ہو جاتے۔ ایک جماعت مسلمانوں کی ہوتی اور ایک گروہ یہودیوں کا۔ جب اونکو دیکھتے تو دونوں فریق دعا دیجئے۔ ابو الفتح کمال الدین

۱ (تنج ص ۱۳۰) ۲ (ابن خ ص ۲۷۹) ۳ (تنج ص ۳۳۷)

۴ (تنج ص ۱۲۷) ۵ (تنج ص ۱۳۰)



شافعی کے پاس یہود اور نصارا انوراۃ اور انجیل پڑھنا آیا کرتے تھے۔ فقیہ مہرچ نے انکو ماننے والوں کی خاطر ان دونوں کتابوں کی شرح لکھی تھی۔ امین الدولہ ابن تلمیذ بغداد کے مشہور عیسائی طبیب کا مکان شہرہ روزگار مدرسہ نظامیہ کے پردس میں تھا۔ جب کوئی طالب علم مدرسہ مذکور کا بیمار ہوتا تو یہ نیک دل طبیب اوس کو اپنے مکان پر لے آتا اسکا علاج کرتا اور ہر قسم کی آسائش کی خبر رکھتا۔ اور بعد صحت پھر مدرسے میں پہنچا دیتا۔ طبیب موصوف کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تہذیب نفس اور شرافت خصلت میں وہ بے نظیر تھا۔ جب اسنے وفات پائی تو ابن حلیکان کہتے ہیں کہ شہر بغداد کے دونوں حصوں میں کوئی قابل ذکر شخص ایسا نہ تھا جو اس کے جنازے کے ساتھ گرجے میں نہ آیا ہو؟

### علماء کی معاشرت کے متعلق بعض اور حالات

الحکام لباس عرب کا ایک مشہور مقولہ ہے الناس باللباس۔ علماء و کرام جو باطنی خوبیوں سے آراستہ تھے انکے حالات شاہد ہیں کہ ظاہری صفائی اور پاکیزگی کی جانب سے بھی انکو بے توجہی نہ تھی۔ امام دارالہجرت حضرت مالک لباس نہایت پاکیزہ اور قیمتی پہنتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میں نے اپنے شہر (مدینہ طیبہ) کے بخیڑ نہ تھا دیکھے سب کو خوش پوشاک دیکھا۔ امام مجدد جس مکان میں نشست فرماتے وہ نہایت پاک صاف رہتا تھا۔ اوس میں چاروں طرف مسندیں بھی ہوتی تھیں اور ہر مسند پر جدا جدا نیکے مہیا رہتے۔ ان کی مجلس کا یہ دات تھا کہ کوئی

بلند آواز سے بات کرتا۔ امام ابو حنیفہ بھی بہت خوش لباس تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک انکی نسبت فرماتے ہیں۔ کان حسن الوجه حسن الثياب ایک مرتبہ اونکی ایک چادر کا تخمینہ کیا گیا تو تین اشرفی ہوا۔ اور ایک سرے موقع پر انکی پیرا اور چادر کا اندازہ کیا گیا تو چار سو درہم ہوا۔ حماد ان کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میرے والد اس قدر خوشبو کا استعمال کرتے تھے کہ جب وہ کہیں جاتے تو لوگ خوشبو کی وجہ سے پہلی ہی سچہ جاتے کہ امام اعظم آرہے ہیں۔ شیخ الاسلام ہر وی جن کا زہد مشہور ہے جب باہر تشریف لاتے تو لباس فاخرہ انکے جسم پر ہوتا اور بیش قیمت گہواران کے نیچے۔ اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ اضعل هذا اعزازاً للدين۔ یعنی میں یہ اظہارِ رحمت دین کے مغز کر نیکے واسطے کرتا ہوں۔

**جسمانی ریاضت** ہم نے اس تحریر میں بعض عنوان ایسے قائم کئے ہیں جو نظر بحالات موجودہ علمائے کرام کے ذکر میں اجنبی بلکہ بے محل معلوم ہوتے ہیں انھیں میں سے غالباً یہ سرخی بھی ہے۔ ہمارے قدیم مدارس میں جسمانی ریاضت کا مسئلہ منہرلوں پر تپا نہیں ہے برخلاف انکے مدارس جدیدہ تعلیم علوم کے برابر اس کو بھی اہم یا نشان خیال کرتے ہیں۔ ان دونوں حالتوں کے دو مختلف اثر پیدا ہوئے ہیں نئی روشنی کے لوگ تو اسکو ترقی جدید کا ایک جلوہ سمجھ رہے ہیں۔ پرانی فشن کے پیرس کو داخل لہو و لعب اور شائق و متانت کے خلاف تصور فرما رہے ہیں تاریخی عدالت سے یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ دونوں خیال و اہمیت سے دور ہیں۔ اہل علم میں جسمانی ریاضت کا اہتمام نہ تہذیب جدید کا نتیجہ اور نہ خلاف متانت و وقار ہے۔

صد ہارس گزرے جب بھی ہمارے علمائے دین درزشوں کے پابند تھے اور جو لوگ پیشواے امت مانے گئے ہیں انہوں نے اسکی طرف خاص توجہ فرمائی ہے۔ لہذا اس طریقے کو نہ جدید کہہ سکتے ہیں اور نہ خلاف شان علمائے کھلا کے حالات ایک طرف۔ تیر اندازی اور گھوڑے کی سواری کی مشق کی تاکید حضرت سرور کائنات نے فرمایا ہے۔ اور صحیح بخاری میں اُس گھوڑ دوڑ کا ذکر ہے جسکا اہتمام آپ نے بنفس نفیس فرمایا تھا۔ اور حمین عبداللہ ابی عمر بھی ایک گھوڑے پر سوار تھے۔ اور اوس اونٹوں کے دوڑ کا ذکر ہے جس میں آنحضرت کو سواری کی ادھنی دوڑی تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جسمانی ریاضت ہمارے اہل علم کا خاص شعار ہونا چاہیو۔ اس رسالہ کی تحریر کے لئے جو کتابیں میں نے دیکھیں ان سے ثابت ہوا کہ علمائے سلف کی عمریں عموماً بڑی ہوتی ہیں اور اخیر عمر تک اُنکے قوی کام دیتے رہے ہیں۔ حقیقتہً اسی ریاضت کا کرشمہ تھا جسکے وہ عادی تھے۔ ورنہ اس زمانے کی طرح ضعف و طاع اور جسمانی کمزوری اُس زمانیکے علمائے کھلا کی بھی خاص علامت قرار پاتی۔

امام ابن عون تابعی کے حالات میں لکھا ہے کہ اُنکو گھوڑے کی سواری کا شوق تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے گورخمیدان میں گھیر کر مارا تھا۔ گورخمی چالاک مشہور ہے اوس کو میدان میں گھیرنا اور تلوار نیزہ یا تیر سے شکار کرنا بہت دشوار ہے۔ اس واقعہ میں امام محمد رحمہ اللہ کی اعلیٰ درجے کی شہسواری اور فنون شکار سے پوری واقفیت کا نشان ملتا ہے۔ امام شافعی نے تیر اندازی میں وہ سکھ حاصل کیا تھا کہ قریش میں

سے علامہ عینی نے ہرایہ کی شرح بنیاد جب لکھی ہے تو انکا سن نو پندرہ تھا۔ کتاب مذکور کے خاتم میں انہوں نے اس کی تشریح کی ہے اور فرمایا کہ اس طرح کو لکھنے کا اتفاق اکثر نہیں ہوتا۔ ۱ (متبع ص ۱۴۰)

ایک کائناتی نہ تھا۔ اور یہ کمال بہم پہنچایا تھا کہ اُنکے دس تیر دس نے اُڑا دیتے تھے۔  
 امام بخاری کو بھی تیر اندازی کا خاص شوق تھا۔ اور اکثر گھوڑے پر سوار ہو کر شہر سے باہر  
 اوس کی مشق کے لئے تشریف لیجاتے تھے۔ اُن کا ہاتھ بھی ایسا سچا ہو گیا تھا کہ  
 کم تیر خطا جاتے علامہ ابو القاسم شافعی کی نسبت ابن خلکان لکھتے ہیں۔

كان علامة في الفقه والتفسير والحديث والاصول والادب والشعر وعلم  
 التصوف جمع بين الشريعة والحقيقة۔ جو لوگ ابن خلکان کی پر احتیاط روش  
 تحریر سے واقف ہیں وہ میرے اس بیانیکی تصدیق کریں گے کہ مورخ مذکور نے یہ الفاظ محض گرمی  
 سخن اور آرائش بیان کے واسطے نہیں لکھے ہوں گے بلکہ واقعات نے یہ الفاظ  
 اوسکے قلم سے لکھوائے ہونگے۔ ہم کو اس موقع پر بھیہ بیان کرنا ہے کہ علامہ مدح کو  
 اتنے علوم میں کمال پیدا کرنے کے دلوے میں بھی جسمانی ورزش اور فنون ریاضت  
 کی طرف سے بے توجہی نہیں ہوئی۔ اور ان مشاغل عالیہ کے ساتھ انہوں نے  
 گھوڑے کی سواری اور مردانہ فنون میں وہ مشق بہم پہنچائی کہ اُن کی چابک سواری  
 اور استعمال اسلحہ کی مہارت مرتبہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔

**اپنا کام خود کرنا** جو لوگ اپنا کام خود کرتے ہیں ان کو اپنی ذات پر بہرہ ور  
 اعتماد ہوتا ہے اور اسی اعتماد نے دنیا میں بڑے بڑے کوششے دکھائے ہیں۔  
 جو لوگ اپنا کام خود نہیں کرتے اُن کے دل میں ایک قسم کی بزدلی پیدا ہوتی ہے  
 اور یہ بزدلی انسانی حوصلے اور عزم کا بالکل ستیاناس کر دیتی ہے۔ حضرت سرور کائنات  
 کے حالات مبارک میں لکھا ہے کہ حضور اپنا کام خود دست مبارک سے

فرمایا کہ تے تھے۔ بکریوں کا دودھ آپ دہ لیتے۔ پہنا کپڑا خود سی لیتے۔ اعلیٰ میں رک ٹوٹ جاتیں تو ادن کو اپنے ہاتھ سے کانٹھ لیتے غرض اپنے کام کیلئے دوسروں کو کم تکلیف دیتے۔ آپ کے خادم حضرت انس فرماتے ہیں کہ دس برس میں آپ کی خدمت میں رہا اس عرصے میں میں نے آپ کی خدمت اس قدر نہیں کی جتنے آپ نے میرے کام فرما دئے۔ علمائے سلف کو حالات شاہد ہیں کہ انہوں نے اپنے پیشوا سے ملت (روحی فداہ) سے بچہ سبق بھی حاصل کیا تھا اور جو قوی خداوند تعالیٰ نے انکو عطا فرمائے تھے اور بکا پورا شکر بجالاتے تھے۔ امام ابن طاہر جب فن حدیث کی تحصیل کیلئے امام حبال کی خدمت میں حاضر ہونے چلو تو لوگوں نے اونکو بتایا کہ امام موصوف بازار سے اپنا کام خود کر لاتے ہیں وہاں بھی انکو تلاش کر لینا۔ چنانچہ جب بچہ انکے شہر میں وارد ہوئے تو اول بازاروں میں گشت لگایا۔ تلاش کرتے کرتے اون کو امام حبال ایک عطار کی دوکان پر اس ہیئت سے ملو کہ دامن میں وہ تمام ضرورت کی چیزیں بھری ہوئی تھیں جو وہ بازار سے خرید کر لاتے تھے۔ اس واقعہ کی قدر اس وقت بہت بڑھ جاتی ہے جب ہم بچہ دیکھتے ہیں کہ امام محدوح کی عمر اس زمانہ میں اناٹھی برس کی تھی! ابوالاسود دہ کی واضح فن نحو پر اخیر عمر میں فالج گرا تھا اور اس کے اثر سے انکے ہاتھ پانوں موف ہو گئے تھے۔ اس معذوری کی حالت میں بھی وہ ہر روز پانوں گھسیٹتے ہوئے بازار کو جاتے اور اپنا کام کر لاتے۔ سمجھ نہ سمجھنا چاہئے کہ ضرورت ادن کو اس تکلیف کرنے پر مجبور کرتی تھی کیونکہ ابوالاسود بہت آسودہ تھے اور بہت سہ خادم

اُن کی سرکار میں حاضر رہتے۔ ایک روز کسی نے اُن سے ازراہ تعجب دریافت کیا کہ اس قدر خادموں کے ہوتے ہوتے یہ شائد مصیبت ہر روز کیوں برداشت کی جاتی ہے اُس اویس نے یہ مثل جواب دیا کہ بات یہ ہے کہ آمد شد میں اتنا نفع ہے کہ جب میں گھر میں لوٹ کر آتا ہوں تو لڑکے بھی کہتے ہیں کہ آگئے لونڈیاں بھی کہتی ہیں کہ آگئے۔ اگر میں گھر میں پاشکستہ ہو کر پڑ ہوں تو بکریاں چھپریشیاب بھی کریں تو بھی کوئی خبر نہ ہو۔ یہ مقولہ عجیب حکمت انگیز ہے۔ اور شخصی حالت سے لیکر قومی حالت تک یکساں موثر ہے۔ دنیا میں جو کچھ گرمی ہنگامہ ہے وہ سب حرکت کا نتیجہ ہے۔ اور سکوں ملکوں اور قوموں کی رونق کو درہم برہم کرنے والا ہے۔ جو قوتیں ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھی ہیں وہ پامالی کے سوا اور کس چیز کی توقع اس عالم میں رکھتی ہیں۔ امام بخاری نے شہر بخارا کے باہر ایک مہاں سرا بنوائی تھی۔ اُس کی تعمیر کے وقت جو مزدور معماروں کو اینٹیں پہنچاتے تھے اُن میں خود امام بخاری بھی شامل تھے۔ یہ امام زبانی اپنے سر پر اینٹیں رکھ کر لیجاتے اور راجون کو دیتے۔ ایک شاگرد نے ازراہ دلسوزی ایک روز عرض کی کہ آپ کو اس محنت کی کیا ضرورت ہے۔ امام ممدوح نے فرمایا کہ ھٰذَا الَّذِی یُفِیْعُکُمْ تَفْعَلُ اللّٰہُ تعالیٰ بِاتِّبَاعِ السَّلَفِ الصَّالِحِیْنَ وَاصْرَحُوا اَنَّ اِلٰہَکُمْ اللّٰہُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔



## مضامین

صفحہ	نام مصنف	صفحہ	نام مصنف
۱۷	ابوالفرح اصبہانی	۸	مسنری شاعر ...
۱۸	ابوالقلم سبکی	۱۱	مقبریزی مورخ
۱۹	ابن ابی الطیب	۹	خطیب بغدادی
۱۹	فروزی -	۱۰	ابن حجر اسقلانی
۲۰	دانشی	۱۱	ابوالعباس صاحب الشافعی
۲۰	غزیز الدین جزری	۱۲	ابوسعید خزار
۲۱	ابن الاطیب	۱۳	ابن راوندی
۲۱	جاحظ	۱۴	امیر خسرو
۲۱	ابن الملقن	۱۵	ابن سینا
۲۲	ابن رشد	۱۶	رودکی شاعر
۲۲	امام شافعی	۱۷	ابن دہان
۲۳	ابوبکر رازی	۱۸	ملا جاری
۲۳	ابن جریر	۱۹	ابن جوزی
۲۳	مطرنہ بادری	۲۰	سیوطی
۲۴	فخر الدین رازی	۲۱	عبد الملک السملی
۲۵	فارابی	۲۲	ابن جینی
۲۶	امام غزالی	۲۳	ابن خزم
۲۶	ابن عربی	۲۴	ابوالحسن الاشعری
۲۶	ابوسعیدہ	۲۵	ابن سیدہ
۲۷	ابن کثیر	۲۶	ابن عساکر
۲۷	یعقوب حمیدی	۲۷	
۲۸	یعقوب بن قرطبی	۲۸	



بسم اللہ الرحمن الرحیم

# رسالہ مضفان اسلام

ہجرت کی دوسری سے آٹھویں صدی تک مسلمان علمی سرمایوں پر تنہا قابض رہے۔ کچھ تو مذہبی جو ش تھا اور کچھ بنی امیہ اور بنی عباس کی فیاضیوں نے اُن اہمیتوں کو اس قدر بلند کر دیا تھا کہ دوسری اور تیسری صدی میں جو ترقی اُس کو ہو گئی وہ پھر نصیب نہ ہوئی۔ مذہب نے تو اتنا کیا کہ اُن کو ان علوم شوق ہو گیا جن کو دین محمدی سے ذرا بھی تعلق تھا۔ لیکن ان فیاضیوں نے اس شوق کو چند قدم اور آگے بڑھایا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ یونان کے سارے علوم و فنون مسلمانوں میں امنڈ آئے۔ سنہ ہجری کے پس و پیش میں خالد بن یزید اموی نے یونانی زبان و ادب کو جمع کیا اور ترجمہ کی خدمت دی۔ عبدالملک بن مروان اموی کے حکم سے نصر بن اعجم نے سنہ ۹۷ کے پس و پیش میں نقطوں کو با ترتیب وضع کیا جس سبب سے



حرفون میں تیسر پیدا ہوئی۔ اسی خلیفہ کے عہد میں عربی زبان دولت اسلام کے تمام محکموں میں لو لگی جس سے وہ رفتہ رفتہ مصر۔ شام اور عراق کی مادری زبان ہو گئی۔ اس کے بعد ہارون عباسی نے ترجمہ و تصانیف کا ایک بڑا محکمہ بیت الحکمت قائم کیا جہاں ژند۔ یونانی۔ سریانی۔ سنسکرت زبانوں سے عربی میں کتابیں ترجمہ ہوئیں۔ اس کے محکمہ میں خیم بن اسحاق۔ ثابت بن قرۃ۔ جیش بن الحسن وغیرہ نامور عیسائی مترجم پانچ پانچ سو اشرفی ماہوار پر مقرر ہوئے۔ اور دوسو برس کے اندر ہی اندر بیت الحکمت نے یونان اور روم کا سارا علمی خزانہ خالی کر دیا۔ اس عہد میں فضل بن یحییٰ برکی کے اہتمام سے کاغذ بنانے کا کارخانہ جاری ہوا۔ مامون عباسی کا جوش اس سے کہیں بڑھا ہوا تھا اوس نے صرف اس شرط پر شاہ یونان سے صلح دائمی اور ایک سو چالیس من سہنا دینے کا وعدہ کیا کہ وہ حکیم تیو کو اجازت دے کہ کچھ دن امیر المومنین کو فلسفہ آکر سکھا جائے۔ مامون پہلا خلیفہ ہے جس کے عہد میں دمشق۔ شامیہ اور بغداد میں رسدگاہیں قائم ہوئیں اوس نے صحراے سنجا میں اس قول کو تجربہ سے تحقیق کیا کہ کرہ ارضی کا محیط چوبیس ہزار میل ہے۔ چوتھی صدی سے پہلے جبکہ اسلام میں کوئی سرشت تعلیم نہ تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یزید بن ہارون المصنفی سنہ ہجری کے حلقہ درس میں ستر ہزار طلباء کا ہجوم رہتا تھا۔ جامع بصری میں امام بخاری نے جب لیکچر دینے شروع کئے تو دس ہزار کے قریب محدثین رفتہ۔ خاص اور اہل مناظرہ شامل ہوئے ایکاد و اختراع میں بھی مسلمانوں نے کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ چنانچہ عربی زبان میں ایک ہزار چار سو مستند تاریکین لکھی گئیں۔ حافظ مقترائی نے مسئلہ کے پس و پیش میں علم البیان کے

چند قاعدے لکھے جن کو متاخرین نے وسعت دی۔ قطرب المتوفی ۳۷۰ھ نے علم لغت وضع کر کے "کتاب المثلث" اس علم میں لکھی جس کی اکثرین نے تقلید کی۔ ابن المعتز عباسی المتوفی ۳۶۰ھ نے علم بدی ایجاد کیا۔ امام غزالی نے شہانت الفلاسفہ علم کلام میں سب سے پہلے کتاب لکھی۔ اور ثابت کیا کہ فلسفہ یونانی جس قدر اسلام کے اصلی مسائل سے مختلف ہے خود غلط ہے۔ ثنابت بن ناصر دمشقی یزید ثانی کے عہد میں ایک نامی فلاسفر تھا۔ اس نے آلات جاذب برق ایجاد کئے جن کے ذریعہ سے قوت کہربا یہ بجلی کو بادلوں سے جذب کرتی تھی۔ یزید نے ثابت کی اس ایجاد پر پانچ لاکھ روپیہ اوسے عطا کیا۔ عبدالملک بن مروان کے عہد میں جنگی جہاز بنائے گئے۔ لوہا پگھلا کر ڈھالا گیا۔ ۹۰۰ھ کے پس پیش میں علی بن تغلب گھڑی سازی میں مشہور ہوا۔ زبیدہ خاتون نے شہنوم عفری کو بزم تکلف میں جگہ دی۔ جغرافیہ کو وسعت دی گئی اور مختلف مقامات کے نقشے تیار ہوئے۔ سلیمان المتوفی ۳۳۰ھ نے ہند۔ چین اور لنکا کا سفر کر کے اپنے سیاحت کے حالات قلم بند کئے۔ مسلمان علم ہندسہ میں مشغول ہوئے اور اوہنوں نے اوس میں حیوب کو داخل کیا۔ یونان کے علم مثلث کو ارقام میں لائے۔ محمد بن موسیٰ المتوفی ۳۵۰ھ نے جبر و مقابلہ وضع کیا۔ علم حیت میں بنالی۔ حیت دان نے زمین کے نقطہ راس اور نقطہ ذنب کے منتقل ہو جانے کو دریافت کیا۔ بعض رسد گاہوں میں مسلمانوں نے دائرۃ البروج کے اوس میلان کو بھی دریافت کر لیا جو خط استوا کی طرف ہے۔ البورجیران بیرونی ایک نامی منجم نے ۳۸۰ھ کے پس پیش میں حرکت زمین معلوم کی علم مناظرہ میں مسلمانوں نے السکاس کا قاعدہ

دریافت کیا۔ کیمیا کو اصول پر قائم کر کے علم کی حیثیت میں لے آئے۔ ابن حشیم نے روشنی کی صارت اور جمیعت کو بدلائل ثابت کیا علم طب میں چھپک۔ سنگریزہ۔ وغیرہ بیماریوں کے لئے علاج تجویز کئے گئے اور بہت سی نئی دایکون کا اس علم میں اضافہ ہوا۔

سنہ ۳۰۱ قمری میں کابون کی تعمیر بھی شروع ہو گئی۔ خاص شہر بغداد میں ۷۰۰ مدرسے قائم ہوئے جن میں ۳۰ بڑے کالج شامل تھے لیکن زیادہ سربراہان و دروہ دو کالج تھے ایک آل سلجوق کا ”نظامیہ“ جس میں چھ ہزار طلبہ زانوی ادب تہ کرتے تھے اور جس کا سالانہ نظام الملک نے ۱۵ ہزار دینار مقرر کیا تھا۔ دوسرا آل عباس کا ”متفریہ“ جس کا سالانہ بیت المال سے ۶۰ ہزار منتقل دیئے ۴۰ لاکھ ۲۰ ہزار روپیہ کے قریب تھا) بغداد کی طرح اصفہان میں ۴۸۰۔ دمشق میں ۱۵۰ بیت المقدس میں ۲۸۰۔ نیشاپور میں ۵۰۔ قاہرہ میں ۲۰۔ قرطبہ میں ۸۰ نامی گرامی مدرسے مختلف وقتوں میں قائم ہوئے۔ خاندان عباسیہ کو دیکھ کر والیان اندلس کو بھی علمی ترقی کا خیال ہوا اور ان کی توجہ سے قرطبہ رشک بغداد ہو گیا۔ عبدالرحمن ناصر فی قسطنطنیہ افریقہ۔ مصر۔ شام۔ فارس۔ عراق وغیرہ ملکوں سے کتابیں منگوائیں اور اپنی دکان کے مولفوں کو انعام بھی دیا یہاں تک کہ اوس کے پاس ۴ لاکھ کتابیں جمع ہو گئیں جس سے بچہ فائدہ ہوا کہ اندلس میں جم غفیر فلاسفوں کا پیدا ہو گیا۔ ابن ماجہ۔ ابن رشد کے ناموں سے کون واقف نہیں۔ ابن فرناس وہاں پہلا شخص ہوا جس نے پتھر سے سیسہ بتایا معرفت اوقات کا آلہ اختراع کیا اور ہوا میں اڑنے کے لئے ایک کل تیار کی ابن طفیل اندلسی نے سنہ ۱۱۰۰ کے پس و پیش میں ایوکیوشن تہیہ کی کو ظاہر کیا۔ قرطبہ پہلا شہر ہے جس کی سڑکیں پختہ کی گئیں اور رات کی وقت ان پڑھ لائون سے روشنی کی گئی۔ غناہ میں ۱۳۰۰ اپن چکھیاں دن رات چلتی تھیں

اشبیلیہ (سول) میں ایک لاکھ کارخانے تھے جہاں زیتون کا تیل نکالا جاتا تھا تصنیف و تالیف کا یہ عالم تھا کہ ایک وقت میں قرطبہ میں ۱۵۰۔ مائتھ میں ۵۳ مرتبہ میں ۵۲۔ پرنگال میں ۲۵۔ اور مرسیلیا میں ۱۷ کتابیں لکھی گئیں ۱۵۔ اسبیلیہ۔ غرناطہ۔ بلنہ وغیرہ شہروں کا تو کچھ ذکر ہی نہیں) یورپ کی استادی کا فخر بھی اندلس کو حاصل ہوا جو برت فرانیسی نے یہاں دتوں تعلیم پائی اور جب وہ ۵۸۰ میں یورپ ہو گیا تو اس اٹالیہ میں دو مدرسہ کھولے۔ اسی شخص نے ارقام ہندسہ کو عرب سے سیکھ کر یورپ میں شائع کیا۔ فاطمیہ خلفائے بھی اس طرف رجوع کیا۔ مقررہ مورخ کا بیان ہے کہ غزنیہ مالک فاطمی المتوفی ۸۹۶ھ کے محل (واقعہ القاہرہ) میں ۴۰ کتب خانوں میں ۷۱ لاکھ کتابیں تھیں اور مورخ کسی قدم مبالغہ کے ساتھ کہتا ہے کہ ان کتب خانوں میں ۷۱ لاکھ کتابیں تھیں فاطمیہ کے عہد میں القاہرہ میں ایک پبلک لائبریری تھی جس کو ”دارالعلم“ اور ”دارالحکمتہ“ کہتے تھے اس زمانہ میں جامع ازہر میں ۱۲ ہزار طلباء دور دراز ملکوں سے آکر فقه۔ فقہ منطق۔ لغت۔ نجوم۔ حدیث۔ ریاضی۔ تفسیر۔ تاریخ کی تعلیم پاتے تھے۔ والیان مراۃ۔ اس وجہ سے زیادہ قابل ذکر ہیں کہ دنیاوی اسلام میں جو ہر علموں کی تعلیم گاہ قائم ہوا وہ عہد المؤمنین کے عہد سے ہوا۔ اس تعلیم گاہ میں ۳۰ ہزار طلباء شریف خاندانوں ہم عمر نوجوان داخل تھے جن کو دہان مارالطلبہ القاضی حفظہ کرنے کے سوا فن سپاہیگری سکھایا جاتا تھا۔ عبد المؤمن ان کو القصر میں جمع کر کے امتحان لیا کرتا تھا۔ یونیورسٹی خاص (واقعہ مراکو) میں مقررہ اندلس اور فرانسیس سے طلباء بغرض قندیس آتے تھے یہ یونیورسٹی ۸۸۰ھ کے پس و پیش میں قائم تھی اس سے پہلے دنیا میں کوئی یونیورسٹی نہیں ہوئی۔

غرض مسلمانوں نے کائنات کے خدائوں کو بہت سے لیا استقلال سے رکھا اور اللہ تعالیٰ سے بڑا۔ دنیا کے پدے پر ناگہانی ترقی کی سب سے پہلے

اور سب سے پہلی مثال قائم کی۔ اور ہر میدان شجاعت میں انہوں نے کسریٰ اور قیصر کو نیچا دکھایا اور ہر میدان خفیت میں یونان کو دبایا اور یورپ کو سکھایا۔ اندلس فتح کیا اور قرطبہ میں روز افزون ترقیان کیں جس کی نسبت یہ مشہور ہوا کہ ”اگر پرند کا دودھ لینا ہو تو وہاں جاؤ“۔ آسمان علم کا آفتاب اگر بغداد اور القاہرہ کے میناروں پر جگمگا رہا تھا تو ماہتاب قرطبہ اور غرناطہ کے گنبدوں پر۔ مگر آٹھویں صدی کو ساتھ ان ترقیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ تنزل شروع ہوا آفتوں کو ساتھ لایا جن سے مسلمانوں کو اس قدر ربط ہو گیا کہ وہ ترقیان جن کا آگے دن میں ظہور تھا نہ جانتی ہیں اور نہ جاننا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ ان کی غلطی ہے۔ لاطینی زبان میں ایک مثل مشہور ہے کہ ”نبوت کی آنکھ ماضی کو دیکھتی ہے۔“

بگڑی ہوئی قوم کے لئے یہ پیش بینی زیادہ ضروری ہے۔

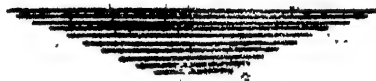
زمانہ کا قاعدہ ہے کہ پیشروان قوم کی سرگرمی افسردگان قوم کے دلوں پر بڑھتی ہے گزشتہ مصائب سے نصیحت لینا گزشتہ معارج کو عبور کرنا ترقی و بہبود کی جڑ ہے۔ رنگون کی سرگزشت ہم کو بتاتی ہے کہ ہم بھی اپنی زندگی اعلیٰ بنا سکتے ہیں۔ اس مختصر رسالہ میں سلف کے ادنیٰ نامی گرامی مضعفون کا بیان ہے جو دنیا سے اسلام میں بے شمار قصائیف چھوڑ گئے ہیں۔ جو عالم تاریخ میں خلف سے باتیں کرنے پر سب سے زیادہ مستعد و آمادہ نظر آتے ہیں۔

افسوس آمادہ اس لئے کہ باوجود اس کثرت اور باوجود اس افراط کے ہم میں سے خال خال کو اتنی توفیق ہے کہ ان کی باتوں سے سبق لے۔ سبق بھی وہ سبق جس نے ان کو اپنے وقتوں میں استاد ہی نہیں بلکہ رو سے زمین کا مالک بنا دیا تھا اگر مالک تھے عالم بھی ضرور تھے۔ عالم کی دنیا کا ایک کنارہ عادی الکبیر تھا تو دوسرا دریائے سندھ تھا۔ مگر اس دنیا نے پانچویں سیلے سے

ہم کو دغا دی۔ آسمان سے بیرخی کی۔ ہم تاریکی میں آئے۔ دن بھل آیا۔  
 مگر ہمارے لئے ایسی رات تھی۔ نہ ہم میں وہ ہمت! اور نہ ہم میں وہ جرأت!  
 نہ ہم میں وہ جوش! اور نہ ہم میں وہ خروش!!

ابن حنیف

۲۳ + ۳ + ۱۹۵ء



# مضامین اسلام

ابوالعلیٰ احمد بن عبد اللہ بن سلیمان بن محمد بن سلیمان بن داؤد تنوخی ۔  
 بیس ملاول ۹۳۳ھ کو معرفۃ النعمان میں پیدا ہوا۔ قدرت نے اسے شاعر و نثر کے  
 عالم گرد وصف سے محروم نہ رکھا۔ چنانچہ کچھ چار برس کا تھا کہ چچیک سے اس کی  
 آنکھیں جاتی رہیں اور کچھ بھی ہو مر۔ مگر وہ غیرہ نامور شاعر و نثر کی طرح اندھا  
 ہو گیا۔ اس کو تصانیف کا نہایت شوق تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ  
 یہاں وہ شعر و نثر لایا کرتا تھا وہاں صرف و نحو۔ ادب و معنی میں بھی اپنا آپ ہی  
 نظیر تھا۔ علم ادب میں ”الایک والعقوب“ ایک کتاب لکھی جو ۱۰۰ جلد میں  
 ختم ہوئی۔ نظم میں کتاب ”لزوم مالا یلزم“ ۱۰ جلدوں میں تالیف کی۔ کتاب  
 ”صور السقط“ کتاب لامع الغریز۔ کتاب ذکر تہجیب۔ کتاب غیث الولید  
 کتاب معراج احمد۔ کتاب زبد السقط (شرح صور السقط) وغیرہ بے نظیر کتابیں  
 تصنیف کیں اور ربیع الاول ۹۷۳ھ میں وفات پائی۔

احمد تقی الدین بن عبد الصمد مقرئ مصری و نیاے اسلام کے  
 مورخ تھے۔ تاریخ میں انہوں نے جو کتابیں لکھیں ان میں سے چند کتابوں  
 کی فہرست دی جاتی ہے :-

المواظظ والاعتبار بذكر الخط والاثار (۲ جلد) استیع الاسماع (۶ جلد) البحر عن الشر (۴ جلد) السلوک فی معرفۃ دول الملوک (۴ جلد) تاریخ الکیس المقفی فی تراجم اہل مصر والواردین الیہا - (ابو المحاسن کہتا ہے کہ اگر کچھ کتاب ختم ہو جاتی تو ۸۰ سے زیادہ جلدوں میں پوری ہوتی۔) "الانمام باخبار من یرض الجتہ من الملوک الاسلام" (یہ کتاب ۱۲۹۴ء کو لندن میں چھاپی گئی) مجمع الفوائد (۸۰ جلدوں میں ختم ہوئی) کتاب فی القفا - کتاب فی الاجسام المعدنیہ وغیرہ وغیرہ - علامہ مقریزی ۱۲۶۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۲۹۹ء میں انتقال کر گئے۔ وہ بعلبکی الاصل تھے مقررین رہا کرتے تھے۔ شافعی المذہب تھے۔ تاریخ مصر میں اون کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔

احمد بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت بغدادی المعروف بـ "خطیب" جمادی الآخر ۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے علم حدیث اور تاریخ میں کمال دسترس پیدا کی بغداد کی بے نظیر تاریخ لکھی۔ فقہ ابو الحسن محاملی اور قاضی ابو الطیب سے حاصل کی اور اس علم میں بھی ازیں امتیاز پایا۔ تصانیف کی تعداد ۱۰۰ سے کم نہیں۔ ۳۶۳ھ ذی الحجہ مبارک مہینے میں رحلت کی اور جناب بشر حافی کے مزار کے پاس مدفون ہوئے۔

احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی معروف بـ "ابن حجر" عسقلانی - عسقلان (واقع ملک شام) میں ۳۲۳ھ میں پیدا ہوئے۔ شعر - حدیث - تاریخ میں از حد شہرہ پایا ہے شمار کیا ہیں تصنیف کیں۔ اصابہ فی ذکر الصحابہ ۴ جلدوں میں لکھی اور استغابہ سداغابہ کی تمام باتوں کو اس میں جمع کیا۔ صحیح بخاری کی شرح فتح الباری ۱۲ جلدوں میں لکھی اور جب ۲۵ برس کی مدت کی بعد ۳۲۳ھ میں یہ کتاب ختم کر کے تواتھون نے شہر القاہرہ میں ایک بہت بڑا ولیمہ دیا جس میں



جملہ اکابر و عمال جمع تھے۔ ابن حجر نے صرف علم حدیث اور اس کے متعلقات میں چالیس کتابیں لکھیں۔ تعجیل المنفعت۔ الجمع الموس۔ بلوغ المرام۔ زہدہ النظر۔ بینات۔ تقریب التہذیب۔ تعریف مراتب الموصوفین بالتدلیس فی اسانید الاحادیث۔ الجمع المفہرس۔ الکافی الشاف وغیرہ اون کی مشہور تالیفات ہیں شہاب الدین آپ کا لقب تھا حافظ القرآن تھے۔ شافعی المذہب تھے بحر طوع حدیث میں آپ سرتاج تھے اسی طرح تاریخ میں موعز مستند اور شعر میں شاعر عرار تھے۔ ۷۵۰ھ میں وفات پائی۔

احمد بن عمرو بن سرتج امام شافعی علیہ الرحمۃ کے بہت بڑے مصاحبوں میں سے تھے ان کو امام موصوف کے تمام مصاحبوں پر ترجیح دی گئی ہے حتیٰ کہ مرتبی پر بھی۔ شیخ ابواسحق شیرازی کا بیان ہے کہ ابو العباس احمد بن عمر مذکور نے ۴۰۰ کتابیں تصنیف کیں اور مذہب شافعی کی اشاعت میں دل و جان سے کوشش کیا اور مخالفان مذہب کا رد لکھا اور اکثر یہ مذہب صرف احمد بن عمر کی وجہ سے پھیلا۔ علامہ موصوف نے ۳۰۰ کتابیں وفات پائی اور بغداد کے محکمہ کرنج نامی میں اپنے حجرے کے اندر مدفون ہوئے اون کے مزار کی آج تک زیارت ہوتی ہے۔

احمد بن علی بغدادی کی ذکر ہے کہ ایک دفعہ موزے اون کے ہاتھ میں تھے کبھی اون کو بستے تھے اور کبھی ادھیڑتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا یہ آپ کیا کرتے ہیں۔ کہا کہ میں اپنے نفس کو مشغول کرتا ہوں اس سے پہلے کہ وہ مجھے مشغول کرے۔ جب سے ان کا نام 'خزار' پڑ گیا کیونکہ خزار پہنٹے ہوئے موزوں کے سینے کو کہتے ہیں۔ آپ محمد بن منصور طوسی کے شاگرد تھے ذوالنون مصری۔ سری سقطی۔ بستر حانی۔ جنید بغدادی۔ عید بصری جیسے

حلیل القدر صوفیہ کی صحبتوں میں رہے۔ تصانیف بکثرت چھوڑیں جن کی تعداد کم و بیش ۴۰ بتائی گئی ہے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم فناء بقا میں کچھ لکھا۔ شیخ الاسلام کی رائے ہے کہ شاخ میں کوئی ان سے بڑا ہر نہیں ہوا۔ مرتعش کا بیان ہے کہ ”جب خوار خاق میں کچھ کہتا ہے تو تمام عالم اوس کے سامنے ہیچ نظر آتا ہے“ عیسیٰ بغدادی فرماتے ہیں کہ ”دنیا میں ایک وہی تھا۔ وہ کیا گیا دنیا ہی نہیں رہی“ غرض آپ کے اوصاف بیان سے باہر ہیں۔ مدتوں مصر میں رہے۔ برسوں مکہ میں قیام رہا۔ آخر ۳۸۵ھ میں یزید آرا سے باغ جان ہوئے۔

احمد بن محمد بن ابی بن السخی المعروف بـ ”ابن راوندی“ راوندی اصغیان کا رہنے والا تھا۔ علم کلام میں بڑا دخل رکھتا تھا۔ شعر بھی کہی کہی لیتا تھا۔ کتاب فیض المعتمد کتاب التاج۔ کتاب الزمرد وغیرہ ۱۱۴ کتابیں لکھیں ۳۴۰ میں چالیس برس کا ہو کر مر گیا۔

امیر خسرو بن سیف الدین شہنشاہ میں پیدا ہوئے چونکہ ان کے باپ قید لاچین کے امرا میں سے تھے اس لئے لوگ اون کو بھی امیر کہلایا کرتے تھے اونہوں نے چھ بادشاہوں کی خدمت کی۔ کتاب نہ سپہر علاؤ الدین خلجی کے بیٹے قطب الدین تگے لئے لکھی جس کے صلے میں اون کو ہاتھی کے وزن کے برابر سونا ملا۔ اوہل میں یہ غیاث الدین بن کے بیٹے بیٹو محمد المعروف بـ ”شہید“ کے پاس رہا کرتے تھے اور ۷ برس تک اوسی کے پاس ملتان میں رہے۔ لیکن جب محمد غلوان کے ہاتھ سے مارا گیا تو یہ ملتان سے چلے آئے۔ احمد بلبن کے دربار میں محمد کاپر درو اور دلسوز مرثیہ لکھ لائے۔ جس کے سننے سے غیاث الدین کے دل کو ایسا صدمہ ہوا کہ اس صدمہ سے جانبر نہ ہو سکا۔ امیر خسرو

فن موسیقی میں بارہ نئے مقام ایجاد کئے اعجاز خسروی رہ جلد قرآن السعید وغیرہ  
۹۹ کتابیں تصنیف کیں۔ خود ان کا بیان ہے کہ میں نے ۳ لاکھ سے زیادہ اور ۱۰ لاکھ  
سے کم اشعار نظم کئے ہیں۔ ان کا ایک کلیات بھی ہے جس میں ۸ ہزار کے قریب  
اشعار ہیں۔ نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ سے آپ کو ارا دت تھی اور اکثر صحبت بھی رہا کرتی  
تھی۔ چنانچہ جب ۲۲ برس میں آپ کا انتقال ہوا ہے تو انہیں اولیا اللہ کے حمار میں  
مدفون ہوئے۔

ابو علی حسین بن عبد اللہ بن سینا کی ذہانت اور علمیت کا اندازہ اس سو بخوبی  
ہو سکتا ہے کہ سولہ برس کی عمر میں فضلاء نامدار اوس کے آگے زانو و ادب  
طے کیا کرتے تھے۔ فن طبابت میں اوس نے اعجاز کا رتبہ حاصل کیا تھا جس کی وجہ سے  
شمس الدولہ والی گورگان نے اوسے اپنا وزیر بنا لیا۔ اس وزارت میں اس کا  
یہ حال تھا کہ جب تک ۲۰ مریضوں کا ہاتھ نہ دیکھ لیتا کھانا نہ کھاتا تھا اور پھر وزارت  
کا کام بھی سرانجام دیتا تھا۔ ابن سینا پہلا شخص ہے جس نے مریضوں کے علاج  
میں المتاسر آوند۔ امی۔ ہلیلہ۔ کاسنی وغیرہ دواؤں کا استعمال کیا۔ طبابت کی  
طرح فلسفہ میں بھی وہ گویے سبقت لے گیا تھا۔ چنانچہ اس فن میں اوس نے ۲۶  
کتابیں لکھیں اور نیز خطہ یونان کے حکماء کی اصلی غلطیاں نکالیں۔ طب کو علم میں  
۸ کتابیں لکھیں جن میں زیادہ مشہور قانون (۴ جلد) اور شفا (۸ جلد) ہیں۔ فقہ  
اور توحید میں ۱۲۰ کتابیں لکھیں جن میں سے حاصل محصول (۲۰ جلد) البر والاثم ۸ جلد  
مشہور ہیں۔ لغت میں چار کتابیں لکھیں جن میں لسان العرب (۱۰ جلد) زیادہ ممتاز  
ہے۔ منطق میں ۹۔ علوم طبعی و ریاضی میں ۱۵۔ آداب۔ سیاست۔ موسیقی  
میں ۷ کتابیں تالیف کیں غرض اوس نے ۲۱ برس کی عمر سے لیکر مرتے دم  
تک ۱۰۰ کتابیں لکھیں۔ شمس الدولہ کے بیٹے تاج الدولہ نے اوسے اس محکمہ

تہمت لگا کر قید کر دیا کہ یہ علاؤ الدین کے ساتھ مکاتبت رکھتا ہے۔ ابن سینا مہینے قید خانہ میں رہا جہاں وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا گہرا گہرا کے یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

رایت ابن سینا العادی الہجالی ؛ وفی سجن مات اخس الممات

ترجمہ۔ میں نے دیکھا کہ ابن سینا کو کون سے سیر رکھتا تھا آخر وہ قید میں بری موت مرا۔

فلم یشف ما نابہ بالشفاء ؛ ولم یخ من موتہ بالنجاة

ترجمہ۔ نہ شفا نے اسے مرض سے شفا دی۔ نہ نجات نے اسے موت سے نجات دی۔

(۸۵) برس سے زیادہ زندگی نے وفات کی اور ۲۵۰ مکہ ماہ رمضان یوم الحجہ کو بہمان میں مدفون ہوا۔

رووی۔ سمرقندی۔ ایران زمین کا پہلا شاعر ہے جس نے دیوان مرتب کیا۔ کلیک۔ دمنہ کو منظوم کیا جس کے صلیب میں امیر نصیر بن نوح سامانی نے اسی ۴۰ ہزار درہم عطا کئے۔ رووی کے اشعار جن کی تعداد ۱۰ لاکھ تین سو بیس بتائی گئی ہے سود فزون میں ختم ہوئے۔ یہ شاعر پانچویں صدی میں ہوا۔

سعید بن مبارک بن علی بن عبد اللہ بن سعید بن محمد معروف بہ ابن وہان نحوی بغدادی کے زمانہ میں ابن خباب ابن شخری ابن جوالیقی جیسے جلیل القدر نحوی موجود تھے۔ لیکن لوگ اس کو سب پر ترجیح دیتے اور سرآمد نحویان مانتے تھے۔ اور واقعی ابن وہان اگر سیبویہ نہ تھا تو سیبویہ زمانہ تو ضرور ہی تھا۔ شعر بھی خوب کہتا تھا۔ علم نحویں نہایت عمدہ اور نہایت بسیط کتابین لکھیں۔ شرح ایفا و کملہ (۳۴ جلدیں زہرۃ الریاض (۵ جلد) شریع (۲ جلد) کتاب العروض۔ کتاب الدروس۔ رسالہ سعید یہ وغیرہ وغیرہ۔ ۶۹۰ میں پیدا ہوا ۷۱۵ میں وفات پائی۔

عبد الرحمن بن احمد الشہرہ بن نور الدین جامی اپنے وقتوں میں ملا کے

معزز نقب سے ملقب ہے۔ جام کے رہنے والے تھے۔ ۵۴ سے زیادہ کتابیں لکھیں جن میں سے تفحات الانس۔ سجدۃ الآبار۔ شرح کافیہ۔ دہ سفینا انشا بہارستان۔ شواہد النبوة ایسی کتابیں ہیں جن سے اہل ہند بھی نا آشنا نہیں۔ علامہ موصوف شاعر بھی تھے چنانچہ ان کا ایک کلیات ہے جس میں ساڑھے آٹھ ہزار سے زیادہ اشعار ہیں۔ آپ علم الہی۔ علم تفسیر۔ علم اخلاق۔ علم فلسفہ میں بھی پوری قابلیت رکھتے تھے۔ ملا عبد الغفور المتوفی ۹۱۹ھ میں شارح مشہور اور مفتی زمان آپ ہی کے شاگرد تھے۔ آپ ۸۱۰ھ میں عالم وجود میں آئے اور ۸۱۰ھ میں فوت ہوئے۔

ابوالفرح عبدالرحمن ابن ابی الحسن علی بن محمد بن علی قریشی تہی مکی بکری بغدادی ۸۱۰ھ میں پیدا ہوئے۔ حدیث تاریخ اور ادب میں عجیب استعداد حاصل کی اور ان علوم میں تصنیفات بھی بکثرت چھوڑیں۔ ابوالفرح اصل میں فرصتہ الکوز نامی شہر کا باشندہ تھا اور اسی وجہ سے اس کو ابن جوزی کے نام سے شہرت ہوئی بغداد میں وعظ کیا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہاں کے سنی اور شیعہ میں جناب صدیق رض اور جناب مرتضیٰ رض کی افضلیت پر بحث چھڑی معاملہ اسپرٹے ہوا کہ ابن جوزی جو فیصلہ کر دے وہ فریقین منظور کر لیں۔ عرض لوگ اس تصفیہ کے لئے آئے تو وہ وعظ کر رہا تھا اور خلیفہ ناصر الدین اللہ بھی جو مذہب امامیہ کی طرف مائل تھا اس کے وعظ میں شریک تھا۔ اس نے جن الفاظ میں اون کا فیصلہ کیا وہ یہ تھے ”من کانت بنت تحتہ“ یعنی ”وہ شخص کہ اس کی بیٹی اُسے بیاہ دی گئی“ اہل سنت نے کہا کہ اس سے مراد ابوبکر صدیق رض ہیں کیونکہ اون کی بیٹی عائشہ نبی آخر الزمان کے گہر میں تھیں۔ اہل تشیع نے کہا اس سے مراد علی رض ہیں کیونکہ آنحضرت کی بیٹی فاطمہ زہرا آپ کے

گھر میں تھیں۔ اس حکایت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ابن جوزی کی کس قدر وقعت تھی اور کس قدر عقل کی رسائی اور حاضر جوابی کا مادہ خدا فی اون کو دیا تھا۔ علامہ مذکور کی تصنیفات کی نسبت بہت کچھ روایتیں مشہور ہیں مگر اس میں تو کچھ شک نہیں کہ اوہوں نے ۲۵۰ سے زیادہ کتابیں تالیف کیں۔ وہ مفسر بھی تھے۔ شعر بھی نفیس کہتے تھے تاریخ میں ”کتاب التظم“ لکھی جو بہت مشہور ہوئی۔ ”زاوالمیر فی علم التفسیر“ (۸ جلدوں میں) لکھی جس کا ایک غیر مکمل نسخہ کتب خانہ خدیویہ میں موجود ہے۔ ۹۹۷ھ میں رمضان کے جمعہ کی رات کو انتقال کر گئے۔

عبد الرحمن بن کمال سیوطی۔ سیوط (واقع مصر) میں ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ شافعی المذہب تھے ہر علم میں کتابیں لکھیں۔ کتاب موضح الذکر میں اوہوں نے اپنی تالیف کی ہوئی بیس کتابوں کے نام بتائے ہیں جو صرف تاریخ میں لکھی گئیں۔ علم حدیث میں اور اس کے متعلقات میں اوہوں نے ۱۰۰ کتابیں لکھیں (اس تعداد میں شرح۔ تلخیص اور تالیف تینوں شامل ہیں) جن میں سے جامع الکبیر۔ حضاویض الکبیر۔ انموذج اللیب۔ متاہل الصفا۔ مسانید الصحابہ۔ الکلم الطیب۔ الدال الثیر۔ زہر الرئی۔ جمع الجوامع۔ شرح الصدق عقود الزبرجد۔ وصول الامانی۔ نخبۃ الفکر۔ ابواب السعادة الہیۃ السنیہ وغیرہ کتابیں کتب خانہ خدیویہ (واقع القاہرہ) میں بھی موجود ہیں۔ علامہ موصوف مفسر بھی تھے۔ جلائین جو ایک مشہور تفسیر ہے انہیں کی مدد سے لکھی گئی مضامین الاقران فی مہات القرآن۔ الدار المنثور فی تفسیر بالمأثور (۵ جلدوں میں) بعضوں نے سیوطی کی تصنیفات کا اندازہ کیا تو ۱۴۵۰ سے زیادہ نکلیں علامہ موصوف نے ۹۱۳ھ میں تضاکی۔

عبد الملک بن حبیب السلی اندلس کے سربراہ اور وہ مضعون میں ان کا نمبر

اول ہے۔ اور ہونے اپنی زندگی میں بے شمار کتب تالیف کیں جن کی مجموعی تعداد ایک ہزار بتائی گئی ہے۔ ان میں سے کتاب الواضح جوام الملک کو مذہب میں سہ نہایت مفید اور نہایت بیحد ہے علامہ موصوف نے ۸۹۵ھ میں وفات پائی۔

**ابو الفتح**۔ عثمان بن جنی نحوی محول کبار۔ ہنہ ملا تھا۔ سند مرین پیدا ہوا علوم عربیہ میں اس کو نہایت تبحر تھا۔ شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ چنانچہ اس کا شعر ہے۔

لحبيب او تدبیر او تمباہ ؛ فلا والله لا انما داحبا  
ترجمہ۔ تو محبت کو یاد کر میں تو بخدا اس سے زیادہ محبت تجھ سے نہیں کر سکتا  
۲ میت لبس ہمک کل قلبی فان مات المئید فمنا قلبا  
ترجمہ۔ ایک ہی تیر میں تو میرا دل لیگیا اگر ادر تیر لگانے جی میں تو لا اور ایک دل  
ابن جنی نے نہایت ضخیم اور از حد بیحد کتاب تصنیف کیں۔

نوادری العربیہ دو ہزار صفحے۔ شرح حماسہ ایک ہزار صفحے۔ تفسیر تشریف المازنی ایک ہزار صفحے۔ تفسیر معانی دیوان التبتی ایک ہزار صفحے۔ محاسن فی العربیہ ۸۰۰ صفحے۔ سر الصاعۃ ۸۰۰ صفحے۔ شرح المقصود المردف ۸۰۰ صفحے۔ کتاب اللع وغیرہ۔ علامہ حموی نے معجم الادامین ان کی تصنیف کی ہوئی ۸۰۰ کتابوں کی نام بتائے ہیں۔ ابن جنی علوم عربیہ میں ابو علی فارسی کا شاگرد تھا۔ اس نے فقہ۔ عروض۔ تاریخ میں بھی مفید کتابیں لکھیں صفر ۳۲۷ھ کو بغداد میں فوت ہوا۔

**علی بن احمد بن سعید** معروف یہ ابن خرم اندلس کے رہنے والے تھے ۸۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ جملہ علوم میں دسترس پیدا کی۔ اسلامی دنیا کو

کثیر التعداد مصنفون میں نہایت ممتاز نمبر پایا۔ بے شمار کتابیں لکھیں۔ جن کی جلدوں کی تعداد علامہ حموی نے ۷۰۰ بتائی ہے اور صفحات کی تعداد ایک لاکھ ساٹھ ہزار سے زیادہ علامہ ابن خرم نے ۷۰۰۰ میں وفات پائی۔

ابو الحسن علی بن اسماعیل الاشعری البصری ۳۶۰ھ میں پیدا ہوئے زکریا راجی ابو خلیفہ الحجی۔ سہل بن نوح۔ محمد بن یعقوب عتقری اور عبدالرحمن بن خلف البصری المصری سے روایت کرتے ہیں۔ اولاد وہ محمد بن عبد الوہاب الجبائی کی شاگردی میں رہے جس کی وجہ سے وہ کئی برس تک اعتزال کی طرف مائل رہے۔ یہاں تک کہ فرقہ معتزلہ کے امام ہو گئے لیکن پھر اون پر اس فرقہ کی اصل حقیقت کھل گئی جس کو انہوں نے جمعہ کے دن جامع بصرہ میں کرسی پر استادہ ہو کے بلند آواز سے ان الفاظ میں ظاہر کیا ”من عرفی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فان اعرفہ بنفستی انا فلان بن فلان کنت اقول بخلق القرآن وان اللہ لایمیی بالابصار والافعال الشہا انا افعالہا وانا تائب مقلع معتقد الہدوی علی المعتزلہ بین یفضا لجمہ ومعا ئبہم“ مطلب یہ کہ میں پہلے اعتقاد رکھتا تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ خدا تعالیٰ کو ہم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھیں گے۔ بُرے کاموں کے کرنے والے ہم آپ ہیں۔ لیکن میں اب علانیہ توبہ کرتا ہوں اور معتقد ہوں کہ مذہب معتزلہ سراسر عیب ہے اس کے بعد سے علامہ اشعری نے معتزلیوں پر رد لکھنا شروع کر دیا اور نفی و اثبات کے درمیان کا طریقہ اختیار کیا جیسے باقلانی۔ ابن فوطک اسفرائینی ابواسحق شیرازی۔ امام غزالی۔ ابوالفتح شہرستانی۔ امام رازی وغیرہ جیدہ علماء نے ان سے موافقت کی۔ ابوبکر ابن الصیرفی کہتا ہے کہ ”معتزلہ سنہ خوب سراوٹھایا۔ یہاں تک کہ خدا نے اشعری کو پیدا کیا جس نے ان کا دم بند کر دیا“



اشعری نے کتاب اللع۔ کتاب الوخر۔ کتاب الصیاح البرہان۔ کتاب التین  
 علی اصول الدین۔ کتاب الشرح والتفصیل فی الرد علی اهل الافک التذلیل  
 کتاب الایانہ وغیرہ (۵۵) کتابین لکھیں ادھون نے تفسیر القرآن بھی لکھی  
 جو (۷) جلدوں میں ختم ہوئی۔ مذہب اُن کا حنفی تھا۔ سال میں صرف سترہ  
 درہم ادن کا نفقہ تھا سترہ میں بغداد میں وفات پائی۔  
 علامہ ابن خزم نے ۷۷۸ھ میں وفات پائی۔

ابو الحسن علی بن اسماعیل معروف بہ ابن سیدہ مرسہ (واقع اندلس) کا باندہ  
 تھا اوس نے کتاب الحکم جس کا اختصار کر کے فیروز آبادی نے قاموس تیار  
 کی (شرح حماسہ (۶ جلد) کتاب النخص (۷ جلد) جیسی بیسٹ کتابیں لکھیں جو  
 (۱۳۳) جلدوں میں ختم ہوئیں۔ ابن سیدہ صاعد بغدادی کا شاگرد تھا علم  
 لغت میں امام تھا۔ شعر میں بھی بڑی لیاقت رکھتا تھا۔ اس کی کتابیں جہان  
 بسبط ہیں۔ مفید اور نایاب بھی ہیں۔ اوس نے ربیع الاول ۷۸۸ھ میں  
 وفات پائی۔

علی بن حسن معروف بہ ابن عساکر حافظ القرآن تھے دمشق میں سکونت  
 اختیار کر لی تھی۔ کل ۹۰ کتابیں لکھیں جن کے اجزاء کی تعداد (۱۱۶۲) بتائی  
 گئی ہے۔ دمشق کی تاریخ لکھی جو (۷۰) جزو میں ختم ہوئی علامہ حموی معجم الاہیاء  
 ترجمہ ابن عساکر کی ذیل میں لکھتے ہیں۔ ”والی اربعہ مائتہ مجلس عثمانیہ مجالس  
 وخرج لیشیخ ابی غالب ابن النبیاء اور عشر مشیخ“ یعنی عساکر مذکور نے صرف  
 ایک فن میں (۴۰۸) کچھ دئے اور اپنے شیخ ابی غالب ابن النبیاء کے  
 لئے گیارہ تذکرہ لکھے۔ علامہ مذکور کی خوبیاں بیان سے باہر ہیں ادھون  
 نے جتنی کتابیں لکھیں ادن سے خلق خدا کو بہت فائدہ پہونچا۔ عالم۔ عابد

کامل - زاہد تھے - اوائل ۳۹۹ھ میں عالم وجود میں آئے اور ۴۸۸ھ میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

**علی بن حسین بن محمد بن احمد بن ہشیم بن عبد الرحمن بن مروان بن عبد اللہ بن مروان بن محمد بن مروان بن ابی العاص بن امیہ اموی قرشی المعروف بہ ابو الفرج جہانی** ۳۵۸ھ کو اصفہان میں پیدا ہوا۔ بعد ازاں پرورش پائی شعر - آثار - نسب - سیر - نحو - لغت - متازی - خرافات و بیطاری - طبابت - نجوم وغیرہ علوم میں مہارت پیدا کی - نہایت مفید کتابیں تصنیف کیں - کتاب آغانی (۱۰ جلدوں) میں لکھی - مؤرخین کا بیان ہے کہ جب یہ کتاب نئی نئی لکھی گئی تو اس کی قیمت ۱۰ ہزار درہم (یعنی ڈھائی ہزار روپیہ - سے زیادہ) تھی - صاحب ابن عباد جن کی لائبریری میں ۲ لاکھ ستر ہزار کتابیں موجود تھیں اور جن کا یہ حال تھا کہ سفر و حضر میں اس کے اونٹ کتابوں سے لدے ہو کر مطالعہ کے لئے اپنے ہمراہ رکھتے تھے جب ان کو یہ کتاب آغانی مل گئی تو ان کو کسی کتاب کی ضرورت نہ رہی - ابو الفرج کے اشعار اور محاسن عرب میں مشہور ہیں اس نے آغانی کے علاوہ اور ہر دل عزیز کتابیں تصنیف کیں جن کی تعداد (۲۶) سے زیادہ بتائی گئی ہے - شاہان اندلس کے لئے چند کتابیں لکھیں جن کے صلے میں اس کو انعام بھی ملا - وزیر مہلبی کی مدد میں جو طرغافیاں اور عالی ہمت تھا بہت قصائد لکھے - کتاب ایام العرب - جمہرت النیب - کتاب الدراپات -

چہار شنبہ چہارم ذی الحجہ ۳۵۶ھ کو بغداد میں قضا کی۔

**علی بن زید ابو الحسن بن ابی القاسم البیہقی** ۳۸۸ھ میں پیدا ہوئے عالم خوش اعمال اور فاضل بالکمال تھے نہایت عمدہ کتابیں تصنیف کیں - جن میں سے

۸۰ کتابوں کی فہرست علامہ حموی نے معجم الابدان میں دی ہے۔ ۱۲۵۸ھ میں وفات پائی۔

**علی بن عبد اللہ بن احمد المعروف بہ ابن ابی الطیب** شہر نیشاپور کا رہتے والا تھا علامہ بے مثل اور مفسر بے بدل تھا ۱۱۸۸ھ میں سلطان محمود کے دربار میں آیا بے نظیر کتابیں تالیف کیں۔ قرآن شریف کی تین تفسیریں کہیں۔ تفسیر کبیر (۳۰ جلد) تفسیر اوسط (۱۱ جلد) تفسیر صغیر (۳ جلد) علاوہ اس کے اور کتابیں لکھیں۔ مگر وہ اس قدر مشہور نہیں۔ ابن ابی الطیب اوائل ۱۲۵۸ھ میں راہی ملک عدم ہوا۔

**علی بن حصال بن علی بن غالب بن جابر بن عبد الرحمن** المشہور بہ فرزند قتی شہر قیردان (واقع مراکش) کے رہنے والے تھے۔ نہایت مفید اور بغایت ضخیم کتابوں سے اپنے خلق کو فائدہ پہنچایا۔ کتاب السیر لکھی جو ۵۳ جلد و ۵۸۱ ختم ہوئی) کتاب الدول (۳۰ جلد و ۵۸۱) برہان العمیدی (۲۰ جلد و ۵۸۱) وغیرہ وغیرہ۔ علامہ موصوف نے ۱۲۵۸ھ میں وفات پائی۔

**علی بن محمد بن عبد اللہ بن ابی السیف** المشہور بہ مدائینی ۱۲۵۸ھ میں پیدا ہوئے عالم اجل تھے۔ نہایت عمدہ کتابیں تصنیف کیں۔ علامہ حموی نے معجم الابدان میں ان کی تصنیفات کی فہرست دی ہے جس میں (۲۴) کتابوں سے زیادہ کے نام درج ہیں۔ مدائینی نے ۱۲۵۸ھ میں وفات پائی۔

**علی بن محمد الملقب بہ غریز الدین ابن اشیر جزدی**۔ جزیرہ ابن عمر واقع دریائے دجلہ میں پیدا ہوئے تھے اس کی نسبت ان کو جزدی کہتے ہیں نسب اور تاریخ میں آپ کو بڑا دخل تھا۔ بہت سی کتابیں لکھیں چنانچہ ”تاریخ کامل“ جس میں پیدائش سے ۱۲۵۸ھ تک کا بیان ہے (۱۰ جلد و ۵۸۱) لکھی

اسد الغابہ فی ذکر الصحابہ (۴ جلدوں میں) لکھی اور اس میں ۵ ہزار ۵ سو صحابہ کرام کا مفصل حال لکھا ہے۔ الاباب فی معرفت الانساب (۲ جلدوں میں) لیکن یہ کتاب علامہ سمعانی کی کتاب الانساب کا اختصار ہے۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول (۱۰ جلدوں میں) وغیرہ وغیرہ۔

ابن اثیر نے شعبان ۶۳۰ھ میں قضا کی۔

علی بن النضرانی۔ المعروف بہ ابو الحسن ابن الاطیب نے بڑی لمبی چوڑی کتابیں لکھیں۔ کتاب بمعینہ السلطان (۳۰۰۰ صفحات میں) کتاب اصلاح المنطق (۳۰۰۰ صفحات میں) کتاب البرعۃ وغیرہ وغیرہ۔ ابن النائم کتاب الفہرست میں لکھتا ہے ”کان یدانکہ فی و احبہ نکلیں“ ۳۰۰۰ مرین وفات پای۔ عمرو بن بحر بن محبوب کنانی بصری جاحظ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اس کی دونوں آنکھیں یا ہر کو نکلی ہوئی تھیں جس کی وجہ سے اس کی شکل ایسی ہسیانک ہو گئی تھی کہ جب خلیفہ متوکل نے اسے اپنے رط کون کی تعلیم کے لئے بلایا تو اس کو ۱۰ ہزار درہم دیکر آٹا واپس کر دیا۔ معتزلی المذہب تھا فرقہ جاحظیہ اس کی طرف منسوب ہے اس نے ہر علم و فن کی کتابیں تصنیف کیں اور انعام بھی پایا۔

(۱) کتاب الحیوان۔ محمد بن عبد الملک کے لئے لکھی اور ۵ ہزار دینار انعام لیا۔

(۲) کتاب البیان والبتین۔ ابن ابی داؤد کے لئے لکھی اور ۵ ہزار دینار انعام لیا۔

(۳) کتاب الزرع والنخل۔ ابراہیم بن عباس الصوبی کے لئے لکھی اور ۵ ہزار انعام لیا علامہ حموی نے حافظ کے تصنیفات کی فہرست دی ہے حسین

(۱۲۵) کتابین درج ہیں۔

سلسلہ میں پیدا ہوا تھا۔ اخیر عمر میں مفلوج ہو گیا تھا۔ مزید برآں مرض مصداقہ نے اس قدر تنگ کیا تھا کہ بقرار ہو جاتا تھا۔ محرم ۵۵۵ھ میں انتقال کر گیا۔

عمر بن علی الفزاری معروف بہ ابن الملحق ۳۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ مذہب ان کا شافعی تھا۔ نہایت مفید کتابیں علم الحدیث اور اسماء الرجال وغیرہ میں لکھیں۔ اکمال تہذیب الکمال فی اسماء الرجال لکھی جو ۱۰۰ سو جز سے زیادہ میں ختم ہوئی۔ صحیح بخاری کی شرح شواہد التوضیح (۱۰ جلدوں) میں لکھی۔ سلسلہ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

محمد بن احمد بن رشد قرطبہ میں ۵۴۴ھ میں پیدا ہوا۔ مالکی المذہب تھا۔ ہر وقت درس میں مشغول رہتا تھا۔ اور اس درس سے کوئی چیز اُس کو روک نہ سکتی تھی۔ چنانچہ کثرت تصانیف اس امر کی شاہد ہے۔ ابن ابیاری کہتا ہے کہ ابن رشد نے تصنیف و تالیف میں اہزار طبق کاغذ و قلم کے سیاہ کئے سو اسی در اتون کے کسی رات اس نے مطالعہ کتب منہ نہیں موڑا۔ ایک تو زفاف کی رات اور ایک وہ رات جس میں اس کے باپ نے وفات پائی۔ ابن رشد نے اکثر علوم میں تصنیفات پہنچیں مگر ان میں کتب فلسفہ کی تعداد سب سے بڑی ہوئی ہے اور اس سے زیادہ بتائی گئی ہے۔ علم طب میں اس نے ایک کلیات لکھی جو بہت مشہور ہوئی۔ ہیئت میں بھی دخل تھا۔ بطلمیوس کی مشہور کتاب مجسطی کو مختصر کیا۔ اور اس پر مفید حاشے چڑھائے اور اپنے نفس کو اس شخص سے تشبیہ دی جس کے گھر آگ لگ گئی ہو اور وہ جسے قیمتی مال ہی بچا لیتے بن پڑی ہو۔ ابن رشد کی زیادہ تعریف اس لئے ہے کہ اس نے ارسطو

کے مردہ فلسفے کو زندہ کیا اور نہایت کوشش سے اس کے مسائل کو حل کیا اور  
حق المقدور اور باتوں کو ارسطو سے دی گئی تہین پورا کیا۔ ۱۳ برس کی عمر میں  
وہ قضا پر مامور ہوا۔ شاہان اندلس کے ہاں اس کی بہت قدر تھی ۹۵ھ میں  
مراغہ میں وفات پائی۔

**ابو عبد اللہ محمد بن ادیس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب**  
بن عید بن یزید بن ہاشم ہاشمی قریشی معروف بہ امام شافعی شاہ میں غزہ واقع  
شام میں تولد ہوئے اور اسی سال امام بو حنیفہ دنیا سے اٹھ گئے۔ حمل  
کی رات اون کی والدہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ مشتری اس کے پیٹ سے  
نکلا اور ٹوٹ گیا۔ اس کے ٹکڑے جملہ اقطار عالم میں بکھر گئے۔ معتبر فی  
تعبیر دی کہ تیرے ہاں ایک عالم پیدا ہو گا جس کے علم سے ایک زمانہ مستفیض  
ہو گا۔ امام حنبل کے بیٹے عبد اللہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی باپ  
سے پوچھا کہ اے باپ شافعی کون تھا جس کے حق میں آپ اس قدر دعائیں  
کیا کرتے ہیں۔ امام نے کہا ”بیٹا وہ آفتاب تھا دن کے لئے اور نجات تھا انسان  
کے لئے“ ابو عبید کہتا ہے کہ میں نے شافعی سے زیادہ با کمال نہیں دیکھا۔  
امام شافعی نے حدیث میں ایک کتاب لکھی جو ”سنین الشافعی“ کے نام سے مشہور  
ہوئی۔ فقہ میں ”کتاب الام“ تصنیف کی ان کی کتابیں کی مکمل فہرست علامہ حموی  
نے دی ہے جس میں ۱۳۴ سے زیادہ کتابیں درج ہیں۔ سنہ ۲۰۰ میں عقلمان  
میں وفات پائی۔

**ابو بکر محمد بن ذکریا رازی اسلامی** دنیائے برے بھاری طبیبوں  
میں سے تھے۔ انہوں نے کتاب الحادی لکھنی شروع کی (جو ۳ جلدوں میں  
ختم ہوئی) علاوہ ازیں کتاب الاعصاب۔ کتاب المنصوری وغیرہ (۱۱۳) کتابیں

لیکن ان میں سے اکثر علم طب ہی میں ہیں۔ ابوبکر رازی کو طب۔ منطق۔ ہندسہ۔ موسیقی۔ علوم طبعی میں خوب ملکہ حاصل تھا۔ وہ مدت تک بیت الشفا (واقع بغداد) میں رئیس الاطباء کے عہدے پر ممتاز رہا۔ اوس کے بعد اوس نے رومی میں شفا خانہ بنا کر اپنا مطب جاری کیا۔ علم طب اوس نے حکیم ابی حسن بن زین الطبری مصنف فردوس الحکمتہ سے حاصل کیا تھا۔ کتاب الحاوی کو جس کا جز اربع کتب خانہ خدیویہ میں ہے، اوس نے ان متفرق رسالوں سے جمع کیا جو جالینوس نے بقراط کے باقی ماندہ کلام سے جس کو بنی اقلیموس کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے تالیف کئے تھے۔ اسی وجہ سے کہا گرتے ہیں کہ طب معدوم تھا اوس کو جالینوس نے زندہ کیا۔ متفرق تھا اوس کو ابوبکر رازی نے جمع کیا ناقص تھا اوس کو ابن سینا نے مکمل کیا۔ اس کے اقوال میں سے ہے ”ھما قد اتان تعاليج بالا و غدا فلا تعاليج بالا و دوی و ھما قد اتان تعاليج بد و اء مضر و قلا تعاليج بد و اء مرکب“ یعنی غذا میں جو فائدہ ہے دو امین نہیں۔ مفرد و مرکب سے زیادہ علاج میں کام آتی ہے“ آخر عمر میں وہ نابینا ہو گیا جس کی وجہ یون بیان کرتے ہیں۔ کہ اوس نے ابی صالح منصور بن نصر سامانی کے سامنے کیمیا کی تعریف کی کہ اس طرح چاندی سونا بن سکتا ہے منصور کو بھی سنگ شوق ہو گیا اوس نے رازی سے اس شرط پر کہ اپنے دعوے کو سچا کر دکھائے تمام ضروری آلات و اسباب مہیا کرنے کا ذمہ کر لیا۔ لیکن جب حکیم کو کسی قسم کی ضرورت باقی نہیں رہی اور وہ تجربوں میں مشغول ہوا تو کیمیا اوس سے نہ بن سکی۔ منصور نے طیش میں آکر حکم دیا کہ وہی کتاب جس کا اوس نے حوالہ دیا تھا اوس کے سر پہاڑی جاے یہاں تک کہ وہ پرزے پرزے ہو جائے پس اس صدمہ سے حکیم کے آنکھوں میں نرے کا پانی اُتر آیا اعداد اس کی

نابینائی کا باعث ہوا۔ ۱۲۰۰ھ میں ادس نے وفات پائی۔

ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب طبری وہ شخص ہے جس کی برابر دنیا سے اسلام میں کسی مصنف کی تصنیفوں کی تعداد نہیں۔ شہر امل واقع طبرستان میں ۲۰۰ھ میں پیدا ہوا۔ فن تاریخ میں تبحر حاصل کیا تھا۔ علامہ حموی معجم الادباء میں لکھتے ہیں کہ ابو جعفر طبری نے ۴۰ برس تک تصنیف و تالیف کا سلسلہ اس طرح قائم رکھا کہ ہر روز ۴۰ ورق لکھتا تھا اور پھر دوبارہ ان کی پڑتال نہ کرتا تھا۔ پس اس حساب سے اس نے ۴۰ × ۴۰ × ۳۵۰ ورقوں پر خام فرسائی کی۔ (یعنی ۵ لاکھ ۶۶ ہزار ۴۰۰ سو ورق پر) اگرچہ یہ روایت کسی قدر مبہم کے ساتھ بیان کی گئی ہے لیکن اس سے مورخ طبری کی وسیع تصنیفات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے ایک روز اس نے اپنے دوستوں سے پوچھا کہ کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ میں نے ایک تاریخ لکھی جس میں حضرت آدم سے لیکر آج تک کے واقعات درج ہیں انہوں نے فحاشی پوچھی۔ ابن جریر نے کہا ۳۰ ہزار ورق انہوں نے کہا اس کے دیکھنے میں عمر عارت ہو جائیگی ابن جریر نے کہا انوس تمہاری ہمتیں پست ہو گئیں اور پھر ادس کو مختصر کیا ابن جریر کی اکثر کتابوں کا پتہ نہیں چلتا۔ اس نے جامع البیان فی تاول القرآن (۶ جلدوں) میں لکھی جواب بھی کتب خانہ خدیوہ میں قلمی موجود ہے "تاریخ الامم والملوک" (۱۱ جلدوں میں لکھی گئی ہے) مورخ موصوف نے سوال ۱۲۰۰ھ میں رحلت کی اور وہ بغداد میں اپنے گھر کے اندر مدفون ہوا۔

۲ لے یون

محمد بن عبد الوہاب معروف بہ مطرز یا دردی ہاوردیا اپورہ (واقع خراسان) کا رہنے والا تھا ۱۸۰ھ میں پیدا ہوا۔ تصنیفات میں اس قدر اشتغال رکھتا تھا کہ کسب معیشت نہ کر سکا اسی واسطے افلاس میں گرفتار تھا۔ علم لغت میں انہیں



مہارت تھی۔ ایک کتاب اس علم میں لکھی جو ۳۰ ہزار ورق میں ختم ہوئی۔ یہ عالم اپنے حافظہ کے اعتماد پر تصنیف کرتا تھا اس کی روایت اور روایت کو اس قدر وسعت حاصل تھی کہ لوگوں نے اسے کاذب تصور کیا۔ ۴۲۴ھ میں فوت ہوا۔

محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی قریش کے قبیلے بنی تمیم سے تھے ۴۲۴ھ کو شہر سہ میں پیدا ہوئے شافعی مذہب تھے۔ ابن الخطیب ابو محمد محمد بن عبد بن رازی کے نام سے مشہور ہوئے۔ شہاب الدین غوری کے ہاں آپ کی بہت قدر تھی۔ ہرات میں اکثر وعظ کرتے رہے۔ دور دور کے لوگ ان کے پاس استفسار مسائل کے لئے آتے تھے۔ جب کہیں بھ سوار ہو کر نکلتے تھے تین سو طالب علم ان کے ہمراہ ہوتے تھے مدت تک خوارزمیہ کالج کو مدرس رہے۔ آپ نے کئی علوم میں تصنیفات چھوڑیں جو شہر آفاق ہوئیں۔ تفسیر کبیر (۶ جلد) سرکتوم۔ مطالب العالیہ۔ نہایت العقول۔ شرح اشارات شرح کلیات وغیرہ کتابیں لکھیں جن کی تعداد (۵۰) سے زیادہ بتائی گئی ہے عربی زبان میں نہایت فصیح شعر کہتے تھے جو سراسر پند و نصیحت سے مملو ہیں علم کلام میں آپ پر اپنی زبان میں کوئی سبقت نہیں لے گیا۔ آپ کے فضائل اور شمائل آپ ہی کے ساتھ گئے۔ آپ کے وعظ میں سامعین کو وجد کی حالت ہوتی تھی۔ آپ کے باپ دادا طبرستان کے رہنے والے تھے۔ آپ نے یکم ماہ شوال ۴۷۶ھ کو ہرات کے مدرسہ میں وفات پائی۔

محمد بن محمد طرخان بن اوزن المعروف بہ ابو نصر راہی ۴۵۹ھ میں شہر قزاق (واقع ترکستان) میں پیدا ہوا۔ بغداد میں توطن اختیار کیا تھا۔ ترکی اور سبکی مادری زبان تھی۔ جس کے علاوہ عربی۔ یونانی۔ سریانی وغیرہ زبانیں اور سبکی میں تہنیں۔ فلسفہ۔ منطق۔ موسیقی میں کمال حاصل کرایا۔ اور

ان علوم میں تصانیف بھی نہایت عمدہ چھوڑیں مطالعہ کا کچھ عالم تھا کہ جب تک  
۳۰ دفعہ کتاب کو اول سے آخر تک نہ دیکھ لیتا بس نہ کرتا تھا۔ حکما ارسطو کو معلم  
اول اور اوسے معلم ثانی کہتے ہیں۔ منطق میں ان معلومات کا اضافہ کیا جو  
یعقوب بن اسحق گندی سے بھی چھٹ گئی تھیں۔ ”کتاب الحروف“ کا جو ارسطو کی  
تصنیفات میں سے زیادہ ادا ہے ابو علی بن سینا نے ۴۰ دفعہ مطالعہ  
کیا مگر مطلب حل نہیں ہوا۔ ایک دفعہ بازار میں کتب فروشوں میں اس کا گذرا  
ہو کسی کتب فروش نے اسے ایک چوٹا سا رسالہ بغرض فروخت دکھایا۔ ابن  
سینا نے کچھ التفات نہیں کی اور قریب تھا کہ چلا جائے مگر کتب فروش نے  
کہا کہ مجھ کو کچھ خرچ کی ضرورت ہے آپ اس کو تین درہم میں خرید لیجئے چونکہ  
کچھ مقدار نہایت قلیل تھی۔ ابن سینا نے اس کے خریدنے میں کچھ دریغ  
نہیں کیا۔ جب گھر آیا تو معلوم ہوا کہ یہ رسالہ بونصر فارابی کا لکھا ہوا ہے جس میں  
وہ الحروف کے مسائل پر کچھ بحث کرتا ہے۔ ابن سینا بہت خوش ہوا۔ اور  
اس پر الحروف کے تمام مسائل منکشف ہو گئے۔ ابو الفدا کا بیان ہے کہ  
”سیف الدولہ نے بونصر کا یومیہ ۴ درہم مقرر کر دیا تھا چونکہ وہ تارک الدنیا تھا  
اس لئے اسی پر قناعت کرتا تھا“ حکیم موصوف نے علم الہی اور علم مدنی میں کتاب  
سیاستہ مدینہ اور کتاب سیرۃ فاضلہ بنظر کتابین لکھیں اس کی تصانیف کی  
تعداد ۶۲ سے زیادہ ہے ۳۳۲ میں بغداد میں انتقال کیا اور زباب صغیر  
کے باہر مدفون ہوا۔

محمد بن محمد غزالی طبیب بجمہ الاسلام طوس (یعنی مشہد) کے رہنما والی  
تھے مدتوں بغداد میں رہے۔ مدرسہ نظامیہ کے مدرس اعلیٰ ہوئے۔ کچھ  
وہاں سے نیشاپور کے مدرسہ نظامیہ میں چلے آئے اور درس دیتے رہے۔

پھر شام گئے۔ اسکندریہ کی سیر کی۔ مفسر تھے۔ قرآن کی تفسیر قوت التادیل (۴۰)، جلد ون میں لکھی۔ تصوف میں بھی دخل تھا چنانچہ اس علم میں بھی گیارہ بارہ کتابیں تصنیف کیں۔ آپ کی تمام کتابوں کی تعداد (۴۹) بتائی گئی ہے جس میں سے احیاء العلوم (۴۷ جلد) قواعد العقائد۔ جواہر القرآن۔ مشکوٰۃ التواریخ وغیرہ مشہور ہیں عشرہ میں ۵۵ برس کی عمر میں وفات پائی۔

محی الدین بن عربی مرسیہ (واقع اندلس) میں عشرہ میں تولد ہوئے خصوص الحکم۔ مواقع النجوم۔ فتوحات مکیہ وغیرہ کتابیں لکھیں۔ صاحب نفاذ النسخ کسی ذریعہ سے کہتے ہیں کہ بعض اصحاب کی استدعا سے ابن عربی نے ایک رسالے میں اپنے تالیف کے نام جمع کئے جن کی تعداد ۲۵۰ سے زیادہ ہے فرماتے تھے کہ اس سے میری عرض تصنیف نہ تھی بلکہ حق تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر ایک امر لاحق ہوتا تھا اور قریب تھا کہ میں اوس کی سوزش سے جل جاؤں لیکن میں نے اپنے تئیں بعضے راز کے اظہار میں مشغول کیا۔ آپ نے ایک تفسیر بھی لکھی جو تفسیر ابن عربی کے نام سے مشہور ہے اور در جلد ون میں ہے۔ شعر بھی خوب کہتے تھے۔ اور تصوف میں تو استاد تھے اس علم میں اوہوں نے اس قدر ترقی کی تھی اور ایسے ایسے غوامض کا پتا لگایا کہ بعض نامیہ لوگوں نے ان کی ماہیت کو نہ سمجھ کر اونپر کفر کا فتوے لگایا۔ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳ ۱۵۶۴ ۱۵۶۵ ۱۵۶۶ ۱۵۶۷ ۱۵۶۸ ۱۵۶۹ ۱۵۷۰ ۱۵۷۱ ۱

غیر فصیح بہت ہوا کرتی تھی اور شعری اکثر ناموزون پڑھا کرتا تھا۔ تصنیف کی دہن مرتے دم تک اُس کے سر سے نہیں گئی۔ ابن خلکان کہتا ہے کہ مولفات اس عالم کی اندازاً ۲۰۰ کے قریب ہیں جن میں اُس نے اپنے عہد کے تمام مشہور علوم یعنی لغت - ادب - تاریخ الطبعی - طب - تفسیر - حدیث وغیرہ سے بحث کی ہے۔ کتاب العرس مجاز القرآن - ایام الکبیر - کتاب اللغات - کتاب الاضداد وغیرہ اس نے تالیف کیں۔  
سنہ ۷۸۰ میں بصرہ میں وفات پائی۔

ہشام بن ابی النصر محمد بن سائب دبشیر بن عمر معروف بہ ابن کلیبی نسائیہ کو فی النسب میں اُس کو کمال تصرف تھا اور اسی وجہ سے اُس کا لقب نسائیہ پڑ گیا تھا۔ ابن خلکان نے اس کو علم تفسیر میں بھی امام لکھا ہے۔ حافظ اس کا اس قدر قوی تھا کہ تین روز میں اُس نے کلام مجید یاد کر لیا۔ اس نے بے تعداد کتب میں تعنیف کیں جو سب اعلیٰ - النفع اور حسن ہیں۔ کتاب الجہۃ - کتاب المسافرين - کتاب التالیف - کتاب الکتبی - کتاب المشاحرات - کتاب المعانیات - کتاب التواریخ - کتاب ملوک الطوائف - کتاب ملوک کندہ وغیرہ جن کی تعداد اندازاً ۵۰۰ سے زیادہ بتائی گئی ہے۔ ابن کلیبی نے سنہ ۷۸۰ میں وفات پائی۔

یعقوب بن اسحق کندی المشہور بہ فیلسوف الاسلام بصرہ میں پیدا ہوا۔ اور دہن ۸۲۰ میں مر گیا۔ فلسفہ کے علاوہ ہندسہ - مئینہ - طب - منطق وغیرہ علوم بھی جانتا تھا۔ عربی کے سوا یونانی ہندی - فارسی وغیرہ زبانیں بھی اس کو آتی تھیں۔ ہامون الرشید نے اس کو بیت الحکمۃ میں تصنیفات ارسطو کے ترجمے کے لکھو مقرر کیا تھا۔ اس نے اکثر علوم میں تصنیفات چھوڑیں جن کی تعداد میں (۵۰) کتابیں اور (۲۵۰) رسالے شامل ہیں جو تمام کتاب عیون الانبار فی طبقات الاطباء تاجین بی اصیب میں مذکور ہیں۔ ابن خلکان کہتا ہے "یعقوب بن اسحق کندی

مسی فیلسوف الاسلام اشعث بن قیس کو فی کی اولاد سے تھا۔ وہ بغداد میں گیا اور  
 علم فلسفہ و ادب میں مشغول ہو کر نہایت عمدہ اور ضخیم کتابیں تصنیف کیں جن میں  
 سے کتاب اقسام الانسی۔ کتاب الجوامع الفکریہ۔ کتاب فلسفۃ الادویٰ نہایت  
 جید ہیں۔ اس نے کتاب المنطق کتاب التوحید۔ کتاب الوسیقی۔ کتاب فی  
 اثبات النبوۃ۔ کتاب فی الادب لکھیں۔ اس کے مشہور رسالوں میں  
 سے مکینہ کتب ارسطو۔ مقیاس علمی وغیرہ بھی ہیں۔

یوسف بن فرغی بن عبد اللہ <sup>۸۸۸ھ</sup> بغداد پیدا ہوا۔ ابو النضر <sup>شمالی</sup>  
 کے نام سے مشہور ہوا علامہ ابن جوزی کا نواسا تھا۔ عالم فاضل فقیہ محدث  
 تھا۔ اس کی مجلس میں فضلا۔ صلا۔ ملوک۔ امرا۔ شامل ہوتے تھے اور اسکو

وعظ میں سامعین کا بڑا ہجوم رہتا تھا۔ اس فاضل کی بے نظیر تصنیفات  
 سے خلق کو بہت فائدہ ہوا۔ ابن حلیکان کہتا ہے کہ میں نے اس کے

ہاتھ کی لکھی ہوئی تاریخ مرآۃ الزمان دیکھی۔ کتاب  
 بے نظیر ہے۔ اس عالم نے تفسیر القرآن ۲۹ جلد و سنین

شرح جامع کبیر مناقب النعمان وغیرہ کتابیں لکھیں  
 ۲۱ ماہ ذالحج کی رات کو ۵۴۷ھ میں فوت ہوا

ان کے علاوہ اور بہت سے نامور

مصنف ہوئے جن میں سے

بعض کی محفل فہرست

دیجاتی ہے

نام معتمد وقات	نام معتمد وقات	نام معتمد وقات	نام معتمد وقات
ابراہیم صری المتوفی ۵۸ھ	۳۲ محقق علم	ابوبکر بن محمدرک المتوفی ۵۸ھ	۱۰۰
سہل بن محمد ابو حاتم السجستانی المتوفی ۳۰	۳۰	عبدالحق دہلوی المتوفی ۵۲ھ	۱۰۰
۲۴۸ھ ہجری -	-	عبدالملک اصمعی ۵۱ھ	۳۵
عبدالحق الفزاری المتوفی ۳۰ھ	۹۱	علی بن حسین مرتضی الہدی	۳۰
علی بن شمیم الحللی المتوفی ۶۷ھ	۳۸	المتوفی ۶۷ھ	۰
علی بن عبیدۃ الزحاکفی المتوفی ۱۶ھ	۵۱	علی بن محمد سید شریف	۴۰
لوطین بن محف الازدی المتوفی ۵۸ھ	۳۲	المتوفی ۸۱ھ	-
محمد بن اسمع ابو الفس الضمیری	۳۵	علی بن ابی طالب المقرئ المتوفی	۳۰
المتوفی ۵۸ھ	-	۲۲۵ھ	-
محمد بن محمد رزی المتوفی ۸۳ھ	۵۴	محمد بن حبیب بغدادی المتوفی	۴۰
یعقوب بن اسحق ابن سکیت المتوفی ۳۶	۳۶	۲۲۵ھ	-
۲۴۳ھ ہجری -	-	مجدالدین فیروز آبادی المتوفی ۸۸ھ	۴۰

ان کے علاوہ صد ہا اور بھی نامی مصنف گذرے ہیں

تمام شد

# علماء سلف کا دوسرا ضمیمہ علم کی فضیلت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا اور کھائے اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو نام ساری مخلوقات کے عالم علویات کے عالم سفلیات تک ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ پھر پیش کیا انخاص اور اسمیات کوشتون پر اس لئے کہ وہ کہتے تھے اَتَجْعَلُ فِیْہَا اِمْحَ یعنی تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے کہ وہ زمین میں فساد اور خون ریزی کرے گا فَقَالَ اَیْسَ فَرَمٰیہا خالق مطلق نے نہ از روئے تکلف اور حکم کے بلکہ بطریق نبیہ کے اُن کے عاجز ہونے پر عہدہ خلافت سے اَنْبِئُوْنِیْ یَا سَمَاعُ هُوَ کَلِمَ خبر دے فرشتو مجھے کہ نام ہیں اون کے جو کہ پیش کئے گئے ہیں تم پر اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ہ اگر ہو تم سچے طعن کرنے میں استحقاق خلافت آدم علیہ السلام کے حالانکہ خلیفہ کو علم چاہئے اور تم بے علم ہو قَالُوْا سُبْحٰنَكَ کہ سب فرشتوں نے بد مذہبوت اپنی جہالت کے اور باتوں سے بطریق معذرت کے کہ تیرے کہتے ہیں تیری پاک ہے تو اے اللہ اور عرض کی جناب باری میں کہ لَا عَلَمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْنَاكَ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ نہیں ہے کچھ علم بہکو مگر جو کچھ کہ تو نے سکھایا ہم کو بیشک تو ہی ہے جاننے والا اور حکمت والا (تفسیر حسینی) حدیث عَنْ اَبِیْ طٰیْبٍ مَّرْوۃ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ سَلَكَ  
 طَرِيقًا يَتَّقِي اللَّهَ يَهْدِي اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَأَنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ  
 مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ حَتَّى الْخَيْتَانِ فِي الْبَحْرِ وَأَنَّ الْعُلَمَاءَ  
 وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ تَرَجَّمَهُ فَرَمَا ياحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ فرمایا جناب رسول  
 کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ چار راہ علم میں یعنی تحصیل علم دین کی واسطے  
 سفر میں نکلا اور چلا چلاوے گا اسکو اللہ تعالیٰ راہ جنت میں اور استغفار کرتے ہیں  
 واسطے اوس کے خلائق جو آسمان اور زمین میں ہیں یہاں تک کہ مچھلیاں دریا میں اور  
 تحقیق علماء و ارث ہیں نبیوں کے حدیث عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 يَا أَبَا ذَرٍّ إِنْ تَعَدُّوا وَتَتَعَلَّمُوا بِأَمِّنٍ كِتَابَ اللَّهِ تَعَالَى فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ  
 أَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ وَإِنْ تَعَدُّوا وَتَتَعَلَّمُوا بِأَمِّنٍ الْعِلْمُ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ  
 أَنْ تُصَلِّيَ أَلْفَ رَكْعَةٍ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ بِأَمِّنٍ  
 الْعِلْمَ لِيَعْلَمَ النَّاسَ أُعْطِيَ لَهُ ثَوَابُ سَبْعِينَ نَبِيًّا وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْعَالِمِ سَاعَتَيْنِ أَوْ أَكَلَ مَعَهُ لُقْمَتَيْنِ أَوْ  
 أَشْرَقَ مَعَهُ حَطَوْنِ اعْطَاهُ اللَّهُ تَعَالَى جَنَّتَيْنِ كُلَّ جَنَّةٍ مِثْلُ الدُّنْيَا  
 مَرَّتَيْنِ (مشکوٰۃ الانوار) ترجمہ روایت ہے حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ  
 کہ فرمایا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ابو ذر اگر صبح پڑھا کر دوام ایک  
 باب قرآن پشیرے گا بہتر ہے تمہارے لئے سو رکعت نماز نفل سے اور اگر صبح  
 سکھاؤ تم کسی کو ایک باب علم بہتر ہے واسطے ہزار رکعت نماز سے فرمایا نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے جس نے سکھایا کسی کو ایک باب علم کا اس نیت سے کہ وہ سکھائیگا اور وہ سکھا



دیکھا اسد تعالیٰ اس کو ثوابِ ترمیوں کا اور فرمایا آپ نے جو شخص کہ بیٹھا عالم کی پاس  
 دو گھڑی یا کہ کھائے اوس کے ساتھ دو لقمے یا کہ سنے اوس سے دو کلمے یا کہ چلے  
 ساتھ اوس کے دو قدم دیکھا اللہ جہ شانہ اُس کو ایسی برکتیں کہ ہر ایک مثل دو دنیا  
 کے ہوگی حدیث عن عیسیٰ کہ تَدَّ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ سَأَلْتُ جِبْرِئِيلَ عَنْ صَاحِبِ الْعِلْمِ فَقَالَ هُمْ سِرَاجٌ  
 أَمَّتِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ طُوبَى لِمَنْ عَرَفَهُمْ وَالْوَيْلُ لِمَنْ أَنْكَرَهُمْ  
 وَأَبْغَضَهُمْ (کو اشفی) ترجمہ مروی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کہ فرمایا  
 خاتم النبیین شفیع الذین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جہا میں نے حضرت علیہ السلام سے  
 وجہ عالم کا ہوا وہ لوگ آپ کی امت کے چراغ ہیں دنیا اور آخرت میں خوش ہیں وہ لوگ  
 جنہوں نے مرتبہ عالم کا پہچانا اور عذاب سے واسطے اون لوگوں کے کہ انکار کیا انہوں نے  
 عالموں سے اور بغض رکھا اون کے ساتھ اور بے ادبی اور گستاخی کی اون سے  
 حدیث مروی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ قَالَ  
 مَنْ صَلَّى الصَّلَاةَ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَجَلَسَ فِي حَلْقَةِ الْعِلْمِ وَسَمِعَ كَلَامَ  
 اللَّهِ وَعَمِلَ بِهِ أَعْطَاهُ اللَّهُ تَعَالَى سِتَّةَ أَشْيَاءَ الْإِسْرَافُ مِنَ الْحَلَالِ  
 وَيَنْجُوا مِنَ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيُعْطَى كِتَابُهُ بِمِائِينَ وَخَمْسٍ عَلَى الصَّلَاةِ  
 كَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ وَتُحْشَرُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَبَنِي اللَّهِ لَهُ كِتَابٌ أُجْمَعَتْ  
 مِنْ يَاقُوتِهِ حُمْرُ أَعْيُنِهِ أَرْبَعُونَ بَابًا (دربارہ الواعظین) ترجمہ روایت  
 فرمایا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے کہ پڑھی نماز جماعت کے ساتھ  
 اور بیٹھا حلقہ علم میں اور سنا کلام اللہ کو اور عمل کیا مطابق اوس کے دیکھا اسد تعالیٰ

اوس کو چھ چیزیں رزقِ حلال کا اور نجات پاگاہ شخص عذابِ قبر اور دیا جائیگا  
 قیامت کے دن اعمال نامہ اوس کے اپنے ہاتھ میں اور گزریگا وہ پلِ صراط سے  
 مثلِ بجلی کے اور اٹھایا جائیگا وہ پیغمبروں کے ساتھ اور بناویگا اللہ تعالیٰ اُس کے  
 لئے ایک گہرہشت میں یا قوتِ سرخ سے اوس کے چالیس دروازے ہوں گے  
 حدیث عن ابن عباس رضی اللہ عنہما اِنَّهُ قَالَ لِلْعُلَمَاءِ دَرَجَاتٌ فَوْقَ  
 دَرَجَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِسَبْعِ مِائَةِ دَرَجَةٍ مَّابَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ خَمْسَ مِائَةِ سَنَةٍ  
 يُقَالُ الْعِلْمُ أَفْضَلُ مِنَ الْعَمَلِ بِخَمْسَةِ أَوْجِهٍ الْأَوَّلُ الْعِلْمُ بَغَيْرِ عَمَلٍ يَكُونُ  
 وَالْعَمَلُ بَغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَكُونُ وَالثَّانِي الْعِلْمُ بَغَيْرِ عَمَلٍ يَنْفَعُ وَالْعَمَلُ بَغَيْرِ عِلْمٍ  
 لَا يَنْفَعُ وَالثَّالِثُ الْعِلْمُ نُورٌ كَالسَّارِجِ وَالْعَمَلُ مُنَوَّرٌ مِنْهُ وَالرَّابِعُ  
 الْعِلْمُ مَقَامُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَا قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عُلَمَاءُ أُمَّتِي  
 كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَالْخَامِسُ الْعِلْمُ صِفَةُ اللَّهِ تَعَالَى وَالْعَمَلُ صِفَةُ  
 الْعِبَادِ وَصِفَةُ اللَّهِ أَفْضَلُ مِنْ صِفَةِ الْعِبَادِ تَفْسِيرُ تَسْمِيَةِ تَحْفِظَةِ رُتَبَاتِ  
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا انھوں نے عالموں کے سات سو درجے  
 اور مومنوں کے درجوں سے زائد ہیں اور درمیان دو درجوں پانچ سو برس کا فاصلہ اور  
 کہتے ہیں کہ علم افضل ہے عمل سے پانچ درجوں سے اوّل علم حاصل ہوتا ہے بغیر عمل کے  
 اور عمل بغیر علم کے حاصل نہیں ہوتا دوسرے علم بغیر عمل کے نفع دیتا ہے اور عمل بغیر علم کے  
 نفع نہیں دیتا ہے تیسرے علم ایک نور ہے مثلِ چراغ کے اور عمل روشن ہی علم سے چوتھے  
 علم مقامِ انبیاء کا ہے جیسا کہ فرمایا حضرت البشیر فیوم عشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علماءِ ہنری  
 امّت کے مثلِ انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں پانچویں علم صغیر داکھی ہی اور عمل صفت

بندوں کی اوصفت اللہ پر ہے صفت بندوں سے حدیث عن ابن عباس  
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ خَيْرُ إِيْمَانٍ عَلَيْكَ التَّكْوِينُ الْعِلْمُ وَالْمَلِكُ  
 فَاتَّخَذَ الْعِلْمُ فَا عِطِي لَهُ الْعِلْمُ وَالْمَلِكُ ترجمہ روایت ہے حضرت ابن عباس  
 رضی اللہ عنہما سے کہ اختیار دئے گئے حضرت سلیمان علیہ السلام درمیان علم اور ملک کے  
 میں سے خدا نے فرمایا اے سلیمان جو ان دونوں سے تم پسند کر دین تم کو دونوں کا پسند کیا  
 آپ نے علم کو پسند فرمایا ہم حقیقی نے اوں کو علم اور ملک قول وَقَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ  
 الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ أَوَّلُهَا عَيْنٌ وَكَلَامٌ وَمِيمٌ وَاشْتِقَاقُ الْعَيْنِ مِنْ عَيْنَيْنِ وَاشْتِقَاقُ  
 الْكَلَامِ مِنَ اللَّطْفِ وَاشْتِقَاقُ الْمِيمِ مِنَ الْمَلِكِ فَالْعَيْنُ يَجَاوِزُ صَاحِبَهُ  
 إِلَى عِلِّيِّينَ وَالْكَلامُ يَجْعَلُهُ لَطِيفًا وَالْمِيمُ يَجْعَلُهُ مَلِكًا عَلَى الْخَلْقِ وَبَقَا  
 يَدُلُّ عَلَى شَرَفِ الْعِلْمِ أَمْرُهُ تَعَالَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
 وَقُلْتُ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى اعْطَى مُحَمَّدًا أَكْثَلَ الْكَمَالِ وَ  
 لَمْ يَأْمُرْ بِطَلَبِ زِيَادَةٍ عِنْدَ الْعِلْمِ (مجالس الکبرا میں) ترجمہ اور کہا بعض  
 عارفوں نے علم کے تین حرف بن عین اور لام اور میم اشتقاق عین کا علیین سے ہے  
 اور لام کا لطف سے اور میم کا ملک سے پس لینا لیا تا ہے عالم کو علیین میں اور لام او کو  
 لطف کر دیتا ہے اور میم ملک کرتا ہے اوس کو غفل پر اور کہا ہے بعضوں نے کہ  
 ولایت کرتا ہے شرافت علم پر فرمان واجب الاذعان حضرت رحمان تقدس وتعالیٰ کا  
 واسطے جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لینے کہو تم اے محمد صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم اے رب سب سے زیادہ دے تو مجھ کو علم۔ اس واسطے کہ دئے اللہ تعالیٰ نے  
 آپ کو تمام کمالات اور نہیں حکم اور نکو کہ چاہیں زیادہ کوئی چیز سو اے علم و حکایت

حَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جَانِبَ الْبَابِ الْمَسْجِدِ قَرَأَ  
 الشَّيْطَانُ عِنْدَ بَابِهِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنِ آدَمَ مَا تَصْنَعُ  
 هُنَا فَقَالَ الشَّيْطَانُ أُرِيدُ أَنْ أَدْخُلَ الْمَسْجِدَ أَفْسَدَ صَلَاتُكَ هَذَا الْمَصَلِّي  
 وَلَكِنْ أَخَافُ مِنْ هَذَا الرَّجُلِ النَّاتِلِ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
 لِمَ لَا تَخَافُ مِنَ الْمَصَلِّي وَخَوْفُ الْعِبَادَةِ وَالْمُنَاجَاةِ مَعَ رَبِّهِ وَتَخَافُ  
 مِنَ النَّاتِلِ فِي الْعَقْلَةِ قَالَ الشَّيْطَانُ الْخَصْلَةُ جَاهِلٌ وَمَادَّةٌ آسَهْلُ  
 وَلَكِنْ النَّاتِلُ عَالِمٌ إِذَا اغْوَيْتُ الْمَصَلِّيَ وَافْسَدَتْ صَلَاتُهُ أَخَافُ  
 مِنْ تَقْطِيعِهِ وَإِصْلَاحِهِ عَجَلًا فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
 نَعَمْ الْعَالِمُ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ الْجَاهِلِ (منہاج المؤمنین) ترجمہ نقل ہے  
 کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے مسجد کے دروازے پر پس دیکھا آپ  
 شیطان کو نزدیک دروازے کے اور فرمایا آپ نے کیا کرتا ہے تو اسے ابلیس اچانک پس کہا  
 ابلیس نے ارادہ کرتا ہوں میں کہ داخل ہوں اس مسجد میں اور خراب کروں نماز اس نمازی کی  
 لیکن میں ڈرتا ہوں اس شخص سے جو سوئے ہوئے سے فرمایا حضرت نے کہ کیوں درتا ہے تو  
 نمازی سے حالانکہ وہ عبادت اور مناجات میں ہے اور کیوں درتا ہے تو اس شخص  
 سے سوئے ہوئے سے غفلت میں کہا شیطان نے کہ یہ جاہل ہے اور خراب کرنا اور کا  
 یعنی اس کی نماز کا بہت آسان اور سہل ہے مگر یہ سوئے والا عالم ہے اگر کچھ نہیں  
 نمازی کو اور فاسد کروں نماز اس کی تو تو ڈرتا ہوں کہ میرا ہو جاوے یہ عالم اور اس کی  
 بہت جلد اصلاح کر دے پس وہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نیند عالم کی بہتر  
 عبادت جاہل سے حدیث انا قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

مَنْ آذَانٌ يَحْفَظُ الْعِلْمَ فَعَلَيْهِ أَنْ يَلْزَمَ خَيْرَ خِصَالِ الْأَوَّلِ  
 صَلَوةُ اللَّيْلِ وَكَوْنُكَ تَعِينِ وَالثَّانِيَةُ دَامَ الْوُضُوءُ وَالثَّالِثَةُ اتَّقُوا  
 فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالرَّابِعَةُ أَنْ يَأْكُلَ لِلتَّقْوَى لَا لِلشَّهْوَةِ  
 وَالْخَامِسَةُ التَّوَالُّهُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الدُّنْيَا  
 وَالْآخِرَةِ مَعَ الْعِلْمِ وَالْعَالِمُ الْوَاحِدُ أَكْبَرُ مِنْ حُجَّةِ الْفَضْلِ عِنْدَ اللَّهِ  
 تَعَالَى مِنْ أَلْفِ شَهِيدٍ وَالْمُرَادُ مِنَ الْعَالِمِ فِي هَذِهِ الْحَدِيثِ هُوَ عَالِمٌ  
 عَمِلَ بِعِلْمِهِ وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ تَحْتَ  
 الْعَرْشِ مَدِينَةً مَكْتُوبٌ عَلَى بَابِهَا مَنْ زَارَ الْعُلَمَاءَ فَكَانَ مَدِينَةً مَكْتُوبَةً  
 وَلِذَا قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جُلُوسَ سَاعَةٍ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ أَحَبُّ  
 إِلَيَّ مِنَ عِبَادَةِ أَلْفِ سَنَةٍ **ترجمہ** فرمایا حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 نے جو شخص ارادہ کرے حفاظتِ علم کا پس لازم ہے اس پر اختیار کرنا پانچ خصوصیات کو  
 پہلی نمازات کی اگرچہ وہی رکعت ہوں دوسری ہر وقت با وضو نہایت سستی تقویٰ  
 کرنا ظاہر و باطن میں چوتھی کہا وے وہ شخص واسطے تقوے کے نہ واسطے شہوت کے  
 پانچویں مساو کرنا اور فرمایا اپنے بہتری اور شہر دنیا اور آخرت کا علم سے ہے  
 اور ایک عالم بڑا اور بزرگ ہے از روئے فضیلت کے نزدیک خدا تعالیٰ کے ہزار  
 شہیدوں سے اور مرد عالم سے اس حدیث میں عالم با عمل ہے اور فرمایا اپنے  
 تحقیق خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے نیچے عیش میں معلیٰ کے ایک شہر اس کے  
 دروازے پر لکھا ہے جس نے زیارت کی عالموں کی گویا زیارت کی اس نے  
 نبیوں کی اور اسی واسطے فرمایا اپنے کہ بیٹھنا ایک گھر کیا نزدیک عالموں کے

بہت سے نزدیک خدا تعالیٰ کے عبادت ہزار سال سے پس مسلمانوں کو چاہیے کہ علم  
 پڑھیں اور فضیلت پائیں اور علما اور صلحا کی صحبت کے ثواب کو حاصل کریں حدیث  
 قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ تَحْتَ الْعَرْشِ  
 مَكِيدَةً مِنْ نُورٍ مِثْلَ الدُّنْيَا عَشْرَ مِائَاتٍ فِيهَا أَلْفٌ مِثْقَلٍ مِنْ لُؤْلُؤٍ  
 وَيَا قُوَّةٍ وَزَبَرْجَدٍ وَمَرْجَانٍ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ فَتُحْتِ أَوْ سَاقُهَا  
 تَمْرِيْنًا وَمِنْ قَبْلِ الرَّحْمَنِ آيِنٌ الَّذِينَ صَلَّوْا الصَّلَاةَ الْخَمْسَ مَعَ  
 الْجَمَاعَةِ فَجَلَسُوا فِي حُلَّةٍ الْعِلْمِ حَيْثُ الْإِلَى ظِلُّ هَذَا الْأَشْجَارِ الْيَوْمَ فَيَجِيئُونَ  
 فَيَجْلِسُونَ تَحْتَ الْأَشْجَادِ تَمْرٍ يَوْضَعُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ مَائِدَةٌ مِمَّنْ تَوَسَّلَ فِيهَا مَا  
 لِيَشْكِيهِ إِلَّا نَفْسٌ وَتَذَلُّ الْأَعْيُنُ فَيَقَالُ لَهُمْ كُلُوا مِنْهَا جَمِيعًا (کنز الحفی)  
 مکاشفۃ الاسرار ترجمہ فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تحقیق خدا  
 نے پیدا کیا ہے ایک شہر نور کا نیچے عرش معلیٰ کے کہ وہ برابر ہے دس دنیا کے اور اس میں  
 ہزار درخت ہیں سونے اور یاقوت اور زمرد اور مونگے کے اور جب قیامت ہوگی نکلیں گے  
 تھے اُن کے پس ندا کرے گا ایک مناد ہی اس کی طرف سے کہان میں وہ لوگ کہ نماز  
 پنجگانہ جماعت سے ادا کرتے تھے اور بعد اوس کے حلقہ علم میں بیٹھتے تھے آئین آج ان  
 درختوں کے سائے کے نیچے پس آئیں گے وہ لوگ اور بیٹھیں گے نیچے اُن  
 درختوں کے اور رکھے جائیں گے سامنے اُن کے خوان نور کے اُن میں وہ وہ  
 چیزیں ہوں گی جو انکا جی چاہے گا اور خوش ہوں گے اوس سے اور کئی آنکھیں بہک جائیں گی  
 اُن کو کھاؤ تم سب حدیث وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ  
 مُؤْمِنٍ تَجَمُّعُ مِنْ عَوْنِ الْعَالِمِ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ ثَوَابَ أَلْفِ عَالِمٍ وَأَلْفِ

شَهِيدٌ وَكَذَلِكَ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ وَفِي  
 الْكُتُبِ مِنْ شَتَمِ امْرِئٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِكَلِمَةٍ الْجَمَاعُ يَكْفُرُ وَتَطْلُقُ امْرَأَتُهُ  
 حَلَالًا بَابُنَا عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَقَالَ صَدْرُ الشَّهِيدِ فِي فتاوى بَدِيعِ الدِّينِ مَنْ  
 اسْتَحَفَّ بِأَلْعَالِمِ يَكْفُرُ وَتَطْلُقُ امْرَأَتُهُ بَابُنَا وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
 سَيِّئَاتِي زَمَانٌ عَلَى امْرِئٍ يَفْرُونَ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْفُقَهَاءِ فَيَبْتَلِهِمُ اللَّهُ تَعَالَى  
 بِثَلَاثِ بَلَيَاتٍ أَوَّلُهَا يَرْفَعُ الْبُرْكَهَ مِنْ كَسْبِهِمْ وَالثَّانِيَةُ يَسْلُطُ اللَّهُ تَعَالَى  
 عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا ظَالِمًا وَالثَّلَاثَةُ يُخْرِجُونَ مِنَ الدُّنْيَا لِقَوْمٍ لَيْسَ لَهُمْ دُكَّانٌ  
 مَكَاشِفَةُ الْأَسْرَادِ ترجمہ فرمایا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس مومن نے  
 کہ غم کیا کسی عالم کے مرنے سے لکھتا ہے خدا تعالیٰ واسطے اس کے ثواب  
 ہزار عالموں اور ہزار شہیدوں کا اور فرمایا آپ نے کہ مرنے کا ایک عالم کا گویا مرنے کا ایک جہان کا  
 اور کوشی میں لکھتا ہے جو شخص کہ گالی دے کسی عالم کو فحش کلام سے پس کافر ہو جاتا ہے  
 وہ اور طلاق ہو جاتی ہے عورت اس کی بطلاق بائن نزدیک امام محمد رحمہ اللہ علیہ کے اور  
 کہ بصد رشتہ شہید رحمہ اللہ علیہ نے فتاویٰ بدیع الدین میں جس نے حقارت اور اہانت کی  
 عالم کی کافر ہو وہ اور طلاق ہوئی عورت اس کی اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 فرماتے ہیں کہ آئیکہ ایک زمانہ امت میری پر کہ بہاگین گے لوگ علما اور فقہا سے پس  
 مبتلا کرے گا اون کو اللہ تعالیٰ تین بلاؤں میں اول اوشہ جائے گی برکت کسب  
 اون کے سے دوسم بھیجے گا خدا تعالیٰ اوپر بادشاہ ظالم ستوم ایسے لوگ دنیا سے  
 بے ایمان جائیں گے پس مسلمانوں کو چاہئے کہ عالموں کی عزت کریں اور اون کی  
 صحبت سے فیض لیں اور اون کی شان میں کوئی کلمہ بے ادبی یا گستاخی کا نہ کہیں نہ بھارت

اعمال سے آج کل یہ سب باتیں موجود ہیں حدیث رَوِیَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ يُؤْتَى بِأَجْبَعَةٍ كَفَرٍ عِنْدَ بَابِ  
 الْجَنَّةِ يَغِيرُ رُؤْيَا الْحِسَابِ وَالْعَذَابِ الْأَوَّلِ الْعَالِمُ الَّذِي حَمَلَ بَعْلَهُ وَ  
 الثَّانِي الْحَاجُّ الَّذِي يَحْجُّ بِغَيْرِ عَمَلٍ فَسَادٍ وَالثَّالِثُ الشَّهِيدُ الَّذِي قُتِلَ فِي  
 الْمَعْرَكَةِ وَالرَّابِعُ السَّحْيُ الَّذِي اكْتَسَبَ مَا أَحْلَا لَهَا وَانْفَقَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
 بِغَيْرِ مَنَاءٍ فَيَسَارِعُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لِلدُّخُولِ الْجَنَّةِ أَوَّلًا فَيُرْسِلُ اللَّهُ تَعَالَى جُبُرًا  
 لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ فَيَسْأَلُ الشَّهِيدَ أَوَّلًا فَيَقُولُ لَهُ مَا عَمِلْتَ فِي الدُّنْيَا وَأَنْتَ تَرِيدُ  
 دُخُولَ الْجَنَّةِ أَوَّلًا فَيَقُولُ قُتِلْتُ فِي الْمَعْرَكَةِ لِرِضَى اللَّهِ تَعَالَى حَتَّى فَيَقُولَ آمَنَ  
 سَمِعْتَ قَوَابِ الشَّهِيدِ فَيَقُولُ مِنَ الْعُلَمَاءِ فَيَقُولُ احْفَظِ الْأَدَبَ وَلَا تَقْدَمْ  
 عَلَى مُعَلِّمِكَ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَى الْحَاجِّ فَيَقُولُ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ إِلَى السَّحْيِ فَيَقُولُ  
 مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَقُولُ الْعَالِمُ الْهَاجِي مَا حَصَلَتْ الْعِلْمُ إِلَّا بِسَخَاوَةِ السَّحْيِ وَسَبَبِ  
 إِحْسَانِهِ فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ صَدَقَ الْعَالِمُ يَا رِضْوَانُ فَتُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ  
 حَتَّى يَدْخُلَ السَّحْيُ الْجَنَّةَ وَهُوَ لَا بَعْدَهُ (كذا في مشكوة الانوار)  
 ترجمہ روایت ہے حضرت بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ لائے جائیں گے  
 قیامت کے دن چار شخص بغیر حساب اور عذاب کے دروازہ بہشت پر اول عالم  
 باعمل دوم وہ حاجی کہ جس نے حج کیا بغیر تصور شرع اور فساد کے سوم وہ شہید  
 کہ ہار گیا جہاد میں چہارم وہ سخی کہ حاصل کیا مال حلال اور خرچ کیا اس کو  
 خدا تعالیٰ کی راہ میں بغیر ریا کے پس چھکڑی کے بہرہ لوگ باہم واسطے پہلے درجہ  
 بہشت کے پس پچھلے کا خدا تعالیٰ ہر میل علیہ السلام کو تاکہ وہ انصاف کریں



درمیان اولن لوگون کے پس وہ پوچھین گے پہلے شہید سے اور کہین گے اوس کو کہ  
 کونسا عمل اچھا کیا تو نے دنیا میں کہ گرج ارادہ رکھتا ہے تو بہشت میں سب سے پہلے  
 جانے کا پس کہے گا وہ کہ قتل کیا گیا میں لڑائی میں تاکہ راضی ہو اسد تعالیٰ مجھ سے پس  
 پوچھین گے حضرت حبیب ریل علیہ السلام کس سے سنا تھا تو نے ثواب شہادت کا پس  
 کہے گا شہید عالمون سے پس کہین گے اوس سے حضرت حبیب ریل علیہ السلام ادب کے  
 اپنے معلم اور استاد کا اور پیشدستی مت کر اوس پر بعد اس کے مخاطب ہوں گے طرف  
 حاجی کے اور کہین گے اوس کو بھی ایسا ہی پھنچ کر طب ہوں گے طرف سخی کے  
 اور کہین گے اوس کو بھی ایسا ہی بعد اوس کے کہے گا عالم خداوند حاصل کیا ہیں  
 علم کو بسبب سخاوت سخی کے اور احسان اوس نے مجھ پر پس فرماں گا اسد تعالیٰ جل شانہ  
 سچ کہا عالم نے بعد اس کے حکم کرے گا خداوند تعالیٰ رضوان جنت کو کہ کھو کہ  
 دروازے جنت کے تاکہ داخل ہو سخی پہلے سب سے اور لوگ بعد اوس کے

حَدِيثُ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَضَّلُ الْعَالِمِ  
 عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أُمَّتِي وَكَذَا أَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى إِبْرَاهِيمَ  
 عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَا عَلِيمٌ أَحَبُّ عِلْمًا وَقَالَ حَسَنٌ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ مَدَامُ  
 الْعُلَمَاءِ يُؤْنِسُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ بِدَمِ الشُّهَدَاءِ فَيَتَرَجَّحُ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ  
 عَلَى دَمِ الشُّهَدَاءِ وَكَذَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
 كُنْ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا أَوْ سَامِعًا وَلَا تَكُنْ سَرَابًا فَتَهْلِكُ فَيَكُنْ  
 رَسُولُ اللَّهِ آمَنَى الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ فَقَالَ الْعِلْمُ بِاللَّهِ لَا تَقْلِيلَ  
 الْعَمَلُ يَنْفَعُ مَعَ الْعِلْمِ وَأَنْ كَثِيرَ الْعَمَلِ لَا يَنْفَعُ مَعَ الْجَهْلِ فَعَلِمَ

مِنْ هَٰذَا أَنَّ الْعِلْمَ أَشْرَفُ عِلَادَةٍ وَلَكِنْ لَا بُدَّ لِلْعَبْدِ مِنَ  
 الْعِبَادَةِ مَعَ الْعِلْمِ وَلَا لَكَانَ عَلَيْهِ هَبَاءٌ تَنْتَوْرًا وَقَالَ النَّظَرُ  
 الْحُجْبَةُ الْعَالِمِ عِبَادَةً وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّ  
 اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتَّى الْمَلَكَةُ فِي حُجْرَتِهَا  
 وَأَنْحَوْتُ فِي الْبَحْرِ لِيَصَلُّوا عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ خَيْرًا زَيْدَةً الْوَاعِظِينَ  
 ترجمہ فرمایا حضرت رسول اسد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فضیلت عالم  
 کی عابد پر اتنی ہے جتنی میری فضیلت ہے ایک اونے تنہا رہے پر اور وحی  
 بھیجی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کہ میں علیم یعنی عالم ہوں  
 اور دوست رکھتا ہوں عالم کو اور کہا حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روشنائی  
 عالموں کی دواتوں کی جس سے اللہ کے واسطے مسائل دین کے ہلکتے ہیں  
 وزن کی جائے کی قیامت کے دن مقابلے میں خون شہیدوں کے پس ترجیح  
 دی جائے گی کیا ہی کو عالموں کی شہیدوں کے خون پر اور ایسا ہی فرمایا  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہو تو سکھائیو الا یا سکھنے والا یا سننے والا  
 اور مت ہو تو چوتھا پس ہلاک ہو گا کہا کسی نے یا رسول اللہ کو نسا عمل افضل ہے  
 فرمایا حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم دین کیونکہ تھوڑا عمل نفع  
 دیتا ہے علم کے ساتھ اور بہت عمل نفع نہیں دیتا ہے ساتھ جہالت کے پس معلوم  
 اس سے کہ علم بہت ہے عبادت سے مگر ضرور ہے بندے کو عبادت کو کرنا باوجود  
 علم کے ورنہ ہو گا علم اوس کا غبار پر آگدہ یعنی بے فائدہ اور نظر کرنا چہرے  
 عالم کی طرف عبادت ہے اور فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ

فرشتے اور اہل آسمان اور زمین یہاں تک کہ چوتھیاں اپنے سوراخوں میں اور  
مچھلیاں دریا میں درویش تھے ہیں اور اس شخص پر جو کہ کھاتا ہے لوگوں کو  
علم دین کا پس رہے نصیب اور اس شخص کے جو علم دین کا شد سکھا دے  
حدیث قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوام الدنیا ربعة  
اشیاء اولها بعلم العلماء والثانی بعدل الأمراء والثالث  
سخاوة الأغنیاء والرابع بدعوة الفقراء وکولا علم العلماء  
لهلاكهم اهلکون وکولا سخاوة الأغنیاء لهلاكهم الفقراء و  
کولا دعاء الفقراء لهلاكهم الأغنیاء وکولا عدل الأمراء  
لاکل بعض بعضا کما یأکل الذئب الغنم ترجمہ کیا  
پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مضبوطی دنیا کی چار چیزوں سے ہے اول علموں  
علم سے دوسرے حاکموں کے عدل سے تیسرے مالداروں کی سخاوت سے چوتھے فقیروں کی  
دعا سے پس اگر نہ ہوتا علم عالموں کا تحقیق گمراہ ہوتے تمام جاہل اور اگر نہ ہوتی سخاوت  
مالداروں کی البتہ ہلاک ہوتے تمام فقیر اور اگر نہ ہوتی دعا فقیروں کی ضرور ہلاک ہوتے تمام مالدار  
اور اگر نہ ہوتا انصاف امیرون کا کھا جاتے بعض آدمی بعض کو جیسا کہ کھا جاتا ہے بھیڑیا  
بکری کو حدیث وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع انفق ذرهما  
على طالب العلم فکما انفق مثل حیل اهل من الذئب الاحمر  
فی سبیل اللہ تعالیٰ وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من صلی  
صلوة فی الجماعة مع المسلمین اربعین یوما لم یفته رکعة کنت  
الله له براءة من التفاق وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من صلی

الصَّحْبُ تَجَلَسَ لَيْدٌ كَرَّ اللَّهُ تَعَالَى يُعْطِيَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْفُجْدِ دُوسِ سَبْعِينَ  
 قَصْرًا قُرْبَ دَهَبٍ وَفَضْلُهُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ أَهْلُ  
 الصَّلَاةِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ عَلَى بَابٍ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ  
 هَلْ يَبْقَى عَلَيْهِ وَسَخٌ قَالُوا لَا خَالَ كَذَا لَكَ الصَّلَاةُ تَغْسِلُ الذُّنُوبَ رَوَّاقِي  
 الْأَخْبَادِ ترجمہ فرمایا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس  
 شخص نے دیا کسی طالب علم کو ایک درہم کو یا کہ دیا اوس نے راہ خدا میں جہل اُحد کے  
 برابر سُرخ سونا اور فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے نماز پڑھی جماعت کے  
 ساتھ چالیس دن کہ نہ فوت ہوئی اوسکی کوئی رکعت نکلتا ہے اللہ تعالیٰ واسطے اوس کے  
 بنیاری نفاق سے اور فرمایا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس نے نماز پڑھی  
 صبح کی اور بیٹھا واسطے ذکر خدا کے دیکھا اللہ تعالیٰ اوس کو ستر بلاناغہ فودل  
 میں سونے اور چاندی کے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مثل نماز کی  
 مثل نہر جاری کی ہے تمہارے دروازے پر جو شخص غسل کرتا ہے اوس میں ہر دن  
 پانچ مرتبہ کیا باقی رہے گا میل اوس کے بدن پر پھر عرض کیا لوگوں نے نہیں فرمایا  
 حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی نماز پانچ وقت دہو دیتی ہے  
 گناہوں کو اور نہ ہوتا ہے نماز کی پاک صاف

# محکمہ افتا

متعد و ضرورتیں اسکی داعی ہیں کہ سندوستان میں محکمہ افتا قائم کیا جائے تاکہ چن سہلانو کلو سہا  
دیانت کونکلی ضرورت ہو وہ دریافت کر سکیں اور انہیں محقق اور طبرجواب دیے۔ اگرچہ  
ہی علما جواب دیتے ہیں مگر جہاں تک ششائے اور تجربے سے معلوم ہوا ہے وہ  
اکثر اعلیٰ جواب سے محروم رہتے ہیں۔ اگر جواب بلا ہی تو بہت دیر میں اور جواب  
کا محقق اور لایق المینان جو تاؤ شکل ہے۔ اسکی وجہ یہ کہ ہمارے علما کو اس اہم کام کی  
طرف خاص توجہ نہیں ہے۔ درس تدریس وغیرہ مشاغل میں رہتے ہیں بوجہ اور  
غرضاً ایسے ہی کر دیتے ہیں۔

اکثر کے خیال میں فتویٰ نویسی آسان امر ہے مگر حقیقت شایہ ہی مشکل ہے  
اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر لوگوں نے سال دریافت کرنا چھوڑ دیا جو سامنے لگیا اور سن  
دریافت کر لیا ایسے علم ہوا ہوا اور اس نے ہی اپنے قیاس سے جو جی میں آیا کہہ دیا  
نمود با اللہ حال نگہ اگلے علمائے سمجھے اور بغیر کتاب کے ملاحظہ کیے ہلک استفتہ  
پر فتویٰ دینے سے بہت اعتقاد کرتے تھے اور خلف رہتے تھے بلاتحقق حدیث حکم  
انکائیوں نے یقین کیا واسطے جو شدید داریوں کے لئے فتویٰ اخذ و خلی اللہ  
پس اس سبب سہو وہ اعلیٰ نے نقد کیا ہے کہ چند عالم خاص کہ تفسیر حدیث فقہ کو خوب جانتی  
اسی کام کے لیے معین کرے تاکہ وہ عام مسلمانوں کے سوالات کا جواب دیا کریں اور شب و روز اس  
کی تحقیق کیا کریں۔ وہیں سے ضروری سائل کے مختصر سالہ طبع ہو کر شایع ہوں۔ اس پور  
حکمہ کا اجر اور اشیاء وقت بہت کم ہے کہ اہل بیت پر تو جہاں میں اور اس کے لیے سطر ہونا چاہیے  
بفضل ایک علم خاص اسکی کام پر تفرک کر گئے ہیں جن ماحول کو جو سالہ دریا لیا ہو فقہ و علم و سنت  
کو سمجھتے ہیں اتنا امتی اللہ ان کا جواب دیا جائیگا مگر شرط یہ ہے کہ دریافت کرا لیاں ہوگی کی غرض سے

## فہرست

کتب مرقوم ذیل نرودودی موجود ہیں جن حضرات کو خریداری منظور ہو و حسب ذیل  
پتہ سے طلب فرمائیں بشپڑ نقد ہو۔

عصم	کیما انسان	حدیقۃ الاحباب فی احوال اصحاب اللہ
۸	خلاصۃ غایتہ الاقارب	زکاء الاسلام
۳	قصہ عورت ڈلہ	صفر و عباسہ عصم ۸
۳	سلوک حقیقی	فجر و عبرت عصم ۸
عصم	دیوان مرزا احمد دم	نفر قہر بن الاسلام و تعلق اردو ۱۰
عال	فلاح کویتین فضائل حرمین یحییٰ	ماجست و شوق مضیفہ مولو محمد علی خان صاحب ۸
۱۲	تربیاق اعظم	حقیقت روح انسانی ۶
عصم	باغ سنوان	شرح لوح شریف ۶
۳	ملفوظات خواجہ عبداللہ	دیوان خاموش ۲۲
عصم	مرات العارفین	اعلم بنظر عصم ۸
۸	شرح رباعیات جامی	علاج الباہ عال
۱۲	شرح لمات شرح سورہ	مجموعہ فتاویٰ غزنی اردو عصم ۸

خلاصہ حکام قتل ۲  
تحدہ بجائی ترجمہ تنجربانی جو حضرت محبوب بجا کا و شریف غزنیہ استہرین قابل دید قیمت ۳  
ماہر اس کے اور بہت کتب شہر کی اس موجود ہیں حسب الطلب سال خست شریف  
لاہور ملا محمد راجہ کتب شہر و نقار خانہ قدیم میں خان بیگم بازار۔